یوسف زلیخا

(۱۵۸۰ء — ۱۵۸۵ء)

دبستانِ گولکنڈہ کی پہلی مثنوی

ڈاکٹر سیّدہ جعفر

اشاعت : جولائی ۱۹۸۳ء

کتابت : محمد غالب　　ابتدائی صفحات : محمود سلیم

طباعت : نیشنل فائن پرنٹنگ پریس چارکمان حیدرآباد

سرورق : محمد رفیع الدین صدیقی۔ سعادت علی

قیمت : ۸۰ روپے

اعانت : ○ ایچ۔ ای۔ ایچ دی نظامس اُردو ٹرسٹ حیدرآباد
○ اردو اکیڈمی آندھرا پردیش

ملنے کا پتہ :
بمکان مصنفہ نمبر 9-1-24/1 لنگرحوض ،
حیدرآباد 500008 اے پی

مصنفہ کی دوسری کتابیں :

۱۔ ماسٹر رام چندر اور
اردو نثر کے ارتقاء میں اُن کا حصہ (تحقیق)
۲۔ من سمجھاون ——— (تحقیق و ترتیب)
۳۔ فن کی جانچ ——— (تنقید)
۴۔ دکنی رباعیاں ——— (تحقیق)
۵۔ تنقید اور اندازِ نظر ——— (تنقید)
۶۔ سکھ انجن ——— (تحقیق و ترتیب)
۷۔ اردو مضمون کا ارتقاء ——— (تنقید)
۸۔ من سمجھاون (ہندی) ——— (ترتیب)
۹۔ یادگار مہدی ——— (ترتیب)
۱۰۔ دکنی نثر کا انتخاب ——— (تحقیق و ترتیب)
۱۱۔ کلیات محمد قلی قطب شاہ ——— (تحقیق و ترتیب)
۱۲۔ چندر بدن و مہیار (ہندی)
(زیرِ طبع ــــ ہندی اکیڈمی آندھرا پردیش)
۱۳۔ ڈاکٹر زور ــ شخصیت اور ادبی کارنامے
(زیرِ طبع ــــ ساہتیہ اکیڈمی ــ نئی دہلی)

احمد مہدیؒ
کے
نام

دکن کے مایہ ناز شاعر اور استادِ سخن شیخ احمد شریف گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" دبستانِ گولکنڈہ کی پہلی عشقیہ مثنوی ہے۔ قصہ یوسف زلیخا جسے "احسن القصص" سے تعبیر کیا گیا ہے، مختلف زبانوں کے ادب میں بار بار نظم ہوتا رہا ہے۔ عالمی ادب میں اس قصہ کی پذیرائی اسکی مقبولیت کا ثبوت ہے۔ جرمن زبان میں روزن وے (Rozenweigh) اور انگریزی میں اے راجر (A. Roger) اور آر، ٹی، ایچ گرافٹ (R.T.H. Griffith) نے اس قصے کو پیش کر کے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ ان کے علاوہ جی ڈیچ فان (Heldengedichtvon) نے ۱۸۸۹ء میں ویانا سے اور فلک پرلس (Falk Perles) نے ۱۹۰۱ء میں برلن سے اس قصے کے چربے شائع کیے تھے۔ فارسی میں ابوالموید بلخی، بختاری، فردوسی اور جامی نے قصہ یوسف زلیخا کو موضوعِ سخن بنایا تھا۔ مختصر یہ کہ یہ قصہ ہر دور میں ادبی شخصیتوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا رہا ہے۔ جب ہم اردو کے کلاسیکی شاعری کے سرمائے پر نظر ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اکثر و بیشتر شاعروں نے قصۂ یوسف زلیخا سے تلمیحات اخذ کر کے ابلاغ و ترسیل کو با معنی و بلیغ بنانے کی کوشش کی ہے۔ ماہِ کنعاں، پیرِ کنعاں، بوئے پیرہن، بازارِ مصر، چاہِ کنعاں، پیراہنِ یوسف اور اسی قبیل کی دوسری تلمیحات سے اردو شاعری میں اظہار کے پیکروں کو خیال آفرینی اور اثر انگیزی عطا کی گئی ہے۔ مثلاً

غیرتِ یوسف ہے یہ وقتِ عزیز
میر اس کو رائگاں کھوتا ہے کیا (میر)

قیدی ہوں میں تیرا بخداوندیِ خدا
اور اس عزیزِ مصر کے زندان کی قسم (انشا)

ہنوز اک پرتو نقشِ خیالِ یار باقی ہے — دلِ افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زنداں کا (غالب)

سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پر زنانِ مصر سے — ہے زلیخا خوش کہ محوِ ماہ کنعاں ہو گئیں (غالب)

قید میں یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر — لیکن آنکھیں روزنِ دیوارِ زنداں ہو گئیں (غالب)

نسیمِ مصر کو کیا پیرِ کنعاں کی ہوا خواہی — اُسے یوسف کی بوئے پیرہن کی آزمائش ہے (غالب)

قیدِ یوسف کو زلیخا نے کیا کچھ نہ کیا — دلِ یوسف کے لیے شرط تھا زنداں ہونا (حالی)

بوئے یوسف کے سوا مصر سے کیا لائی صبا — اور یعقوب کے قابل کوئی سوغات نہ تھی (امیر)

قالب ہے روح کی کیا خاک ہو عالم میں قدر — کوچ یوسف نے کیا خالی یہ زنداں ہو گیا (امیر)

دکنی شاعروں نے بھی "احسن القصص" سے دلچسپی لی اور اپنی مثنویوں کو اس سے زینت بخشی ہے۔ ہاشمی (سنہ ۱۰۹۹ھ)، امین (سنہ ۱۱۰۹ھ) معتبر خاں عمر (مابعد سنہ ۱۲۰۰ھ) اور فگار (سنہ ۱۲۱۲ھ) وغیرہ نے اس شہرۂ آفاق داستان کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا تھا۔ لیکن ان سب پر شیخ احمد شریف گجراتی کو اولیت اور تقدم حاصل ہے جنہوں نے دکنی میں پہلی بار اس قصے کو اپنی مثنوی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ احمد گجراتی دکنی کا ایک ایسا عظیم المرتبت شاعر تھا جس کے کمالِ فن کا ابن نشاطی جیسے بلند پایہ سخن سنج نے اعتراف کیا ہے۔ قصّے کی پیش کشی کے انداز، قدرتِ بیان اور شاعرانہ محاسن کے اعتبار سے احمد گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ لسانی نقطۂ نظر سے بھی اس کی اہمیت مسلمہ ہے۔ تا حال اس مثنوی کا صرف ایک ہی نسخہ دریافت ہوا ہے جو مولوی عبدالحق کے ذاتی کتب خانے کا مخزونہ ہے۔ اس مخطوطے کی زیراکس کاپی میں نے اپنی بہن ذکیہ رضا حسین کے توسط سے حاصل کی ہے جس کے لیے میں ان کی ممنون ہوں۔

سیدہ جعفر
ریڈر شعبۂ اردو۔ جامعہ عثمانیہ

لنگر حوض۔ حیدرآباد
اے۔ پی

فہرست

★

حالاتِ زندگی

جب ۱۵۲۶ء[1] میں بہمنی سلطنت کا چراغ گل ہوا تو دکن میں قطب شاہی، عادل شاہی، نظام شاہی، بریدشاہی اور عماد شاہی سلطنتوں کی شمعیں فروزاں ہو گئیں تاحال اُردو تحقیق کو ماضی کے سرمائے سے جو گوہر آبدار دستیاب ہوئے ہیں ان میں احمد گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ جنوبی ہند کی اِن پانچوں ریاستوں کی پہلی عشقیہ مثنوی ہے۔ دکن میں اس سے قبل ۸۲۵ھ/۱۴۲۱ء تا ۸۳۹ھ/۱۴۳۵ء[2] میں بہمنی دور کے نظامی نے "کدم راؤ پدم راؤ" کے نام سے اپنی مثنوی پیش کی تھی۔ اشرف کی "نوسرہار" (۹۰۹ھ/۱۵۰۳ء)[3] خزینۂ شاعری کا پیکر ہے اور فیروز بیدری کا "پرت نامہ" (قبل ۱۵۶۴ء)[4] مذہبی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے دوسرا یہ کہ بقول پروفیسر مسعود حسین خان "یہ کوئی ایسا بڑا ادبی نقش نہیں جو استاد فیروز کی شہرت کے شایانِ شان ہو۔ یہ دراصل ایک مرید کا نذرانۂ عقیدت ہے۔"[5] عبدل کا "ابراہیم نامہ" (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء، ۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء)[6] بھی بیجاپوری ادب کا پہلا کامیاب نقش سمجھا جاتا ہے۔ مثنوی "یوسف زلیخا" کے بہت بعد لکھا گیا ہے۔ وجہی کی "قطب مشتری" (۱۰۱۸ھ/۱۶۰۹ء، ۱۶۱۰ء) جو ابھی تک گولکنڈے کی پہلی مثنوی سمجھی جاتی تھی "یوسف زلیخا" کے بعد کی تصنیف قرار پاتی ہے۔ مثنوی کی داخلی شہادتوں کی بنا پر "یوسف زلیخا" کا سنہ تصنیف ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء تا ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس طرح احمد گجراتی کی اس مثنوی کو وجہی کی "قطب مشتری" پر ربع صدی سے زیادہ عرصے کا تقدم حاصل ہے۔

نام: مثنوی "یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" کے شاعر کا پورا نام شیخ احمد شریف تھا۔ دکن میں اس نام یا تخلص کے متعدد شاعر گذرے ہیں لیکن بقول افسر امروہوی:—

---

[1] عبدالمجید صدیقی۔ مقدمہ تاریخ دکن صفحہ ۵۴۔ [2] جمیل جالبی۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ صفحہ ۴
[3] نذیر احمد۔ علی گڑھ تاریخ ادب اردو۔ چوتھا باب (الف)۔ صفحہ ۲۰۰ [4] مسعود حسین خاں۔
پرت نامہ۔ از قطب الدین قادری بیدری۔ قدیم اردو جلد اول ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۳۸۔
[5] مسعود حسین خاں۔ ابراہیم نامہ۔ از عبدل دہلوی۔ صفحہ ۴

ان میں سب سے قدیم شیخ احمد گجراتی ہیں جو دکن چلے گئے تھے ان کی دو
مثنویاں یوسف زلیخا اور لیلیٰ مجنوں ہیں۔"[1]

گجرات میں اس نام کے دو مشہور شاعر گذرے ہیں۔ شیخ احمد گجراتی اور شاہ احمد جن کے نام کے ساتھ گجراتی تحریر کیا گیا ہے۔ موخرالذکر کے بارے میں "مخزن نکات" میں قائم چاندپوری لکھتے ہیں کہ وہ "علم سنسکرت دبھاکا" میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ "سرآمد روزگار" تھے اور ان کا "کلام" "دلنشین" تھا۔ قائم چاندپوری کا بیان ہے کہ وہ "ہندی گیت اور دوہے" کے انداز میں شعر کہتے تھے اور "شاہ ولی اللہ ولی" کے ہمعصر تھے۔ کبھی کبھی "ریختہ" میں "فکر سخن" کرتے تھے۔[2] میر حسن نے احمد گجراتی کا ذکر کرتے ہوئے انھیں سنسکرت اور بھاکا کا شاعر تحریر کیا ہے اور ان کو شاہ ولی اللہ کا معاصر بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"احمد گجراتی دیگر در زبان سنسکرت دبھاکا کر تصانیف بسیار دارد چوں
معاصر شاہ ولی اللہ بود .... ریختہ نیز گفتہ"[3]

میر حسن نے ان کے نمونۂ کلام کے طور پر ان کی ایک غزل کے تین شعر نقل کیے ہیں جس کا مقطع یہ ہے ؎

احمد بیتا میں کیا کر دں اب راہِ عشق میں
سر پر تو سانجھ پڑ گئی اور پاؤں تھک گئے

---

[1] افسر صدیقی امروہوی بیاض مراثی صفحہ ۱۔

[2] شیخ محمد قیام الدین قائم۔ تذکرہ مخزن نکات مرتبہ عبدالحق صہ ۲

[3] میر حسن۔ تذکرۂ شعرائے اردو۔ صفحہ ۱۴

"تذکرہ گلزار ابراہیم" میں ابراہیم خان خلیل نے اسی بیان کو الفاظ کی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ دہرا دیا ہے اور وہ انھیں "معاصر ولی دکنی" لکھتے ہیں۔[1]

"یادگار شعراء" میں طفیل احمد نے احمد کا ذکر کیا ہے۔ اور گلزار ابراہیم" کا حوالہ دیتے ہوئے انھیں ولی دکنی کا معاصر بتلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میر نے ان کا تخلص احمدی بتایا ہے جو درست نہیں ہے۔[2]

"نکات الشعراء" میں میر تقی میر نے اس شاعر کے حالات زندگی پر روشنی نہیں ڈالی ہے۔ صرف نمونۂ کلام پر اکتفا کیا ہے اور ان کے یہ اشعار نقل کیے ہیں ع

ہوئے دیدار کے طالب خودی سے خود گذر نکلے ۔۔۔ بتا ئی راہ دانش میں خرد شاہ بے خبر نکلے

نشان بے نشاں ہم ملک بیرنگی میں پاتے ہیں ۔۔۔ تبر چھوڑی دوئی کی ہم نے جیب سے ست نگر نکلے

پھرے دونوں کے چھلاں صبوری سات بے توشہ ۔۔۔ کمر ہمت سے باندھے ہویت کی باٹ پر نکلے[3]

"تذکرہ اولیائے دکن" کے مصنف عبد الجبار ملکاپوری شاہ احمد گجراتی کا لقب میراں جی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ گجرات سے بیجاپور منتقل ہوئے تھے۔ اور "طریقہ شطاریہ" کے "پیرو" تھے۔ تذکرہ نگار لکھتا ہے:

"آپ کا اصل وطن گجرات ہے۔ آپ گجرات سے بیجاپور میں آئے حضرت شاہ کی خدمت میں پہنچے بیعت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ طریقہ شطاریہ

۱۔ علی ابراہیم خان خلیل۔ تذکرہ گلزار ابراہیم۔ مرتبہ محی الدین قادری زور صفحہ ۲۸۔

۲۔ طفیل احمد۔ یادگار شعراء صفحہ ۲۰۔

۳۔ میر تقی میر۔ نکات الشعراء۔ صفحہ ۱۰۳

کے پیرو تھے اور شب و روز ذکر و اشغال میں مصروف رہتے تھے"۔[۱]

عبدالجبار ملکاپوری نے "شاہ احمد میراں جی" کو عالمگیر کا ہمعصر بتایا ہے۔ اور تحریر کرتے ہیں کہ جب عالمگیر وارد بیجاپور ہوا تو آپ سے شرف ملاقات حاصل کرنے ابراہیم عادل شاہ کے مقبرے میں آیا تھا۔ "خمخانۂ جاوید" میں لالہ سری رام نے احمد کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا نام تحقیق نہیں ہوا ہے۔ ممکن ہے ان کا نام احمد ہی ہو۔ وہ انھیں گجرات کا باشندہ بتاتے ہیں اور گلزار ابراہیم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ احمد، "ذلی دکنی" کے "ہم عصر اور ہم وطن" تھے۔ سری رام نے الف قیلین کے تذکرے سے ان کا ایک "ہندی" شعر اور "تذکرہ شوق" سے فارسی کے دو شعر نقل کیے ہیں۔ "ہندی شعر" وہی ہے جسے میر تقی میر نے "نکات الشعراء" میں درج کیا ہے۔[۲] "تذکرہ اولیائے دکن" میں عبدالجبار ملکاپوری نے احمد گجراتی کا سنہ وصال ۱۰۲۳ھ بتایا ہے۔[۳] جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ "مثنوی" یوسف زلیخا" کے شاعر نہیں تھے۔ اسی نام کے ایک اور بزرگ مولانا شیخ احمد گجراتی ہیں جو میاں مخدوم کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے نام کے ساتھ "شیخ" کا سابقہ موجود ہے اور آپ متوطن گجرات بھی تھے۔ لیکن آپ کا تعلق دور متاخر سے ہے۔ شیخ احمد گجراتی شیخ برہان بن ابراہیم بن غوری کے فرزند تھے۔ ان کے اجداد کا سلسلہ شہاب الدین غوری تک پہنچتا ہے۔ شیخ احمد گجراتی کے جد اعلیٰ ناگور کے حکمران مقرر ہوئے تھے اور یہیں سکونت اختیار کی تھی۔ لیکن ان کے والد شیخ برہان شمالی ہند سے گجرات چلے آئے تھے اور یہیں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ شیخ برہان، شیخ احمد کھٹو کے مرید تھے۔ چونکہ مرشد کی

۱۔ عبدالجبار ملکاپوری۔ تذکرہ اولیائے دکن۔ حصہ اول صفحہ ۵۷۔

۲۔ لالہ سری رام۔ خمخانۂ جاوید۔ حصہ اول صفحہ ۱۸۵

۳۔ عبدالجبار ملکاپوری۔ تذکرہ اولیائے دکن۔ حصہ اول صفحہ ۵۸۔

دعا سے انھیں ۸۱۰ھ میں فرزند تولد ہوا تھا۔ اس لیے اس بچے کا نام مرشد کے نام کی مناسبت سے احمد تجویز کیا گیا تھا۔ شیخ احمد کھٹو نے پیشین گوئی کی تھی کہ خدا اس لڑکے کو "عزت و بزرگی اور شہرت" سے سرفراز کرے گا۔ پیر طریقت کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی اور شیخ احمد اوائل عمر ہی سے درویشی کی طرف راغب ہو گئے۔ بارہ سال میں قرآن ختم کرکے شاہ عالم کی مریدی اختیار کی علوم متداولہ کی تحصیل کے لیے مولانا صدر جہاں کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا اور اس سے فارغ ہو کر گجرات میں ملازمت اختیار کی۔ کچھ عرصہ بعد ملازمت ترک کرکے حضرت شاہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کو اپنا دیوان و پیشکار بنا کر خانقاہ، لنگر اور جاگیرات کا انتظام آپ کے سپرد کیا۔ بالآخر شیخ احمد گجراتی پیشکاری کے کام سے بھی کنارہ کش ہو گئے اور گوشہ نشینی اختیار کی۔ اپنے پیر و مرشد کی وفات کے دو سال بعد یعنی ۸۸۲ھ میں رحلت کی اور تاج پورہ واقع احمد آباد گجرات میں مدفون ہوئے۔[1]

جنوبی ہند کے مشائخین کے نسب نامے میں عبدالوہاب شطاری قادری نے ایک اور احمد گجراتی کے نسب نامے پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ "ہادی گجرات" کے لقب سے مشہور تھے اور سید شہاب الدین شطاری ابن سید علاء الدین شطاری کے فرزند تھے۔ آپ کے نام سے پہلے لفظ "سید" موجود ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مثنوی "یوسف زلیخا" کے شاعر نہیں تھے۔ سید شاہ احمد شطاری قادری گجراتی کا مزار بیرون ظفر دروازہ اورنگ آباد میں واقع ہے۔ اور ہر سال تیرہ، چودہ اور پندرہ صفر کو بڑی دھوم دھام سے آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔[2]

---

[1] عبدالجبار ملکاپوری تذکرۂ اولیائے دکن۔ حصہ اول۔ صفحہ ۷۲

[2] حاجی سید عبدالوہاب شطاری قادری۔ جنوبی ہند کے مشائخین کے نسب نامے۔ صفحہ ۲۱

ایک اور دکنی شاعر احمد ہے۔ اس نے شاہ عنایت کے نور نامے میں کئی ابیات کا اضافہ کیا ہے۔ احمد نے نور نامے کو ۱۱۳۶ھ میں مکمل کیا تھا۔ اس نور نامے کا ایک نسخہ ادارۂ ادبیاتؔ[1] اردو اور دوسرا کتب[2] خانہ سالار جنگ کا مخزونہ ہے۔

"بستان شہادت"[3] کے شاعر کا نام بھی احمد ہے لیکن ایک تو یہ کہ ان کے نام سے ان کی سیادت کا اظہار ہوتا ہے اور دوسرے یہ مثنوی بہت بعد کی شعری کاوش ہے۔ جسے شاہ عبدالعزیز دہلوی کے ایک عربی رسالے کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے۔ شاعر کا نام سید درویش اور ان کے دادا کا نام سید نور اللہ بتایا گیا ہے۔[3]

گارساں دتاسی نے اپنے خطبے میں احمد گجراتی کا نام "دکن کے شاعروں" کے تحت درج کیا ہے۔ چونکہ انھوں نے شاعر کے حالات یا کلام کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ اس لیے یہ بتلانا مشکل ہے کہ ان کی مراد کون سے احمد گجراتی سے ہے۔[4]

"یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" کے شاعر شیخ احمد شریف گجرات کے ایک "عالم مدرس" اور "فقیہ و محدث" تھے۔ "روضۃ الاولیاء بیجاپور" کے مصنف نے آپ کے نام سے پہلے لفظ حضرت کا اضافہ کرکے آپ کی بزرگی اور علم و فضل کا اعتراف کیا ہے اور شاعر کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"آپ عالم و مدرس اور فقیہ و محدث تھے۔"[5]

---

[1] مخطوطہ نمبر ۸۲۲۔

[2] مخطوطہ نمبر ۳۹۹۔

[3] نصیر الدین ہاشمی، وضاحتی فہرست کتب خانہ سالار جنگ۔ صفحہ ۵۵۹

[4] گارساں دتاسی۔ خطبات گارساں دتاسی۔ پانچواں خطبہ صفحہ ۱۳۵

[5] ابراہیم زبیری۔ روضۃ الاولیاء بیجاپور صفحہ ۲۰۔

ایک اور جگہ شیخ احمد گجراتی کے برادرِ طریقت سید عبدالرحمن کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے بھی شیخ احمد کو "محدث" بتلایا ہے۔[1]

شیخ احمد کے مفصل حالات زندگی کسی تذکرے یا ادبی تاریخ میں موجود نہیں ہیں۔ بقول محمود شیرانی "احمد کے حالات زندگی سے ہم بے خبر ہیں"[2]

"مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی" میں محمود شیرانی لکھتے ہیں :۔

"ناظم کا تخلص احمد ہے۔ اس سے زیادہ مصنف کے متعلق کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا۔"[3]

انھوں نے شیخ احمد شریف گجراتی کو "احمد دکنی" کے نام سے یاد کیا ہے۔ شمس اللہ قادری شاعر کے بارے میں "اردوئے قدیم" میں رقم طراز ہیں :۔

"قطب شاہی دور کے شعرا میں احمدؔ، فیروزؔ محمودؔ اور وجہیؔ سب سے قدیم شاعر ہیں۔ ان میں ملا احمد سلطان محمد قلی قطب شاہ کا درباری شاعر تھا۔ ملا احمد نے بادشاہ کی فرمائش سے لیلیٰ مجنوں کی داستان منظوم کی تھی۔"[4]

ان کے نام کے ساتھ "ملا" کے تکریمی لقب سے ان کے علم و فضل اور زندگی و عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ نصیر الدین ہاشمی اپنے مضمون "اردو میں لیلیٰ مجنوں کی داستانیں" میں تحریر کرتے ہیں :۔

"موجودہ معلومات کے لحاظ سے اردو کی سب سے پہلی داستان

---

[1] ابراہیم زبیری ۔ روضۃ الاولیا ربیجا پور۔ صفحہ ۱۳۳۔

[2] حافظ محمود شیرانی ۔ پنجاب میں اردو ۔ صفحہ ۱۹۹

[3] " " " " مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی (مضمون) اورینٹل کالج میگزین۔ نومبر سنہ ۱۹۲۵ مشمولہ مقالات شیرانی۔ جلد اول صفحہ ۲۱۵

[4] شمس اللہ قادری ۔ اردوئے قدیم ۔ صفحہ ۶۲

لیلیٰ مجنوں احمد کی مصنفہ ہے جو گولکنڈے کے قطب شاہی دربار کا شاعر تھا۔ اس کا زمانہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا دورِ حکومت ہے اگرچہ احمد کے متعلق ہم کو تفصیلی حالات معلوم نہیں لیکن اس کی دو مثنویوں کا پتہ چلا ہے۔" [1]

"دکن میں اُردو" میں وہ احمد کے حالات زندگی سے اپنی عدم واقفیت ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"احمد بھی اسی دور کا شاعر ہے۔ پیدائش اور وفات کے سنین سے ہم واقف نہیں ہیں" [2]

ڈاکٹر زور "علی گڑھ تاریخ ادب اُردو" میں شیخ احمد شریف گجراتی کا نام شیخ احمد بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ وجہی سے "عمر اور مرتبے" میں "افضل" تھے [3] لیکن ڈاکٹر نصیر بھی ان کے حالات زندگی سے ناواقفیت کا اقرار کرتے ہیں۔ "دکنی ادب کی تاریخ" میں انھوں نے شیخ احمد گجراتی کے بارے میں صرف اتنا لکھ دیا ہے کہ وہ "وجہی کا ہم عصر تھا" [4]۔ اور انھوں نے بھی شاعر کے نام کے ساتھ "ملا" تحریر کیا ہے۔

مثنوی "یوسف زلیخا" میں شاعر نے اپنا نام شیخ احمد شریف بتایا ہے اور کہتے ہیں ؎

جو شیخ احمد شریف اپنی زباں ور دکھ
سرن آیا سرادن "تج" ناسک

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ احمد شریف شیخ احمد کے نام سے مشہور تھے۔ چنانچہ ابن نشاطی "پھول بن"

---

[1] نصیر الدین ہاشمی۔ دکھنی (قدیم اُردو) کے چند تحقیقی مضامین۔ اردو میں لیلیٰ مجنوں کی داستانیں۔ (مضمون) صفحہ ۱۳۹

[2] نصیر الدین ہاشمی۔ دکن میں اُردو۔ صفحہ ۱۰۸۔

[3] ڈاکٹر محی الدین قادری زور۔ علی گڑھ تاریخ ادب اردو۔ پانچواں باب صفحہ ۳۸۲۔

[4] " " ۔ دکنی ادب کی تاریخ۔ صفحہ ۶۳۔

میں اپنی مثنوی کا قصہ ختم کرنے کے بعد دکن کے عظیم سخن گستروں کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے اپنی مثنوی میں شاعرانہ کمالات اور قادر الکلامی کے جوہر دکھائے ہیں اگر آج استادِ فن شیخ احمد ہوتا تو میری ادبی صلاحیتوں کی داد دیتا اور میرے کمالِ فن کا صحیح اندازہ کر سکتا تھا۔ ع

نہیں اس وقت" وہ شیخ احمد

سخن کا دیکھتے باندھیا سو میں سد

مولوی عبدالحق کے ذاتی کتب خانے میں ان کی مثنوی یوسف زلیخا کا جو نسخہ موجود ہے۔ اس کے سرورق پر "یوسف زلیخا از شیخ احمد شریف" لکھا ہے۔ اور مثنوی کی ابتداء سے قبل "تمام این کتاب یوسف زلیخا تصنیف شیخ احمد شریف" تحریر کیا گیا ہے۔

احمد شریف نے مثنوی "یوسف زلیخا" میں احمد تخلص اختیار کیا ہے۔ مثال کے طور پر ان کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ع

بندا احمد سو کیا ان کو سرائے — بہو دعا توں خدا ان کو سرائے

نہ کر اگلی فضولی بس کر احمد — نہیں اس روپ کی منڈ کروں حد

الٰہی تج نبی احمد محمد — جو اس کا نام کاڑے ہوں میں احمد

جو ہے احمد کمینہ ایک بندا — سو ناہیں پاپ بن اس ہور دھندا

اسی طرح مثنوی "لیلیٰ مجنوں" میں بھی شاعر کا یہی تخلص ہمارے سامنے آتا ہے۔ ع

جو احمد کہے اس دھرین سنگھار

سو آپ شاہ تھے پاپے بیس سنگار

تاریخ پیدائش :۔

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے مثنوی یوسف زلیخا میں شیخ احمد گجراتی نے اپنا نام شیخ احمد شریف بتاتا ہے۔ لیکن "مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز" کے مصنف نے شیخ احمد کے نام کے ساتھ "فضل اللہ" کے الفاظ بھی تحریر کیے ہیں اور ان کا

پورا نام "شیخ احمد فضل اللہ" بتاتے ہیں۔[1] اس سے پتہ چلتا کہ "فضل اللہ" بھی ان کے نام کا جزو تھا۔ یہ اس لیے بھی قابلِ قبول معلوم ہوتا ہے کہ شیخ احمد کے والد کا نام نصیر خاں نے "رحمت اللہ" بتلایا ہے۔[2] "روضۃ الاولیا۔ بیجاپور" کے مصنف ابراہیم زبیری شیخ احمد کے چچا کا نام "عبداللہ" لکھتے ہیں۔[3] جس کی بنا پر ہم یہ قیاس کرسکتے ہیں کہ احمد گجراتی کا خاندانی نام فضل اللہ ہوگا۔ راقمۃ الحروف کا خیال ہے کہ فضل اللہ احمد گجراتی کا خاندانی اور تاریخی نام ہے جس سے ۹۴۶ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ شاعر کے حالات زندگی کو پیش نظر رکھیں تو یہ سنہ یعنی ۹۴۶ھ درست بھی معلوم ہوتا ہے اور اس حساب سے "مثنوی یوسف زلیخا" کی تصنیف کے وقت شاعر کی عمر بیالیس (۴۲) تا سینتالیس (۴۷) سال قرار پاتی ہے۔ مثنوی میں شاعر علوم متداولہ میں اپنی استعداد اور مختلف زبانوں سے واقفیت کا ذکر کرتا ہے۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا احمد کو "نوازش نامہ" لکھ کر بلوانا یہ بتلاتا ہے کہ اس کی شہرت گجرات سے گولکنڈہ پہنچ چکی تھی۔ شاعر کے کلام سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کوئی نوعمر فن کار نہیں بلکہ ایک جہاں دیدہ، تجربہ کار سن رسیدہ اور پختہ مشق شاعر ہے لیکن اس ضمن میں قطعیت کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے کہ شاعر کا سنہ ولادت ۹۴۶ھ ہی ہوگا۔ شمس اللہ قادری نے احمد کو فیروز، محمود اور وجہی کا ہمعصر بتایا ہے[4] اور ڈاکٹر زور لکھتے ہیں کہ وہ "عمر اور مرتبے میں وجہی سے افضل تھے۔" ان بیانات کی روشنی میں اگر ہم احمد کی عمر مثنوی کی تصنیف کے وقت بیالیس برس قیاس کریں

---

[1] نصیر خاں بن شیخ کمال قریشی خاں۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز صفحہ ۹

[2] " " " " " " " صفحہ ۹

[3] محمد ابراہیم زبیری۔ روضۃ الاولیا، بیجاپور مترجم شاہ سیف الدین قادری صفحہ ۲۲۰

[4] شمس اللہ قادری۔ اردوئے قدیم۔ صفحہ ۴۲

تو کوئی تعجب خیز بات نہیں معلوم ہوتی۔

وطن :۔

شیخ احمد کا وطن گجرات تھا۔ جمیل جالبی لکھتے ہیں :۔

"شیخ احمد گجرات کا رہنے والا تھا جس کا ذکر اس نے اپنے مقطعے میں کیا ہے ع

احمد دکن کے خوباں ہوتیاں ہیں پر ملاحت
تو توں دکھن کو اپنا گجرات کر کے سمجھیا"[۱]

مذہب :

شیخ احمد شریف ایک سنی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ شاہ وجیہہ الدین جیسے عالم متبحر اور پیر کامل نے انھیں خلافت عطا کی تھی۔ لیکن یہ امر تعجب خیز ہے کہ انھوں نے مثنوی "یوسف زلیخا" میں خلفائے راشدین کی مدح نہیں کی ہے۔ حمد، مناجات اور نعت کے بعد "مدح امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ" کی سرخی کے تحت تیس شعر کہے ہیں اور پھر اپنے پیر و مرشد شیخ وجیہہ الدین کی تعریف و توصیف کی ہے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ مثنوی محمد قلی قطب شاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لکھی گئی تھی۔ شاعر کہتا ہے ع

سو منگتا تھا جو شہہ کے ناؤں سیتی
کتاباں رس کروں یہ جاؤں سیتی

چونکہ محمد قلی قطب شاہ عقائد کے اعتبار سے امامیہ مسلک کا پیرو تھا، ممکن ہے مصلحتاً شاعر نے مدح خلفا سے گریز کیا ہو۔ شیخ احمد شریف نے حضرت علی کی دل کھول کر

---

[۱] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول صفحہ ۴۴۷

مدح کی ہے جس سے غالباً بادشاہ کی خوشنودی بھی منظور تھی۔ خود محمد قلی کی حضرت علی سے مودت کا حال بیان کرتے ہوئے اس کے بھتیجے اور داماد گولکنڈے کے چھٹے فرماں روا سلطان محمد قطب شاہ نے کہا تھا کہ اپنے ہر "مقطعے" میں وہ حضرت علی کا نام لاتے ہیں اور ان کا نام لیے "بغیر ختم کلام" نہیں کرتے ہے

جو مقطعے میں ہر ایک ایس شعر کے
لیے ہیں سو حضرت علی ناؤں اپے
نہ کرتے تھے ہرگز سو ختم کلام
بغیر آں علی کا لیے باج نام[1]

ان حالات کے پیش نظر ممکن ہے احمد گجراتی نے حضرت علی کی مدح کو محمد قلی قطب شاہ کی خوشنودی کا وسیلہ تصور کیا ہو۔ بہر حال مثنوی "یوسف زلیخا" میں منقبت کے ایسے شعر ضرور موجود ہیں ع

نبی بولے تن اس کا آپس تا تن ۔۔۔ سو یک تن کوں جدا کر دوئی ناگن
مدینہ علم کا سو مصطفےٰ تھے ۔۔۔ ولے دروازہ اس کے مرتضیٰ تھے
خلیفہ مصطفےٰ کا سو وہی ہے ۔۔۔ دھنی صدر و صفا کا سو وہی ہے
سبھی کا پاک ناؤں اس کا خدا تھے ۔۔۔ سبھی پر غالب اس نیچا خدا تھے

اور اس کے بعد شاعر حب علی کو جزو ایمان بتاتے ہوئے کہتا ہے ع

جے کوئی مرتضیٰ سوں ہوئے دشمن ۔۔۔ سو وہ اپنے خدا سوں ہوئے دشمن
جے کوئی دشمن اچھے گا مرتضیٰ کا ۔۔۔ سو وہ کیوں یار ہوئے مصطفےٰ کا
جے کوئی اس کو نہ مانے دشمنی لگ ۔۔۔ خدا تھے لعنت اس پر نت سبھی لگ

---

[1] ڈاکٹر محی الدین قادری زور۔ کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ۔ صفحہ ۱۵

حسنین کی خدمت میں خراج عقیدت ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ علی کے دو ایسے موتی ہیں جن جن سے شمس و قمر نے ضیا پائی ہے۔ وہ انھیں "معصوم" تصور کرتے ہیں اور اپنے بیان کو ختم کرتے ہوئے انھوں نے ان کی پیروی نہ کرنے والوں کو "ابلیس" سے تعبیر کیا ہے اور دوزخ کو ان کا ٹھکانہ قرار دیا ہے ع

انوں معصوم ہور فرزند انوں کے   سیدھی پنتھ پائیں اماماں وہ جنوں کے
جے کوئی ان کی امامت کوں نہ مانے   خدا تھے ہوئے جوں ابلیس راتے

مثنوی "یوسف زلیخا" کے اختتامیہ اشعار سے بھی شیخ احمد کے مذہبی تصورات کا پتہ چلتا ہے شاعر کہتا ہے کہ میری زبان وہ تلوار بن جائے جو اسلام کی حفاظت کرے میں "خوارج پر ایسا خروج کروں" وہ اپنے "دین" سے تائب ہو جائیں ع

کبھیں ہوئے زبان حجت کی تروار   کھیڈ یڑوں کفر اور بدعت کی پروار
کروں اسلام کے تئیں ملک گیری   کرے بس اُو قوی تروار میری
خوارج پر خروج ایسا کروں اَٹ   جو خارج ہوئیں اپنے دین تھے تٹ
جن اہلبیت کو کم دوست راکھے   بری شمشیر کے زخماں تھے دھاکے

مثنوی کی ابتدا میں شاعر کا اپنے عقائد ظاہر کرنا کوئی بے ربط اور نامناسب بات نہیں معلوم ہوتی لیکن مثنوی "یوسف زلیخا" کے آخر میں دوبارہ اپنے مذہبی تصورات کی وضاحت اور "خوارج" سے بیزاری کا اظہار بظاہر بے محل محسوس ہوتا ہے لیکن اسلامی تاریخ کے تناظر میں اس کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ خارجیوں کی ایک شاخ "عجاردہ" کا عقیدہ یہ تھا کہ سورۂ یوسف قرآن کی سورت نہیں ہے چنانچہ پروفیسر اجمل خان "ترتیب و نزول قرآن مجید" میں شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) کی کتاب "الملل والنحل" (مصر ۱۳۴۷ھ) کے حوالے سے رقم طراز ہیں :-

"حقیقت میں یہ ایک سخت قسم کی مسلمانوں کی جماعت تھی جو ہمیشہ

اپنے نصب العین کے لیے اپنی جانوں کو قربان کرتی رہی تھی کہ اچھی رہنمائی نہ ملنے کی وجہ سے بالکل ہی فنا کر دی گئی۔ ان خارجیوں کی ایک شاخ عجاردہ کہلاتی تھی۔ اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ سورہ یوسف قرآن کی سورت نہیں ہے اس لیے کہ یہ محض ایک افسانہ محبت ہے۔[۱]

چونکہ خارجی سورۂ یوسف کے منکر ہیں اس لیے شاعر نے اس قصۂ یوسف زلیخا کو ختم کرنے کے بعد "خارجیوں" سے اپنی بیزاری اور خفگی کا اظہار کیا ہے۔

محمود شیرانی اپنے مضمون "مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی" میں لکھتے ہیں :-

"وہ اپنے مذہب سے بھی جو شیعہ تھا کوئی واقف معلوم ہوتا ہے۔"[۲]

محمود شیرانی کا یہ بیان صداقت پر مبنی نہیں ہے۔ ان کی نظر سے احمد گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" نہیں گزری تھی جس میں شاعر نے اپنے پیر و مرشد وجیہ الدین گجراتی کا ذکر کیا ہے اور ان سے خلافت عطا ہونے پر اظہار فخر و مسرت کرتا ہے۔ محمود شیرانی نے مثنوی لیلیٰ مجنوں میں احمد گجراتی کے اشعار منقبت کو دیکھ کر غالباً یہ رائے قائم کی تھی۔ لیلیٰ مجنوں" بھی چونکہ محمد قلی قطب شاہ کی فرمائش پر لکھی گئی تھی اس لیے شاعر نے غالباً بادشاہ کی خوشنودی کی خاطر بھی حضرت علی اور ائمہ اطہار کی خوب مدح کی ہے۔ جس سے یہ گمان گذرتا ہے کہ ایسے اشعار کہنے والا شاعر اثنا عشری ہوگا۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز اور "روضۃ الاولیاء بیجاپور" کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ احمد گجراتی کو شاہ وجیہ الدین کا تقرب حاصل تھا اور وہ ان سے خاص نسبت رکھتے تھے۔ مثنوی کی داخلی شہادتوں سے بھی اس کی

---

[۱] پروفیسر اجمل خاں۔ ترتیب و نزول قرآن مجید۔ صفحہ ۵۔

[۲] حافظ محمود شیرانی۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی (مضمون) اورینٹل کالج میگزین۔ نومبر ۱۹۲۵ء۔ مشمولہ مقالات حافظ محمود شیرانی جلد اول صفحہ ۲۱۵ لاہور ۱۹۶۶ء

تصدیق ہوتی ہے۔

خلافت :-

خلافت عطا ہونے کے بارے میں شاعر کہتا ہے کہ میں "پاپ سمدور" میں غرق ہو ہو چکا تھا لیکن شاہ وجیہ الدین گجراتی نے میرے حال پر رحم فرمایا اور مجھے اپنے مریدوں میں شامل کر لیا۔ ع

ڈوبیا ہے پاپ سمدور ما تھہ سب تن جو نا ہیں کنٹھ تن کیوں پالے فکلن

رہیا دو سوں تھے تن میں ہوئے کمل سونا دھوئے سات سمدور سات نرمل

سو وہ اپنے کرم سیتی دیا مان قبولیا تج مریداں میں جمع آن

مثنوی میں تعریف "شیخ وجیہ الدین پر نور" کے زیر عنوان آگے چل کر کہتے ہیں کہ میرے مرشد میرے لیے باعث رحمت ہیں۔ انھوں نے مجھے اپنی خلافت عطا کر کے میری مشکل آسان کر دی ہے ؏۔

کرامت تج کیا اپنی خلافت دیکھ اندیش کر اس کی کرامت

اپنے پیر و مرشد کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ علم و فضل میں یکتائے روزگار ہیں۔ احمد گجراتی انھیں "خضر کا استاد" اور "قطب زمانہ" بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کا خطاب "تاج اولیا" ہے اور وہ سرتاپا نورِ حق میں غرق ہیں ؏

سدا سر دنگ حق کے نور میں غرق نبیاں ہور اس سے یک حرف کا فرق

جو خضر استاد تھے موسیٰ کیرے تئیں سو حاضر ہو تیں اس کے در سے پائیں

خطاب جیب تاج اولیاء اس ولایت کا سنگاسن زیر پا اس

وہی ہے قطب کیسے دور جگ میں جگت حیران ہے اس کی صفت میں

احمد گجراتی اپنے مرشد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ حسب اور نسب دونوں اعتبارات نبی کی آل سے ہیں اور ان کی علمیت اور تصنیف و تالیف کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کی کتابیں دو جہان پر بھاری ہیں ؏

سبھی علماء میں بھاری مرتعنیٰ سار   بہو تصنیف اس کے دو جگت بھار

"روضۃ الاولیا بیجاپور" میں محمد ابراہیم زبیری نے شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی کے بیالیس (۴۲)
قابل ذکر خلفاء کے نام درج کیے ہیں ان میں شیخ احمد شریف کا نام بھی موجود ہے[۱] محمد ابراہیم
زبیری وجیہہ الدین کو شاہ ہاشم کا "چچا" بتاتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"آپ کے کمالات و کرامات اور تصرفات کا شہرہ گجرات و ہند و عرب
و عجم میں مثل آفتاب نیم روز کے روشن ہے"۔[۲]

شاہ وجیہہ الدین گجراتی :-

شاہ وجیہہ الدین نے درویشانہ شان کے ساتھ زندگی گذار دی۔ ان کے ایک معتقد
نصیر خان بن کامل قریشی خاں لکھتے ہیں "آپ بخطاب آسمان مخاطب بہ علی ثانی ہوئے"[۳] "تذکرہ
علمائے ہند" کے مصنف نے ان کی تاریخ ولادت ۹۱۱ھ مطابق ۱۵۰۵ء بتائی ہے[۴] مولوی
عبدالحق نے "اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام" میں شیخ وجیہہ الدین کے نام کے آخر میں
احمد کا اضافہ کیا ہے اور ان کی تاریخ پیدائش ۹۱۰ھ مطابق ۱۵۰۴-۱۵۰۵ء اور مقام ولادت
احمدآباد (چانپانیر) بتلایا ہے۔[۵]

ظہیر الدین مدنی نے بھی یہی سنہ ولادت تحریر کیا ہے[۶] اس سنہ کی تصدیق نصیر خاں

---

[۱] محمد ابراہیم زبیری۔ مترجم سیف الدین قادری روضۃ الاولیاء بیجاپور صفحہ ۱۱۳۔

[۲] " " " " " " " صفحہ ۱۰۸۔

[۳] نصیر خان بن کامل قریشی مترجم [illegible]۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز"۔ صفحہ ۲۔ [۴] محمد ایوب قادری (مترجم) تذکرۂ علمائے ہند صفحہ ۵۳۹۔

[۵] مولوی عبدالحق۔ اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام۔ صفحہ ۳۰۔

[۶] ظہیر الدین مدنی۔ ولی گجراتی۔ صفحہ ۳۸۔

کے بیان سے ہوتی ہے۔ انھوں نے تحریر کیا ہے کہ شاہ وجیہ الدین گجراتی شہر محرم الحرام میں سنہ ۹۱۰ھ میں پیدا ہوئے تھے [1] جب انھوں نے ہوش سنبھالا تو ملا عماد طارمی کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا اور "علوم ظاہری" سے مستفید ہوئے۔ محمد ابراہیم زبیری نے ثمرات القدس میں "نفحات الانس" کے مصنف کے حوالے سے جو شہنشاہ اکبر کے مقربین میں سے تھے تحریر کیا ہے کہ وہ چودہ سال کی عمر میں تمام رسمی علوم کی تحصیل سے فارغ ہو چکے تھے [2] نصیر خان لکھتے ہیں کہ شاہ وجیہ الدین نے سترہ برس میں تمام فضائل و کمالات اور علوم حاصل کر لیے تھے [3] محمد ابراہیم زبیری عماد الدین طارمی کو ایک بلند پایہ محقق اور استاد بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ ڈھائی سو علم جانتے تھے اور اپنے شاگرد وجیہ الدین کو انھوں نے اپنی وفات تک سوا سو علوم سکھلائے تھے [4] اس کے بعد شاہ وجیہ الدین شیخ محمد غوث سے فیض روحانی حاصل کیا۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:

> "اگرچہ وہ اوران کے خاندان کے دوسرے لوگ شاہ قادن کے مرید تھے لیکن فیض روحانی اور معرفت الٰہی شیخ محمد غوث سے حاصل ہوئی" [5]

جمیل جالبی نے بھی "تاریخ ادب اردو" میں وجیہ الدین کو شیخ محمد غوث گجراتی (متوفی سنہ ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء) کا مرید بتایا ہے [6] وجیہ الدین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مریضوں کو شفا عطا کرتے تھے۔

---

[1] نصیر خان بن کامل قریشی۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز صفحہ۔ ۷۔

[2] محمد ابراہیم زبیری۔ روضۃ الاولیاء بیجاپور صفحہ ۱۰۸ [3] نصیر خان۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز۔ صفحہ ۶۔ [4] محمد ابراہیم زبیری۔ روضۃ الاولیاء بیجاپور صفحہ ۱۰۹۔ [5] مولوی عبدالحق۔ اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام صفحہ ۲۰

[6] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۰۰۔

چنانچہ ایوب قادری تحریر کرتے ہیں :-

"خدائے تعالیٰ نے اسم شافی کا ان کو مظہر بنایا تھا۔ ہر جمعہ کو ان کے آستانے پر مریضوں کی ایک بڑی تعداد پہنچتی تھی اور ان سے دعا کی درخواست کرتی تھی اور اس کا اثر جلد ہوتا تھا۔" [1]

وجیہہ الدین تمام عمر درس و تدریس اور تعلیم و تلقین میں مشغول رہے۔ جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ آپ کے شاگرد اور مرید سارے گجرات میں پھیلے ہوئے تھے [2]۔ یوسف کشکھنے تحریر کرتے ہیں :-

"نقل ہے کہ شاہ صاحب قدس سرہٗ نے ایک روز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے چودہ سو آدمیوں کو درجۂ ولایت پر پہنچایا۔" [3]

شاہ وجیہہ الدین نے علوم دینی کی تدریس کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ ابراہیم زبیری لکھتے ہیں کہ آپ متواتر ستر برس تک مدرسی کے پیشے سے وابستہ رہے تھے۔ شاہ وجیہہ الدین نے اپنے والد کی طرح خلق اللہ کو اپنے علوم سے فیض پہنچایا اور تعلیم کے معاملے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ آپ نے اپنے خلفاء کی تعداد ایک ہزار چار سو بتائی ہے۔ [4]

شاہ صاحب کے مذہب و مسلک کے بارے میں یوسف کشکھنے رقمطراز ہیں کہ آپ،

"حنفی مذہب شطاری مشرب اور علوی نسب تھے۔" [5]

---

[1] محمد ایوب قادری (مترجم)۔ تذکرۂ علمائے ہند۔ صفحہ ۵۳۹ [2] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۰۱ [3] محمد یوسف کشکھنے (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۸۰

[4] محمد ابراہیم زبیری روضۃ الاولیاء بیجاپور۔ صفحہ ۱۰۹

[5] محمد یوسف کشکھنے (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۲

شاہ وجیہہ الدین کا شجرہ

آپ کا سلسلہ سترہ واسطوں سے ہوتا ہوا امام محمد تقی علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔
نصیر خان نے وجیہہ الدین کو "علوی الحسینی" لکھا ہے۔ انھیں "خاتون جنت" کی اولاد بتاتے
ہوئے مصنف نے ان کا حسب ذیل شجرہ درج کیا ہے:۔

امام محمد تقی علیہ السلام
|
سید محمد (محمد اعرج)
|
سید مرتضیٰ
|
سید مجتبیٰ
|
سید احمد
|
سید جمال
|
قاضی بہاء الدین
|
قاضی علیم الدین
|
قاضی بدر الدین
|
قاضی شمس الدین
|
قاضی کبیر الدین
|
قاضی بہاء الدین
|
قاضی ظہیر الدین
|
معین الدین
|
قاضی سلطان ملک

میاں عماد الدین
|
میاں نصر اللہ
|
میاں وجیہ الدین [1]

احمد گجراتی مثنوی "یوسف زلیخا" میں اپنے مرشد کے حسب نسب کے بارے میں لکھتے ہیں ؎

نبی کا آل ہے دو دھات سیتی
حسب کے ہم نسب کیرے سبب تھیں

نصیر خاں نے شاہ وجیہ الدین کے بارے میں لکھا ہے کہ شیخ محمد غوث نے آپ کو چودہ خانوادوں کی خلافت عطا کی تھی اور ایک اجازت نامہ تحریر کیا تھا جس میں لکھا تھا:۔

"شیخ المشائخ سراج الاسلام وجیہ الدین المخاطب بخطاب علی ثانی کو فتح باب کے بعد چودہ خانوادوں کی خلافت عطا کی گئی ہے اس سلسلے کے سوائے دوسرے سلسلوں کی خلافت اور ان کے اطوار اور ان کے طریقے جیسے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شاہ مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد ہوئے ہیں اور مذکور سلسلوں کو پہنچے ہیں وہ شیخ مشارٌالیہ یعنی شیخ وجیہ الدین صاحب سے بیان کیے گئے اور...... تینوں مرتبے کے واردات آپ کو ملے" [2]

نصیر خاں نے وجیہ الدین کو "قطب العارفین مجتہد الواصلین کاشف الدقائق شمس اولیاءؑ سلطان العلماء والصلحاؑ، قطب الاقطاب، استاد الشریعت والطریقت امام الحقیقت

---

[1] نصیر خاں بن کامل قریشی خاں۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۲۔

[2] نصیر خاں بن کمال قریشی خاں۔ محمد یوسف کھٹکھٹے۔ (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۱۱۔

المعروف" تحریر کیا ہے اور پروفیسر نجیب اشرف لکھتے ہیں کہ تصوف میں آپ کا بڑا اہم مقام ہے۔ [۱]

وفات :-

شاہ وجیہہ الدین کی تاریخ وفات کے بارے میں نصیر خاں لکھتے ہیں کہ "تیسویں محرم شب کے آخر جمعرات میں سنہ نو سو اٹھا نوے ۹۹۸ھ میں" آپ نے وفات پائی اور وصال کے وقت آپ کی عمر اٹھاسی برس تھی۔ عبدالعزیز بن ولی محمد نے جو آپ کے شاگرد، مرید اور نواسے (بھانجی کے فرزند) تھے۔ تاریخ کہی تھی جس سے آپ کے سنہ ولادت، عمر اور سنہ وفات پر روشنی پڑتی ہے۔ "شیخ وجیہہ الدین" میں شیخ سے تاریخ ولادت وجیہہ الدین سے مدت عمر اور "شیخ وجیہہ الدین" سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ وفات کے وقت شاہ وجیہہ الدین کے پسماندگان میں ان کے پانچ فرزند شیخ عبداللہ، عبدالواحد، شیخ عبدالحق شیخ غالب اور شیخ حامد کے علاوہ دو صاحبزادیاں بھی موجود تھیں۔ بڑی بیٹی کا نام راجی پارسا اور چھوٹی کا نام امۃ الحبیب تھا۔ چھوٹی بیٹی نے مکہ معظمہ میں انتقال کیا۔ شاہ وجیہہ الدین کی آخری آرام گاہ محلہ خان پور میں جہاں آپ درس و تدریس میں مشغول رہا کرتے تھے۔ واقع ہے۔ [۲] وجیہہ الدین کے خاندان میں بہت سے عالم، مشائخ اور مشہور ہستیاں گذری ہیں۔ ظہیرالدین مدنی لکھتے ہیں :

> "ولی گجراتی شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ کے بھائی نصراللہ کی اولاد سے تھا"۔ [۳]

---

[۱] علی گڈھ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۱۰۱۔
[۲] ظہیرالدین مدنی۔ ولی گجراتی۔ صفحہ ۴۸
[۳] " " ۔ صفحہ ۴۹

وجیہ الدین نے بہت سی مشہور و مستند کتابوں کی شرحیں لکھی تھیں۔ انکی تصنیف "بحر الحقائق" کے بارے میں عبدالحق لکھتے ہیں کہ اس میں جگہ جگہ ان کے ہندی اقوال درج ہیں۔ شیخ کے مرید ان سے سوال کرتے ہیں اور وہ ان کا جواب دیتے جاتے ہیں۔ سوال فارسی میں لکھے گئے ہیں۔ لیکن جواب، خود شیخ کے الفاظ میں "ہندی" میں تحریر کیے گئے ہیں۔ [1]

محمد ابراہیم زبیری نے شاہ وجیہ الدین کے خاص مریدوں میں شیخ عبداللہ فرائی محدث، ملا عبدالرحمٰن، شیخ صالح، سید صبغتہ اللہ، سید برہان الدین گجراتی، مولانا حسن تیغیاؔ، شیخ جمال، شیخ احمد شریف گجراتی اور شیخ محمد کے نام بتاتے ہیں [2]

شاعر کا پیشہ

احمد گجراتی کے بارے میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ وہ محدث تھے محمد ابراہیم زبیری [3] اور "صحیفہ اہل ہدیٰ" کے مصنف سید محی الدین ابن سید محمود قادری [4] نے ان کے نام کے ساتھ "مدرس" بھی تحریر کیا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتی کا پیشہ مدرسی رہا ہوگا۔ ان کے مرشد شاہ وجیہ الدین گجراتی نے بھی اپنی تمام زندگی درس و تدریس میں بسر کی تھی احمد گجراتی انھیں کے تربیت یافتہ تھے۔ علم و فضل کے اعتبار سے بھی وہ اس پیشے کے سزاوار تھے۔ محمد ابراہیم زبیری لکھتے ہیں کہ احمد گجراتی عالم اور فقیہ تھے۔ [5] انھوں نے مثنوی "یوسف زلیخا"

---

[1] مولوی عبدالحق "اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام" صفحہ ۳۱۔

[2] محمد ابراہیم زبیری روضۃ الاولیاء بیجاپور۔ صفحہ ۱۱۴۔

[3] شاہ سیف الدین (مترجم) روضۃ الاولیاء بیجاپور۔ صفحہ ۲۲۰

[4] سید محی الدین ابن سید محمود قادری۔ مترجم اکبر الدین صدیقی۔ صحیفہ اہل ہدیٰ۔ صفحہ ۱۵۔

[5] محمد ابراہیم زبیری روضۃ الاولیاء بیجاپور۔ صفحہ ۱۱۴

میں اپنی ہمہ دانی اور علم و فضل پر روشنی ڈالی ہے اور کہتے ہیں کہ میں طب، نجوم، حدیث، منطق، فقہ اور الٰہیات جیسے علوم کا ماہر ہوں۔ محمود شیرانی نے اپنے مضمون "لیلیٰ مجنوں از احمد دکھنی" میں احمد کے بارے میں تحریر کیا ہے ۔ "اس نے بعض موقعوں پر حکمت و نجوم کی اصطلاحات کو خوب برتا ہے۔"[1] محمود شیرانی نے شاعر کی مذہبی معلومات کو بھی سراہا ہے ۔ احمد گجراتی مثنوی "یوسف زلیخا" میں کہتے ہیں کہ طویل عرصے تک عالموں کی صحبت سے مستفید ہونے کی وجہ سے "میری ذات" میں ان کا "رنگ" سرایت کر گیا ہے ع

کئی دن بیٹھا نج اہل علم کا سنگ

جو بیٹھا ذات میں کچ اُن کیرا رنگ

علمیت :

شاعر کہتا ہے کہ میں اکتساب علم میں سالہا سال تک مصروف رہا ہوں اور عالموں کے آگے زانوئے ادب تہہ کر کے ایک مدت تک علم کلام، صرف و نحو، عروض اور معانی و بیان کے درس لیے ہیں اور میری علمیت میرے استاد کا فیضان ہے ۔

کتیک دن صرف کر کے صرف لیتا   دل اس آواز تیں میزان کیتا

کتیک دن محو کر کے نحو لیتا   جو وہ منج کوں عبارت نج کیتا

مختلف علوم سے اپنی واقفیت کے بارے میں شاعر کہتا ہے ع

معانی کا بیان بھی کچ سنیا ہوں   جو اس لگ درہ المنطق چھنیا ہوں

کہیا علم الکلام استاد منج کوں   الٰہیات آموز عامہ سوں

ہدایت علم و حکمت کی بھی پایا   وصول و فق سوں کئی دن گنوایا

عروض و قافیے کے بھی رسالے   رہیا ہوں دیکھ سینے میں سمالے

نجوم و طب ستیں بھی آشنا ہوں   بہوتیک رس رسائن رس کیا ہوں

اینوں گنتوں ہور کتے علم راکھوں   نہ ہوئے باپ جب ہر سل آکھوں

---

[1] محمود شیرانی ۔ اورئینٹل کالج میگزین ۔ نومبر ۱۹۲۵ء ۔ صفحہ ۲۱۵

علم نجوم اور فلکیات سے شاعر کی واقفیت کا اندازہ مثنوی میں ان کی بعض توضیحات سے بھی لگایا لگایا جا سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں جن میں شاعر نے رات کی منظر کشی کرتے ہوئے علم نجوم سے استفادہ کر کے اپنے بیان کو معنی خیز بنانے کی کوشش کی ہے ع

پرین ہوتی لگیں سنگار ین سب — نکھیتر پھول کھل ہوئے ات سہن جب
اُجایا قد جو ناسرو کی سار — مرگ ہور میگ اس بن میں چرن ہار
دیکھایا داک بھونکے سنبلا جب — سولیا مشتری جو کھن تلا تب
زحل کنیے کوں کیوں تا بیل لوڑے — جو پانی ڈول سوں اس بن کوں چھوڑے
مگر اس بیل کا رن باگ آیا — جواب تروار لے مریخ ڈھایا
گگن سنگار ین سو ہے سُرگ بن — جو اس میں حد جوزا روپ سودھن
گلے میں کہکشاں دوڑی شبھائے — پگوں میں بچھوے عقرب کے بجائے
جو پیردیں کاں موتیاں کیاں ٹاں باند — لینے مکھ دیکھنے بات آرسی چاند
عطارد گیاں و نتاں گیاں لکھیا — جو اس مشکاو نے کوں دیکھ موہیا

حقیقت یہ ہے کہ شاہ وجیہہ الدین گجراتی جیسے جید عالم سے نہ صرف انھیں ارادت حاصل تھی بلکہ ان کی ہم نشینی کا شرف بھی حاصل تھا۔[1] جیسا کہ کہا جا چکا ہے عماد الدین نے ان سے سہ سو علوم علوم سیکھے تھے۔ ایسی لائق اور عالم و فاضل شخصیت جسے اپنا خلیفہ مقرر کرے اُس کا مختلف علوم سے واقف ہونا کوئی تعجب خیز بات نہیں معلوم ہوتی۔ احمد گجراتی مثنوی "یوسف زلیخا" میں کہتے ہیں کہ وہ مختلف زبانوں جیسے تلنگی، سنسکرت، فارسی اور عربی سے واقف ہیں ع

تلنگی سو سنسکرت اچھی زباں سوں — کوٹ دو وانوں سماں بھتے بھی سیناہو
دیکھیا ہوں فارسی بھی شعر ہو تیک — دعیا ہوں کچ عربی کا بھی شعر ریک

۱؎ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ نصیر خان۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔

ذکر و شغل

احمد گجراتی کو شاہ وجیہہ الدین علوی جیسے "شمس الاولیاء" سلطان العلماء و الصلحاء" اور "عارف باللہ" مرشد کی رہنمائی اور صحبت سے استفادے کا موقع ملا تھا اس لئے مذہب سے ان کا غیر معمولی شغف ایک فطری بات معلوم ہوتی ہے۔ "مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ احمد گجراتی "ذکر و شغل" میں منہمک رہتے تھے اور انھیں "ذکر الٰہی" میں شغل سے زیادہ لذت حاصل ہوتی تھی۔[1] وجیہہ الدین گجراتی انھیں تلقین فرماتے تھے:۔

"کہ طالب را باید کہ شغل ہم بکند و علم نیز بخواند ہر چہ غالب آید سالک را میسر باید۔"[2]

نصیر خاں شیخ احمد کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ بایزید ثانی قدس سرہ جو کہ آپ کے (شاہ وجیہہ الدین) کے خلیفوں میں سے تھے آپ کی حیاتی میں احمد آباد سے تین کوس دور ویرانے میں ایک مسجد کے باہر حجرے میں رہتے تھے ..... وہاں سے نزدیک ایک شیطان بھی رہتا تھا ..... شیخ احمد نے جو کہ شاہ صاحب کے مرید تھے یہ واقعہ سنا تو ان کو بھی اعتکاف اور مسجد میں خلوت نشینی کا خیال ہوا جب وہ اس مسجد میں بیٹھے تھے شیطان ظاہر ہوا اور ان کے مارنے کا ارادہ کیا۔ شیخ احمد دعا اور اسمائے عظام پڑھنے لگے مگر اس کو دفع کرنے کی صورت نظر نہ آئی۔ جب شیطان نزدیک پہنچا تو چاہا اپنا سر مراقبے میں لے گئے۔ شیطان آ کے اپنے ہاتھ ان کے گھٹنوں

---

[1] محمد یوسف کھٹکھٹے۔ (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" صفحہ ۳۱۔ [2] نصیر خاں بن کامل قریشی خاں۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۳۴

کے نیچے لے گیا اور چاہتا تھا کہ اوٹھا کے زمین پر دے مارے کہ شیخ احمد نے پکارا "یا وجیہہ الحق والدین" یہ کہتے ہی شیطان کی طاقت جاتی رہی۔[1]

صحرانشینی اور اعتکاف

نصیر خان رقمطراز ہیں کہ شیخ احمد خوش خوراک انسان تھے اور غذا بڑی رغبت کے ساتھ کھاتے تھے۔ لیکن جب "صحرا" اور ویرانے "میں اعتکاف" کرتے تھے تو خورد و نوش کی انھیں مطلق فکر نہ ہوتی تھی۔[2] احمد گجراتی ایک متقی اور پرہیزگار شخص تھے نصیر خاں لکھتے ہیں کہ انھیں "زیادہ روزے رکھنے کا ذوق تھا۔"[3]

احمد گجراتی مدرس تھے لیکن انہوں نے یکایک درس دینا ترک کر دیا تھا۔ چنانچہ جب کسی شخص نے ان کے مرشد شاہ وجیہہ الدین سے اس کی شکایت کی تو انھوں نے فرمایا تھا کہ باطنی ترقی کے قبل سالک کے لیے درس دینا نقصان کرتا ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے "مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" کے مترجم محمد یوسف کشکیلے تحریر کرتے ہیں :-

"کسی شخص نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں کہا کہ شیخ احمد فضل اللہ نے پڑھانا چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا جس وقت اوغیں ترقی ہوگی تو خود بخود پڑھانے لگیں گے کہ جس طرح کہ علمائے ظاہر طلبوں

---

[1] نصیر الدین بن کامل قریشی خاں۔ محمد یوسف کشکیلے (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" صفحہ ۵۸

[2] نصیر خان بن کامل قریشی خاں۔ مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۵۸۔

[3] نصیر خاں بن کامل قریشی خاں۔ محمد یوسف کشکیلے۔ (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز صفحہ ۵۹۔

کو سنبھالنے کی خدمت سپاہیوں پر چھوڑ کر خود پڑھانے میں مشغول ہو گئے۔

اسی طرح صوفیوں کو چاہیے کہ علوم ظاہری کی فائدہ بخشی کا کام علما پر چھوڑ کر خود اشغال باطنی میں کوشش کریں۔ کیونکہ باطنی ترقی کے قبل سالک کے لیے درس دینا اس طریقے[1] میں نقصان کرتا ہے۔"[2]

گجرات سے ہجرت اور سفر دکن

گجرات میں شیخ احمد کے روز و شب ذکر، شغل، اعتکاف اور درس و تدریس میں گذرے اور ان کے علم و فضل کی شہرت گولکنڈہ پہنچ گئی۔ پانچویں قطب شاہی حکمران محمد قلی قطب شاہ نے جو علما و فضلا اور اہل کمال کا دلدادہ تھا انہیں اپنے پایہ تخت آنے کی دعوت دی۔ اپنی مثنوی یوسف زلیخا میں شاعر کہتا ہے کہ وہ اپنے وطن میں مقیم تھا۔ لیکن دکن کے فرماں روا نے اسے یاد فرمایا اور "نوازش نامہ" نامی "بھیج کر طلب فرمایا ہے ع

کہ اس کا چاؤشہ خاطرسوں لیایا
نوازش نامۂ نامی بھیجایا

احمد گجراتی کہتا ہے کہ محمد قلی نے اپنے مکتوب میں مجھے بڑی عزت و قدر افزائی کے ساتھ مخاطب کیا ہے۔ اس خط کے ہر لفظ سے بادشاہ کی کرم فرمائی اور مرحمت نمایاں ہے ع

سب اس کے لفظ و معنیٰ سر کرم کے
حرف اس کے عنایت کی رقم کے
دبنے اس میں تھے اس تئیں استمالت

---

[1] شطاری طریق [2] محمد یوسف کھٹکھٹے (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز۔ صفحہ ۶۱۔

عیاں عنوان تھے اس کی سلاست

احمد گجراتی کہتا ہے کہ میں نے ان کے مبارک مکتوب کو "سر آنکھوں" پر رکھا اور وطن کی ہر چیز سے قطع تعلق کر کے بڑے جوش و ولولے کے ساتھ دکن کا رخ کیا۔ ع

اس سوں شاہ کی خدمت کوں دعا کیا

اہاں منج تھا سو سب تھے چت اُچایا

شہنشاہ اکبر کے گجرات فتح کرنے کے بعد ترک وطن کر کے دکن کی ریاستوں کا رخ کرنے والے اکثر اہل کمال معاشی یا سیاسی خلفشار سے گھبرا کر جنوب میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تھے لیکن احمد گجراتی نے کسی اقتصادی دباؤ یا تنگ دستی اور عسرت کی وجہ سے اپنے وطن گجرات کو خیرباد نہیں کہا تھا۔ مثنوی "یوسف زلیخا" سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گجرات میں پرسکون اور خوش حالی زندگی بسر کر رہا تھا۔ شاعر کہتا ہے کہ میں تلاش روزگار میں وارد دکن نہیں ہوا ہوں۔ وطن میں خدا کی عنایت اور نعمت "کم" نہ تھی اور میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کر رہا تھا۔ ع

کہیں نعمت خدا کا کم نہ تھا منج	کدھیں روزی کے تئیں کچھ غم نہ تھا منج
نہ کد روزی کے تئیں کوڑی ہنڈیا میں	نہ کس دروازے جا حاجت ڈھنڈیا میں
سدا منج کوں خدا عزت سوں راکھیا	جو عزت کوں مری کم کوئی نا تاکیا
دلے میں شاہ کا گن سن لیدکر	پتیا را کھ کر شہہ کے سبد پر

احمد گجراتی کہتا ہے کہ میں نے بادشاہ کی تعریف سن کر اور اس کے قول پر اعتماد کر کے سفر دکن اختیار کیا۔ یہاں کی آب و ہوا کی "خوبی" کا ذکر بھی سنا تھا اس لیے جلد ہی پایہ تخت پہنچ گیا اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے دکن کی جو تعریف سنی تھی اس سے اس کو سوا پایا۔ ع

ہوا پر اس ملک کے بھی ہوس راکھ

تُرت اس تخت کر لگ اپڑیا تاکھ

سنا تھا دور تے کیرت سخن کی
ادک پایا اماں سیرت دکن کی

آگے چل کر احمد گجراتی کہتا ہے کہ بادشاہ کی علم پروری اور قدر دانی کی وجہ سے اس شہر میں بے شمار شاعر مقیم ہو گئے ہیں۔ دربار شاہی میں ایسے عظیم المرتبت شاعر موجود ہیں کہ کالی داس بھی ان کا غلام بن جائے ان کی فصاحت و بلاغت "بے مثل ہے اور علم کا یہ حال ہے کہ منشی فلک عطارد بھی ان کے آگے زانوے ادب تہہ کرتا ہے۔ ممکن ہے یہاں شیخ احمد کا اشارہ فیروز محمود اور وجہی[1] وغیرہ کی طرف ہو۔ وہ کہتا ہے بادشاہ شعر و سخن کا دلدادہ ہے اور اس کی ادب نوازی اور سرپرستی کی بدولت شعراء کو عزت و حرمت نصیب ہوتی ہے ع

نگر میں شاعراں باہر گنت تھے	کدھیں خالی نہیں شہ کی صفت تھے
عجب شاعر ملے ہیں شاہ کے پاس	جو کالی داس اُنوں کا ہوے اپس داس
اُنوں سب شاعراں کو مان دیوے	ہوس رکھ شعر پر بھو دان دیوے
فصاحت میں رکھیں سبحان پر بول	بلاغت میں رکھیں بی معجزے کھول
سبھہ بھاس انترا کوں جو جلم بھاس	سکن ہارا عطارد علم اُنوں پاس
جگت داتار راجا ات سبھاگی	جرہے وہ بہو گنی سینت مدھاگی

احمد گجراتی کہتا ہے مجھ میں علمی استعداد اور شعر گوئی کا سلیقہ موجود تھا اس لیے ان جوہر دل کو بروئے کار لانے کے لیے میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں ؎

جو استعداد آیا تھا مجے جب
سو لو بادشاہ کے تیئں خرچنے سب

---

[1] شمس اللہ قادری نے اُردوئے قدیم میں فیروز اور محمود کو عہد محمد قلی کے شاعر لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۶۲۔

محمد قلی نے مکتوب بھیج کر احمد گجراتی کو دکن بلوایا ضرور تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کے دکن پہنچنے کے بعد کچھ عرصے تک بادشاہ کے دربار میں اس نے کوئی اہم مقام حاصل نہیں کیا تھا۔ احمد کہتا ہے کہ بادشاہ کی "درگاہ" اونچا انبر" (بلند آسمان) ہے اور یہاں ہر کس و ناکس کی باریابی ممکن نہیں۔ میں بادشاہ کی مدح میں شعر کہنا چاہتا ہوں تاکہ کوئی سلطان کے سامنے میرا ذکر کرے اور وہ میری طرف متوجہ ہو ع

تلے درگاہ شہہ کا اونچ انبر سو کیوں ہوئے ہر یک کوں بار اس پر

جو شہہ کی مدح میں ہے فکر میری شہنشہ کن کہے کن ذکر میری

احمد گجراتی کہتا ہے کہ میں بادشاہ کی خدمت میں کم حاضر ہوا ہوں۔ بادشاہ نے میرے شعر کم سنے ہیں لیکن میرا شعر سُن کر وہ اس کی قدر و قیمت کو کم نہیں سمجھتے ع

سنا اس سے شعر میرا کم سنے شاہ

و لیکن جب سنے کم نا گنے شاہ

شاعر کہتا ہے کہ میری شاعرانہ حکمت اور نکتہ دانی مجھے شاہی عنایات کا مستحق بنا دے گی۔ میں بادشاہ کے لیے اپنے اشعار کو مختلف انداز سے زینت بخشنا چاہتا ہوں تاکہ وہ مجھے "کسوت سے سنوارے میں" قیامت" تک بادشاہ کی مدح کرتا رہوں اور وہ مجھے ایسی پت (دولت) سے مالامال کر دے جو" قیامت تک ختم نہ ہو" اور

جو سر تے پاوں منج ڈوبے کنک سات

بادشاہ شاہی کسوتوں سے بھرا ہوا ایسا صندوق مجھے عطا کرے جو آسمان سے زیادہ بڑا ہو۔ محمد قلی کی سخاوت کے آگے تمام دنیا" مچھر" کے ایک پر" کی حیثیت رکھتی ہے ع

بہو تیک مان سوں دے گا دیا دان کریں ہے مان منج شاعر نکت مان

....

سنگاروں شعر شہہ کے تئیں بہو تیک سنگارے شہہ منج کسوت سوں نگ لگ

قیامت لگ چلا دے شاہ کا ناوں قیامت لگ سرے تا سو سپت پاوں

انہر صندوق میں ناما دے سو بخشتے شہانی کسوتوں کی ہنچ بخشتے

جہاں اس کی سخاوت کی نظر ہے سبھے جگ جوں مچھر کا ایک پر ہے

"اردوئے قدیم" کے مصنف شمس اللہ قادری نے احمد کو سلطان محمد قلی قطب شاہ کا درباری شاعر بتایا ہے [۱]

مثنوی "یوسف زلیخا" کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ گجرات میں شاعر خوشحالی اور فارغ البالی کے ساتھ زندگی گذار رہا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دکن پہنچنے کے بعد شاعر تجاہل شاہانہ کا شکار ہو گیا۔ وہ بادشاہ کی دعوت پر اپنے وطن سے جن توقعات کے ساتھ دکن آیا تھا وہ شاید پوری نہ ہو سکیں۔ جمیل جالبی لکھتے ہیں "۔ وہ اپنی ساری شاعرانہ خوبیوں کے باوجود گولکنڈہ میں وہ مقبولیت و مرتبہ حاصل نہ کر سکا جو فارسی اثرات والے اسلوب کی وجہ سے وجہی اور دوسرے شعراء کو حاصل تھا [۲] ایک اور جگہ وہ تحریر کرتے ہیں " محمد قلی قطب شاہ سے زیادہ اس اسلوب کی داد اسے جگت گرو سے ملی [۳] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قطب شاہی حکمران نے احمد گجراتی کو جو خط روانہ کیا تھا اس میں اس سے غالباً شاعر سے انعام و اکرام خلعت و منصب یا کسی معزز عہدے پر فائز کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ احمد گجراتی کہتا ہے کہ میں بادشاہ کے "سبد" (شبد = لفظ) یعنی = قول پر اعتبار کر کے اپنا وطن چھوڑ کے دکن چلا آیا ہوں ع

پتیارا راکھ کر شہہ کے سبد پر

---

[۱] شمس اللہ قادری اردوئے قدیم صفحہ ۶۲

[۲] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۳۴

[۳] " " " " ۲۳۸۔

سے کچھ ایسا ہی مفہوم واضح ہوتا ہے۔ شاہی التفات کی کمی ہو یا زمانے کی ناقدری بہرحال رفتہ رفتہ احمد گجراتی کی پریشان حالی اور ناآسودگی میں اضافہ ہوتا گیا۔ "یوسف زلیخا" میں احمد نے اپنی اطمینان بخش اقتصادی حالت کا ذکر کیا ہے۔ اور اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہے۔ لیکن "لیلیٰ مجنوں" میں وہ "پریشانیِ روزگار" سے شاکی اور انقلابِ زمانہ کا ستایا ہوا شاعر نظر آتا ہے۔ اس نے اعتراف کیا ہے کہ ناساعد حالات کی وجہ سے وہ روزگار فراہم کرنے مختلف "شغلوں" میں سرگرداں رہا ہے ع

بہوتیک پریشانیٔ روزگار　　اگرچہ مجھے ہے ملامت سو بار

بہوتیک شغلاں سیتی رات ہور دن　　نہ تھی منج کوں فرصت جھلا لیک چھن

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر محمد قلی قطب شاہ نے احمد گجراتی کو اپنے لطف و عنایات سے سرفراز فرمایا اور اسے دربار میں "یاد" کرکے "غم" سے "آزاد" کردیا۔ بادشاہ کی مرحمت اور عزت افزائی کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ اس نے احمد گجراتی کو یاد فرمایا اور مثنوی "لیلیٰ مجنوں" لکھنے کا حکم دیا۔ مثنوی "لیلیٰ مجنوں" میں شاعر کہتا ہے ع

جو منج بخت کو فتح یاور ہوا　　سو منج بخت کا سیوک انبر ہوا

جو شہہ آپ تھے آپ مجھے یاد کر　　منجے غم کی بندگی تھے آزاد کر

دیئے امر اعلیٰ کر یو باغ لاؤں　　جو پالوں اسے شاہ امر یت ناؤں

جو میں شاہ کا امر سر پر لیا　　ترت باغ لانے شتابی کیتا

شادی اور اولاد :-

شیخ احمد گجراتی نے سنت تزویج کی تکمیل کی تھی اور اپنی بنت عم سے جو قاضی عبداللہ کی صاحبزادی تھیں شادی کی تھی[1] شیخ احمد کے کتنے لڑکے اور کتنے لڑکیاں تھیں اس کا پتہ

---

[1] محمد ابراہیم زبیری مترجم سیف الدین قادری (مترجم) روضۃ الاولیاء بیجاپور۔ صفحہ ۴۲

نہیں چلتا۔ سیف الدین قادری لکھتے ہیں "آپ کی اولاد بیجاپور میں موجود ہے۔"[1] شیخ احمد کے دو صاحبزادوں کا ذکر روضۃ الاولیاء بیجاپور" میں موجود ہے۔ ان کے ایک فرزند محمد شریف کا ذکر جو شاعر تھے اس "تذکرے کی زینت ہے۔ اس کے الفاظ ہیں" شیخ احمد محدث جن سے محمد شریف ...... پیدا ہوئے۔"[2]

محمد شریف عاجز تخلص کرتے تھے اپنے بارے میں محمد شریف مثنوی "لیلیٰ مجنوں" میں لکھتے ہیں کہ میرا نام محمد اور تخلص عاجز ہے اور میرے والد کا نام احمد ہے۔ ع

محمد ہے نام احمد پدر   تخلص میں عاجز ہوا سر بسر

محمد عاجز کے بارے میں جمیل جالبی تحریر کرتے ہیں کہ وہ شیخ احمد کے فرزند تھے!

"محمد بن احمد شیخ احمد گجراتی کا بیٹا تھا۔ یہ وہی شیخ احمد گجراتی ہیں جنہوں نے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں اپنی دو طویل مثنویاں یوسف زلیخا اور لیلیٰ مجنوں پیش کی تھیں۔"[3]

دکن میں عاجز تخلص کے بہت سے شاعر گذرے ہیں۔ لیکن ان میں قدیم ترین شاعر احمد گجراتی کے فرزند محمد ہیں۔ مثنوی "لال وگوہر" کے شاعر کا سنہ ولادت ۱۱۷۸ ھ مطابق ۱۷۶۴ء ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عہد آصفیہ کے شاعر تھے۔ لچھمی نارائن شفیق نے "چمنستان شعراء" میں ان کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ اسی طرح سید محمود عاجز مثنوی ملکہ مصر کے شاعر ہیں اس شاعر کے نام اور مثنوی کے نام کے بارے میں اکثر مصنفین کو تسامح ہوا ہے۔ مثنوی کا نام کہیں "قصہ فیروز شاہ" کہیں "قصہ ملکہ مصر" کہیں

---

[1] سیف الدین قادری (مترجم) روضۃ الاولیاء بیجاپور۔ صفحہ ۲۲۰۔

[2] " " " " " ۔ صفحہ ۱۴۸

[3] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۴۷

"ملکہ شہزادی" اور "قصہ ملکہ" تحریر کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کا نام "قصۂ فیروز" بھی بتایا گیا ہے۔[1] اسی طرح شاعر کا نام سید محمد عاجز، سید محمود عاجز اور محمد علی عاجز بتایا گیا ہے۔ بقول شمس اللہ قادری ملکہ مصر ۱۱۰۰ھ مطابق ۱۶۸۸ء کی شعری تخلیق ہے۔ ان کی تاریخ وفات ۱۱۰۸ھ مطابق ۱۶۹۶ء ہے۔ "قصۂ ملکہ مصر" کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔[2] بلوم ہارٹ نے بھی اپنے کیٹلاگ میں اس مثنوی کی تاریخ تصنیف ۱۱ صفر ۱۱۰۰ھ درج کی ہے۔[3] جیسا کہ مثنوی کے اشعار سے بھی ظاہر ہوتا ہے:

ایگارا تھے تاریخ ماہ صفر
سو پنچشنبہ کا روز تھا خوب تر
نبی کی جو ہجرت برس ایک ہزار
ہو ایک سو پو بولیا ہوں یو یادگار

سنہ تصنیف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیخ احمد کے فرزند محمد عاجز کی مثنوی نہیں ہے۔ وہ عادل شاہی دور کے شاعر تھے اور قصہ ملکہ مصر کے شاعر کے پیش رو تھے ان کی مثنویاں "یوسف زلیخا" اور "لیلی مجنوں" ۱۰۴۴ھ مطابق ۱۶۳۴ء اور ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۶۳۶ء میں لکھی گئی تھیں جبکہ مذکورہ بالا مثنوی ان کے بہت بعد یعنی ۱۱۰۰ھ میں مکمل ہوئی تھی۔ مختلف ادوار میں اس تخلص کے شاعر دکن میں منظر عام پر آتے رہے ہیں۔ "ابلیس نامہ" کا مصنف عاجز بھی عہد مابعد سے تعلق رکھتا ہے۔ نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ یہ ۱۱۰۰ھ کے بعد کی نظم کا نام ہے۔ "مثنوی گل یا صنوبر" کتب خانہ سالار جنگ کا مخزونہ ہے۔ اس کے شاعر کا تخلص بھی

---

[1] شمس اللہ قادری۔ اردوئے قدیم۔ لمعات اردوئے قدیم صفحہ ۱۴۱

[2] نصیر الدین ہاشمی۔ یورپ میں دکنی مخطوطات۔ صفحہ ۲۲۵

[3] " " " "

عاجز ہی ہے۔ لیکن بقول نصیر الدین ہاشمی یہ سنہ ۱۲۰۰ھ کے بعد کی مثنوی ہے۔[۱] اس زمانے کے ایک اور شاعر عبداللطیف عاجز ہیں جن کی مثنوی "جنگ نامہ" کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔ اپنے نام کے بارے میں خود شاعر کہتا ہے ؎

وہ ہے طالبان بیچ عبداللطیف
غلاماں میں مولا کے عبدالضعیف

محمد نامی ایک اور شاعر "قصۂ بی بی مریم" کا مصنف ہے لیکن اس کے نام کے ساتھ لفظ سید موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شیخ احمد کے فرزند نہیں۔ اس مثنوی کی زبان بھی جدید ہے۔ اس مثنوی کے دو نسخے کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہیں[۲] اس دور سے کچھ آگے بڑھیں تو "قصہ شاہ یمن" کی مثنوی کا شاعر ہمارے سامنے آتا ہے۔ یہ مثنوی ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۵ء میں لکھی گئی تھی۔ دکنی ادب میں آخری بار عہد آصفیہ میں مہاراجہ چندو لعل شاداں کے زیر سرپرستی ابھرنے والے شاعروں میں نول سنگھ عاجز کا نام قابل ذکر ہے۔

ڈاکٹر غلام عمر خان نے محمد عاجز کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" مرتب کی ہے۔ لیکن وہ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ محمد عاجز شیخ احمد کے فرزند تھے۔ مرتب دیباچے میں زیر بحث شاعر کے حالات زندگی سے اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"لیلیٰ مجنوں کے مصنف عاجز کی زندگی پر گہری تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔[۳]

آگے چل کر رقمطراز ہیں :

---

[۱] نصیر الدین ہاشمی۔ وضاحتی فہرست کتب خانہ سالار جنگ۔ صفحہ ۶۹۴

[۲] کتب خانہ سالار جنگ۔ مخطوطہ نمبر ۳۵۹

[۳] غلام عمر خان۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں۔ قدیم اردو۔ جلد دوم صفحہ ۴ ۱۹۶۷ء

"عاجز کے حالات زندگی کے متعلق کوئی قیاس آرائی صرف ان سرسری اور اچٹتے ہوئے اشاروں کی مدد سے ممکن ہے جو خود اس کی مثنوی میں ملتے ہیں۔"[1]

انھوں نے عاجز کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" کے مندرجہ ذیل اشعار سے نہ جانے کس طرح یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ محمد عاجز سید تھے۔ اشعار یہ ہیں :

حسن شاہ یا حسن احسن تمام ۔ حسین شاہ شہیداں میں عالی مقام

انو بعد بر حق ہیں بارا امام ۔ ہے پیری مریدی انو پر تمام

ہے عاجز اسی خانداں کا گدا ۔ انو دوستی جیو کروں سب فدا

مندرجہ بالا اشعار میں شاعر نے حسنین سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے اور کہتا ہے کہ بارہ اماموں پر "پیری مریدی" "تمام" ہے۔ آخری شعر میں وہ خود کو اسی خاندان کا "گدا" بتاتا ہے اور ان کی مودت پر زندگی نثار کرنے کی تمنا ظاہر کرتا ہے۔ ان اشعار سے شاعر کی سیادت کا اظہار کیسے ہو سکتا ہے۔ دیباچے میں مرتب نے ایک اور جگہ تحریر کیا ہے :۔

"عاجز کو دربار شاہی سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔"[2]

حقیقت یہ ہے کہ عاجز نے اپنی مثنوی "یوسف زلیخا" میں سلطان محمد عادل شاہ کی مدح میں شعر کہے ہیں۔ جمیل جالبی لکھتے ہیں: "محمد عادل شاہ کی مدح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دربار میں پیش کی گئی تھی۔"[3] "مثنوی لیلیٰ مجنوں" کے مرتب اس مثنوی سے قطعی ناواقف ہیں دیباچے میں کہیں اس کا ذکر نہیں۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں جن میں عاجز نے نہ صرف بادشاہ کی مدح کی ہے بلکہ وزیر اعظم مصطفیٰ خاں اور سپہ سالار فوج کی بھی تعریف و توصیف

---

[1] غلام عمر خاں ۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں ۔ قدیم اردو ۔ جلد دوم ۔ ۱۹۶۷ء ۔ صفحہ ۹ ۔

[2] " " " صفحہ ۱۴

[3] جمیل جالبی ۔ تاریخ ادب اردو ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۲۲۷

کی ہے ؎

تو سلطان محمد سو عادل ہے شاہ — تو حاکم ہے اسلام کا دیں پناہ
تو خوش خلق ہے انبیاء اتقیا — اسم با مسمیٰ دیا تجھ دیا
بزرگی سلیماں کوں عالم تجے تھا — سخاوت میں حاتم خاتم تنے تھا
سخاوت منے مصطفےٰ خاں تمام — شجاعت منے رُندولا سا غلام

اپنے دیباچے میں مرتب نے ڈاکٹر نور کے اس بیان کی تردید کرنے کی کوشش کی ہے کہ عاجز بیجاپور کا شاعر تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

"عاجز کی زبان اور اس کے ذخیرۂ الفاظ کے عام میلان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ گولکنڈہ اسکول کا شاعر ہوگا۔" ؎۱

محمد عاجز بیجاپور کا شاعر تھا اور اپنی مثنوی میں بیجاپور کے عادل شاہی سلطان کی مدح کرکے اس نے اس حقیقت پر صداقت کی مہر ثبت کردی ہے کہ گولکنڈے سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ "روضۃ الاولیاء بیجاپور" میں محمد ابراہیم زبیری کا یہ بیان قابل غور ہے کہ شیخ احمد کی اولاد بیجاپور میں سکونت پذیر تھی۔ جمیل جالبی نے بھی تاریخ ادب اردو میں عاجز کو بیجاپور کا شاعر بتایا ہے۔ اور اس کی مثنوی "یوسف زلیخا" کے اشعار سے اس کی تصدیق کی ہے۔ شیخ محمد عاجز اپنے والد کی طرح شاہ وجیہہ الدین گجراتی سے عقیدت رکھتے تھے محمد ابراہیم زبیری نے "روضۃ الاولیاء بیجاپور" میں شاہ وجیہہ الدین گجراتی کے خلفاء کی جو فہرست درج کی ہے اس میں تینتیسواں (۳۳) نام شیخ محمد کا ہے۔ نصیر خاں بن کامل قریشی خاں "مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" میں لکھتے ہیں کہ انھیں تصوف اور مذہبی امور سے غیر معمولی دلچسپی تھی اور وہ "اسماء عظام کی دعوت" میں مصروف رہا کرتے تھے ؎۲ غلام عمر خاں

؎۱ غلام عمر خاں۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں۔ قدیم اردو۔ جلد دوم ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۳، ۱۴

؎۲ نصیر خاں بن کامل قریشی خاں "مجموعہ حالات وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" صفحہ ۲۰-

محمد عاجز اور ان کے حالات زندگی کے متعلق حسب ذیل حقائق سے ناواقف ہیں :۔

(۱) عاجز کا نام شیخ محمد شریف تھا اور وہ سید نہیں شیخ تھے ۔

(۲) عاجز مثنوی "یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" کے شاعر شیخ احمد شریف گجراتی کے فرزند تھے۔

(۳) عاجز مشہور عالم شاہ وجیہہ الدین گجراتی کے مرید تھے ۔

(۴) عاجز کی ایک اور مثنوی یوسف زلیخا ہے

(۵) عاجز کا گولکنڈے سے کوئی تعلق نہیں تھا وہ بیجاپور کے شاعر تھے ۔

(۶) عاجز کا مزار بیجاپور میں واقع ہے۔

عاجز نے اپنے والد کی طرح شہرہ آفاق رومانی قصوں سے دلچسپی لی اور "یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" کی حکایتیں نظم کی ہیں۔ محمد عاجز نے اپنے والد احمد گجراتی کی مثنویوں سے استفادہ کیا ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ احمد کی مثنویاں طویل و بسیط ہیں اور عاجز کی مختصر۔ ان میں کہیں کہیں منظر کشی اور جزئیات نگاری موجود ضرور ہے لیکن شاعر نے بہت اختصار سے کام لیا ہے [۱] صحیفہ اہل ہدٰی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمد عاجز بیجاپور میں مقیم رہے اور یہیں پیوند خاک۔ ان کا مزار بیجاپور میں حصار کے باہر واقع ہے۔ [۲]

تصانیف

عیدنامے اور قصیدے : شیخ احمد گجراتی نے دو مثنویں "یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" کے علاوہ کئی غزلیں، قصیدے اور عیدنامے لکھے تھے چنانچہ وہ اپنی مثنوی

---

[۱] جمیل جالبی ۔ تاریخ ادب اردو ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۲۴۷

[۲] سید محی الدین ابن سید محمود قادری ۔ اکبر الدین صدیقی (مترجم) صحیفہ اہل ہدٰی صفحہ

"یوسف زلیخا" میں کہتا ہے ؎

کہیا بہو عید نامے بہو قصیدے
جو ہیں وہ سب کرت مارگ میں سیدے

شاعر کہتا ہے کہ میں نے بہت سے عید نامے اور قصیدے کہے ہیں اور یہ سب شاعری کے اعلیٰ معیار پر پورے اترتے ہیں۔ اپنی مثنویوں میں احمد گجراتی محمد قلی قطب شاہ کی مدح کرتا ہے ممکن ہے کہ اسی بادشاہ کی تعریف و توصیف میں اس نے قصیدے کہے ہوں لیکن وہ امتداد زمانہ کی وجہ سے ہم تک نہ پہنچ سکے ہوں۔ مثنوی میں ایک جگہ شاعر کہتا ہے کہ میں مختلف اصناف سخن میں شعر کہنے پر قادر ہوں ؎

جتے اصناف ہوں گے شعر کیرے
کہیں مشکل نہیں نزدیک میرے

شاعر کے اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے مثنوی، غزل، قصیدے اور عید نامے کے علاوہ ممکن ہے دوسری اصناف سخن میں بھی طبع آزمائی کی ہو۔

مثنوی لیلیٰ مجنوں :

احمد گجراتی کی دوسری مثنوی "لیلیٰ مجنوں" ہے جس کے انچاس (۴۹) منتشر اوراق پروفیسر عبدالقادر کو تاریخی کتب کی تلاش کے سلسلے میں دستیاب ہوئے تھے۔ اور جو انھوں نے حافظ محمود شیرانی کو بطور تحفہ دیے تھے۔ احمد گجراتی کی اس مثنوی کو سب سے پہلے محمود شیرانی نومبر ۱۹۲۵ء میں "اورینٹل کالج میگزین" میں اپنے مضمون "مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی" کے ذریعے سے روشناس کرایا تھا۔ اس میں چودہ تصویریں موجود تھیں۔ یہ مثنوی خط نسخ میں لکھی گئی ہے۔ اور اس کی تقطیع ۵ ½ × ۹" ہے اور ہر صفحے پر گیارہ اشعار تحریر کیے گئے ہیں۔

یہ مثنوی بقول محمود شیرانی "محمد قلی قطب شاہ کے نام لکھی گئی ہے"[1] اس نے بادشاہ کے نام سے اپنی مثنوی کی ایک سرخی کو مزین کیا ہے اور اس کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے ع

محمد قلی قطب شاہے شہاں

جسے چین سیوک شاہاں جہاں

مثنوی کے اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مثنوی محمد قلی قطب کی فرمائش پر لکھی گئی تھی ع

دیتے امر اعلیٰ کہ یہ باغ لاؤں

جو پاؤں اسے شہہ امریت ناؤں

جو میں شاہ کا امر سر پر لیتا

ترت باغ لانے شتابی کیتا

.....

دلے اس دھر شہہ کے فرمان پر

لگیا تن سنگارن بہوماں دھر

دکھنی باغ کا شہہ میں باغباں

بھنور باغ کا کیوں نہ ہوئے آسماں

آخر میں بادشاہ کو دعا دیتا ہے ع

سو کہہ شہہ کوں یہ بن مبارک رہو

جو اس بن تھے ہر روز نو روز ہو

......

دکھنی باغ کا باغباں کوں نواز

بہو مرحمت سوں کرے سرفراز

چونکہ اس مثنوی کے منتشر اوراق محمود شیرانی کو دستیاب ہوئے تھے اس لیے ان سے مثنوی

---

[1] پروفیسر محمود شیرانی "مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی" اورینٹل کالج میگزین، نومبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۲۱۰۔
نیز مقالات حافظ محمود شیرانی جلد اول صفحہ ۲۱۰

کے قصے پر پوری طرح روشنی نہیں پڑتی۔ چند چیدہ چیدہ اشعار احمد گجراتی کے طرزِ ادا اور مثنوی
میں ان کی قصہ گوئی کا اندازہ کرنے کے لیے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ یہ مثنوی چونکہ نایاب
ہے اس لیے اس کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ مثنوی "لیلیٰ مجنوں" کا آغاز ان اشعار
سے ہوتا ہے ع

اس اللہ کے ناؤں سوں سب جگت — جو دانی دیا دنت اس کی صفت
سراہا نا سب اللہ کو جم قرار — جو جگ کا دھنی ہور پروردگار
جو دنیا میں کافر مسلماں کوں — منگے من سو بخشے بہو مان سوں

شاعر نے حمد کے بعد تین مناجاتیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ہر مناجات کا پہلا شعر
یہ ہے ع

(۱) الٰہی جو میں داس ہوں توں دھنی — سدا میں گدا ہور توں ہے غنی
(۲) رحیمی سو رحمت کرے سو رحیم — کریمی کے سب گن دھرے سو کریم
(۳) جگت کا دھنی سب سکت کا دھنی — جو اس کو سہے کبریا ہور منی

(۱) مجنوں کا باپ اولاد سے محروم ہے اس لیے دنیا سے اس کا دل سرد ہو چکا ہے۔
ایک بزرگ اُسے راضی برضا رہنے کی تلقین کرتے ہوئے تسلی دیتے ہیں کہ انسان کو خدا کی
رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ع

خداوند جم کا کریم و رحیم — جکچھ دین حکمت سو دے دو حکیم
جے کچھ حکمت اس کا تقاضا کرے — سو وہ چھوڑ کس ہاتھ دو جا کرے
نہیں یاج حکمت کچھ اس کا کیا — نہ بن مصلحت کچھ کیا ہور دیا
بہوتیک مرداں نہوے مرحمت — سو اس میں اچھیں خیر ہور مصلحت

(۲) مجنوں کی ولادت کا حال احمد گجراتی نے اس طرح بیان کیا ہے ع

جو ناموس کوں چنداں چاند ہونے — ارکھایا اجالا کیتا جگ دھنے

نکھا کھ مبارک دیکھی دائی جب — سو سنگیں ڈوبی سر تھے پگ لاگ سب

لے دائی پھل نیر سوں سر نہلاتی — دے ان کنک ان سوک سیس نہائی

بچھائی اوڑائی امولک حریر — کیتی دائی گھول ماں دے کر گنبھیر

مجنوں صحرا نوردی کرتا ہے اور جب باپ کو اس کے حال زار کی خبر ہوتی ہے تو وہ اس کو سمجھانے کی اس طرح کوشش کرتا ہے ع

لیا پوت کا سکھ دکھن آس سوں — رہیا پوت کے دکھ سوں تراس سو

تری آگ تھے جیو میرا اچھلے — تری آہ تھے موم ہو تن گلے

کیتا توں جلے ہور جالے منجے — تیسا کیا گلے ہور گالے منجے

میرا جیو ہے توں میرے لاڈلے — جلے جیو جس کا سو کیوں نہ جلے

جمیل جالبی اس مثنوی کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ اس کے صرف پانچ سو چالیس (۵۴۰) اشعار منظر عام پر آسکے ہیں [1] ڈاکٹر زورنے بھی علی گڑھ "تاریخ ادب اردو" میں بہر کی مثنوی لیلیٰ مجنوں کے منتشر اوراق میں اشعار کی تعداد پانچ سو چالیس (۵۴۰) بتائی ہے۔ [2]

غزلیں:

جمیل جالبی نے احمد گجراتی کی بعض غزلیں انجمن ترقی اردو پاکستان کی قلمی بیاضوں سے نقل کی ہیں جو درج ذیل ہیں ع

(۱) میٹھے بچن ترے سن تا بات کرکے کچھیا — شیریں لباں یو تیرے جوں شات کرکے کچھیا

والا ہریا جوبن پر دائی (دیکھیا) دیکھ کر ہیں — امرت پھلاں پہ گویا ہے بات کرکے سمجھیا

---

[1] جمیل جالبی - تاریخ اردو - جلد اول - صفحہ ۲۳۰ -

[2] ڈاکٹر محی الدین قادری زور - علی گڈھ تاریخ ادب اردو - صفحہ ۳۸۲ -

بستاں میں ہے مکلتی سر پر ہے زرد کا آنچل جھلکاٹ دیک مکہ کا خب برات کر کے بچھیا
احمد دکن کے خوباں ہوتیاں ہیں پر ملاحت توتوں دکن کو اپنا گجرات کر کے سمجھیا[1]

---

(۲)

گھونگھٹ جب زرزری مکھ پر تے موہن (ڈال) کر نکلے
مقابل ہوئے نا ہرگز اگر سور ہجر نکلے
عجب کل رات دھن سوں (میں) نوا یک معجزا دیکھا
کہ سارے چاند دو تر مل سو یک چولی بھیتر نکلے
چنچل کی جب صفت لکھنے قلم میں ہاتھ تیں لیا
ایکا یک ہاتھ میں میرے قلم ہو نیشکر نکلے
موہن کے غم سوں گل گل کر نین سوں رات دن میرے
کر پانی ہو کے مجہ سارا کلیجہ ہور جگر نکلے[2]

---

(۳)

مدح ملک در چھوڑ کر دل میں تجھ کوئی بھائے ہیں
کیا شعر کے مضموں میں نا کارا حجت پائے ہیں
نا چال پر اپنی نظر کر عیب دسریاں کے چوائیں
بی بی کی مسند کے اُوپر باندی کوں کوئی بسلائے ہیں
لیتے ہزاراں کی متاع نا جان کر اصراف مول
در عیش و عشرت میں جتا ڈالیاں گن سب مل کھائے ہیں

---

[1] جمیل جالبی ۔ تاریخ ادب اردو جلد اول ۔ صفحہ ۴۳۰

[2] ” ” ۔ ۴۲۹

کنچن تمن سب تھا سو تن اس کوں ناکر نمک جتن
پیوستہ قہبایاں سوں بہ علت اپس کوں لائے ہیں

نا بولتاں تھا شعر یو کوئی دن بھی کیسا آئے گا
نا حق اپس کوں جگ منے بدنام کر دکھلائے ہیں

حق نمک کا حق بڑا حق میں کتا ہوں نین
بڑائیاں کا اس نمکی پٹے پاسے نمک تو کھائے ہیں

احمد توں چپ ... کے تئیں اس پند سیتی کیا غرض
کس کوں رد کھا کر یو نے تجہ کوں کتے فرمائے ہیں[1]

مصیبت اہلبیت

نصیر الدین ہاشمی احمد کی تصانیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

" احمد کی دو مثنویوں کا پتہ چلا ہے ایک تو لیلیٰ مجنوں اور دوسری مصیبت اہلبیت اول الذکر مثنوی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے ایما سے لکھی گئی ہے ...... دوسری مثنوی ہماری نظر سے نہیں گذری اس کا ایک نسخہ انڈیا آفس لندن کے کتب خانے میں لکھا گیا ہے ۔"[2]

نصیر الدین ہاشمی کا مثنوی "لیلیٰ مجنوں" کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ عبداللہ قطب شاہ کی ایما پر لکھی گئی تھی درست نہیں۔ محمود شیرانی نے اس مثنوی پر جو مضمون لکھا ہے اس میں احمد کے جو اشعار بطور نمونہ دیے گئے ہیں ان میں احمد کا یہ شعر بھی شامل ہے ؎

---

[1] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو جلد اول صفحہ ۴۲۹

[2] نصیر الدین ہاشمی۔ دکن میں اردو۔ صفحہ ۱۰۸۔

محمد قلی قطب شاہے شاہاں

سچے جین سیوک شاہان جہاں

محمود شیرانی لکھتے ہیں کہ احمد نے ایک مستقل سرخی محمد قلی قطب شاہ کے نام پر لکھی ہے۔ اس سے قبل شاعر نے "یوسف زلیخا" لکھی تھی اس مثنوی میں بھی "تعریف قطب شاہ محمد قلی" کا عنوان موجود ہے اور اس نے اس کے تحت کئی شعر سلطان کی مدح میں لکھے ہیں۔ ان داخلی شہادتوں کے پیش نظر احمد گجراتی کو عہد عبداللہ قطب شاہ کا شاعر سمجھنا درست نہیں ہے۔ اس نے "یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" عبداللہ قطب شاہ کی ایما پر نہیں محمد قلی قطب شاہ کی فرمائش پر لکھی تھی۔

نصیر الدین ہاشمی نے "مصیبت اہلبیت" کو احمد گجراتی کی تصنیف بتایا ہے۔ کیونکہ اس کے مخطوطے میں شاعر کا یہی نام تحریر کیا گیا ہے۔ انھوں نے "دکن میں اردو" اور "یورپ میں دکنی مخطوطات" میں اس سے جو نمونہ کلام پیش کیا ہے اس کی زبان احمد کی خصوصی لفظیات، اس کے طرزِ ادا اور اس عہد کی زبان کی عمومی خصوصیات سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ لسانی اعتبار سے یہ دورِ مابعد کی کاوش معلوم ہوتی ہے۔ مثنوی "مصیبت اہلبیت" کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؏

سنو قصہ مصطفیٰ کا جو ہے سرورِ انبیا ۔۔۔ جسکے واسطے پیدا ہوا دونوں عالم دین و دنیا

حق کا ناموس ہے عرش اوپر رحمت اللعالمین ۔۔۔ اول ان کو پیدا کرکے پیدا کیا دنیا و دیں

مثال کے طور پر ان دونوں اشعار میں لفظ "پیدا" دو جگہ آیا ہے۔ احمد کی زبان قدیم تھی۔ اس نے اپنی مثنویوں میں "پیدا" کے بجائے اس لفظ کا قدیم مترادف "اُپج" اکثر جگہ استعمال کیا ہے مثلاً:

میرا خاک میں تھے جو اُپجے تھال

دنیا کے لگے پھول پھل ڈال ڈال (لیلیٰ مجنوں)

پوتر دلس تھے پیرا تو اپیچ ہوئے — نہ بنج تھے بن پوتر بود پیچ ہوئے

(یوسف زلیخا)

نہ ہنس کی اندری سے تھے کاگ اُپجے
نہ کد کولے تھے پلوند باگ اُپجے

(یوسف زلیخا)

ڈاکٹر زور "علی گڈھ تاریخ ادب اردو" میں لکھتے ہیں کہ مثنوی "مصیبت اہلبیت" بہت بعد کی تصنیف ہے۔" اور یہ کہ " مثنوی اہلبیت کو محمد قلی قطب شاہ کے ہم عصر شاعر احمد سے منسوب کرنا درست نہیں معلوم ہوتا۔"

رباعی

سخاوت مرزا اور مشفق خواجہ نے "تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند" میں کسی شاعر احمد کا ذکر کیا ہے جو بارھویں صدی کا سخن گو ہے۔ اس نے "وفات نامہ حضرت فاطمہ" میں جو انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔ اپنی اس مثنوی کے سنہ تصنیف پر یوں روشنی ڈالی ہے ع

اتھا خوش یہ ماہ محرم تمام — مرتب ہوا یو قصے کا تمام
سنہ یک ہزار ایک سو تیس سات — کہا ہوں سال میں یو وفات [1]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ احمد نے "مثنوی وفات نامہ حضرت فاطمہ" ۱۱۳۷ھ مطابق ۲۴-۱۷۲۳ء میں مکمل کی تھی اس شاعر کا نام بھی احمد ہے اور گجرات کا باشندہ ہونے کی وجہ سے نام کے آخر میں گجراتی کا لاحقہ بھی موجود ہے۔ لیکن یہ شیخ احمد گجراتی سے مختلف شاعر ہے اور عہد ما بعد سے تعلق رکھتا ہے سخاوت مرزا اور مشفق خواجہ نے اس شاعر کی بعض غزلوں کی نشاندہی بھی کی ہے جو قدیم بیاضوں میں محفوظ ہیں۔ انہوں نے ایک قدیم بیاض سے احمد گجراتی کی ایک مثنوی کو بھی نقل کیا ہے۔

---

[1] سخاوت مرزا باشتراک مشفق خواجہ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند۔ دسواں باب جلد پنجم صفحہ ۵۱۲

[2] صفحہ ۳۸۲

تن ستی سکی اچپلی گوری ہے　　پڑتی ہے اچھل چھند بھری چھوری ہے
ہت سٹنے میں یوں بولتی تو یار خدا　　اُدیریج کر دہات یو کیا زوری ہے[1]

جس احمد کا مذکورہ بالا مصنفین نے ذکر کیا ہے وہ ۱۱۳۷ھ / ۱۷۲۴ء اور اس کے عہد مابعد کے شاعر ہیں اور اس رباعی کی زبان قدیم تر معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے یہ رباعی شیخ احمد شریف گجراتی کی ہو جو مثنوی "یوسف زلیخا" میں اپنی شعر گوئی کے بارے میں کہتا ہے کہ کسی بھی صنف سخن میں شعر کہنا اس کے لیے مشکل نہیں ہے۔ پھر بھی ہم یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مذکورہ بالا مثنوی شیخ احمد شریف گجراتی ہی کی ہے۔

احمد کی مرثیہ نگاری

جیسا کہ اس سے قبل بتایا جا چکا ہے شیخ احمد گجراتی مثنوی "یوسف زلیخا" میں کہتا ہے کہ اس نے بہت سے قصیدے اور عید نامے لکھے ہیں اور کسی صنف سخن میں شعر کہنا اس کے لیے مشکل نہیں ہے۔ شاعر کے اس بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ اس نے مثنوی کے علاوہ دیگر اصناف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ شیخ احمد کی مثنویاں اور غزلیں دستیاب ہو چکی ہیں۔ ایک قدیم دکنی بیاض میں احمد کا مرثیہ بھی موجود ہے۔ ڈاکٹر زور نے "اردو شہ پارے" میں یتیم احمد کے سات مراثی کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ شاعر برہان پور کا باشندہ تھا۔[2] نصیر الدین ہاشمی نے اس شاعر کے متعلق بتایا ہے کہ اس کے سات مرثیے کیمبرج یونیورسٹی کے ایک مخطوطے میں محفوظ ہیں[3] لیکن یتیم احمد برہان پوری، شیخ احمد شریف گجراتی سے مختلف شخصیت ہے۔ دونوں کے نام اور تخلص میں لفظ احمد مشترک ضرور ہے لیکن یہ دونوں مختلف شاعر ہیں۔

---

[1] سخاوت مرزا باشتراک مشفق خواجہ تاریخ ادبیات مسلمان پاکستان و ہند۔ دسواں باب (ب) صفحہ ۵۱۲
[2] ڈاکٹر زور۔ اردو شہ پارے صفحہ ۱۴۲
[3] نصیر الدین ہاشمی۔ یورپ میں دکنی مخطوطات صفحہ ۶۵۴

کتب خانہ سالار جنگ کی بعض بیاضوں میں کسی غیر معروف احمد کے مرثیے تحریر کیے ہوئے ملتے ہیں" اُردو مرثیے کا ارتقاء بیجاپور اور گولکنڈے میں ۱۸۰۰ء تک" میں ڈاکٹر چراغ علی نے ان مرثیوں کا ذکر کیا ہے اور لکھتے ہیں :

"ان مراثی کی زبان چونکہ "لیلیٰ مجنوں" کے شاعر احمد کی زبان سے مقابلتہً سلیس ہے اس لیے ان مراثی کو محمد قلی قطب شاہ کے درباری شاعر احمد سے منسوب کرنا بھی دشوار ہے۔" وہ لکھتے ہیں چونکہ بیجاپور میں اس تخلص کے کسی شاعر کا پتہ نہیں چلتا اس لیے یقین ہوتا ہے کہ یہ گولکنڈے ہی کے آخری دور کا کوئی قادر الکلام شاعر ہوگا۔"

ڈاکٹر چراغ علی کا یہ بیان کہ بیجاپور میں احمد تخلص کے کسی شاعر کا پتہ نہیں چلتا درست نہیں ہے جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے احمد گجراتی ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں قطب شاہی دارالسلطنت سے بیجاپور چلے آئے تھے۔ بیجاپور میں انھوں نے زندگی کے آخری ایام گذارے اور وفات پائی یہیں ان کی ابدی خواب گاہ بھی ہے۔

مثنوی "یوسف زلیخا" اور "لیلیٰ مجنوں" کے اشعار سے شیخ احمد گجراتی کی اہلبیت سے عقیدت و مودت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان مثنویوں میں احمد گجراتی نے اس انداز سے خاندان رسالت کی مدح کی ہے کہ محمود شیرانی انھیں شیعہ تصور کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

احمد گجراتی کی ائمہ اطہار سے غیر معمولی وابستگی کے پیش نظر ان کا مرثیہ کہنا کوئی تعجب خیز امر نہیں معلوم ہوتا۔ دوسرے یہ کہ خود محمد قلی قطب شاہ اس صنف میں طبع آزمائی کرتا تھا اور

۱ے ڈاکٹر چراغ علی۔ اُردو مرثیے کا ارتقاء بیجاپور اور گولکنڈے میں ۱۸۰۰ء تک" صفحہ ۱۶۳ تا ۱۶۴۔

۲ے 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۶۴

۳ے محمود شیرانی۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی۔ اورینٹل کالج میگزین نومبر ۱۹۲۵ء مشمولہ مقالات حافظ محمود شیرانی جلد اوّل صفحہ ۲۱۵ لاہور ۱۹۶۶ء

بہت ممکن ہے "درباری شاعر"[1] ہونے کی حیثیت سے بھی احمد نے بادشاہ کے تتبع میں مرثیے لکھے ہوں۔ تا حال سوائے شیخ احمد گجراتی کے اس تخلص کے کسی اور ایسے شاعر کا پتہ نہیں چلا ہے جو مثنوی یوسف زلیخا اور لیلیٰ مجنوں کے شاعر کی طرح استاد سخن اور قادر الکلام شاعر ہو۔

بعض وقت زبان کی کوئی خاص ترکیب یا کسی مخصوص لفظ کا محل استعمال اور اس کی تکرار، شاعر کے منفرد طرز ادا کی پہچان بن جاتے ہیں۔ احمد گجراتی نے اپنے کلام میں لفظ "جنک" بار بار استعمال کیا ہے۔ جان ٹی پلاٹس (John.T. Platts) نے اس لفظ کے حسب ذیل معنی بتلائے ہیں۔

(۱) خالق (۲) والد (۳) متھلا کا ایک مشہور راجا (۴) سیتاجی کے والد کا نام[2] "نالندہ وشال شبد ساگر" اور دوسری ہندی لغات میں اس لفظ کے معنی "باپ" اور "پتا" بھی بتائے گئے ہیں[3] تلگو میں بھی یہ لفظ مستعمل ہے۔ سیتاجی کے والد کا نام جنک تھا اور ان کے نام کی مناسبت سے ان کا دارالخلافہ "جنک پور" کہلاتا تھا۔[4] راجہ راجیشور راؤ اصغر نے "ہندی اُردو لغت" میں لکھا ہے کہ سیتاجی کو جنک تنیا، جنک سُتا اور جنک کماری کہتے ہیں۔ اور اسی طرح جنک نندنی اور جنک دلاری کے ناموں سے بھی سیتا کو یاد کیا جاتا ہے۔[5] احمد گجراتی نے بھی اس اسم خاص کو کنایۃً والد یا پدر کے معنی میں برتا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

---

[1] شمس اللہ قادری۔ اردوئے قدیم۔ صفحہ ۶۲

[2] اے ڈکشنری آف اُردو کلاسیکل ہندی اینڈ انگلش" صفحہ ۳۹۱۔ پانچواں ایڈیشن۔ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۶۵ء [3] شری نول جی صفحہ ۱۳۴ [4] رام نرائن لال۔ پریکٹیکل ڈکشنری۔ صفحہ ۴۹۸ [5] راجہ راجیسور راؤ اصغر۔ ہندی اُردو لغت صفحہ ۲۲۴۔ زندہ طلسمات فائن آرٹ پریس ۱۹۳۸ء

جنک یہ بول سن اس کام کارن | بلایا پاس بیٹی کو بچارن
ادھر میٹھے ہنسی میٹھا ہنسایوں | جنک کے من منیں رتوں اٹھے تیوں
جنک کہیا نہ کریو بات توں پھیر | چپ اچھو کٹ سوں نہ کریو کٹ باہیر
جنک کوں جم نہیں سیوا کرن ہار | جنک تھے ان سوا پ سیوا منگن ہار
نفاق اپنے جنک سوں منیں دھر | کپٹ گڑ دائی سینے میں چھپا کر

یہاں یہ نقطہ توجہ طلب ہے کہ احمد گجراتی کے ہمعصر شعراء مثلاً محمد قلی وجہی اور غواصی وغیرہ نے کہیں یہ لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلاغ و اظہار کا یہ پیکر احمد گجراتی سے مخصوص ہے۔ کتب خانہ سالار جنگ کی ایک بیاض میں احمد کا ایک طویل مرثیہ "قصہ حضرت علی اکبر" تحریر کیا ہوا ملتا ہے جس میں اس لفظ کو ان ہی معنی میں استعمال کیا گیا ہے جس سے ہم قیاس کرسکتے ہیں کہ یہ بلند پایہ مرثیہ احمد گجراتی کا نتیجۂ فکر ہوگا۔ اس مرثیے کا یہ شعر ملاحظہ ہو ؎

کرو جنک اپنے کوں یک پل درنگ
کہ تاروں پہ جاکر میں تھیلوں ترنگ

کتب خانہ سالار جنگ کی بعض بیاضوں میں کسی شاعر احمد کے چند مرثیے موجود ہیں۔ بیاض نمبر ۳ میں ایک مرثیہ ع آج غم میں مصطفیٰ بیٹھے ہیں نالاں ہائے ہائے
تحریر کیا ہوا ملتا ہے۔ اور شاعر کا نام احمد خاں درج کیا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی اور احمد ہے اسی طرح پانچ اور مراثی ہیں جن کا موضوع شہادت حسین ہے، احمد کے بجائے احمدی تخلص موجود ہے جس کی وجہ سے یہ کہنا دشوار ہے کہ یہ احمد گجراتی ہی کے مرثیے ہیں۔ ڈاکٹر چراغ علی نے جو پندرہ مرثیے کسی غیر معروف شاعر احمد سے منسوب کیے ہیں وہ سب ایک ہی شاعر کا کلام نہیں ہیں۔ یہاں انھیں تسامح ہوا ہے۔ ان بیاضوں میں صرف سات مرثیے ایسے ہیں جو احمد سے منسوب کیے جاسکتے ہیں۔

احمد کے مرثیے یہ ہیں :

(۱) شاہ رسل کا دیکھو تاراج گھر ہوا ہے اس درد سوں نبلیاں کا پر خوں جگر ہوا ہے
گلتے ہیں دل جگت کے ڈھلتے ہیں سنگ نین کے احمد ترا سخن یوں ہر دل اثر ہوا ہے

(۲) آج ہے میدان کھتر کا یا حسین کرتوں ساماں سفر کا یا حسین
جب منگیا احمد کہے غم کا خبر جیب لرزیا ہے خبر کا یا حسین

---

(۳) السلام اے شہواراں السلام اے شہواراں
کیتے ملک قطاراں السلام اے شہواراں
دو نوں پڑے قربان احمد کرے دل دیاں
یاد گے اُن سوں ایماں السلام اے شہواراں

(۴) جب جفا شہ پہ بے حساب ہوا تب سوں عالم میں شور شاب ہوا
غم سیتی جب سکیا نکل احمد گل کر شرموں سوں گل گلاب ہوا

(۵) احمد اگر ماہر ہوا رسالے تئیں بیت گیا رو رو رہیا یا رسول

(۶) طبلے بچن کے کھولیا موتی سخن کے لیا
احمد جنم یو بولیا صلوات پر محمد

(۷) کیوں کرے احمد ترا ماتم بیاں
جل گے معنی سخن میں یا حسین

ڈاکٹر چراغ علی نے احمد کے مراثی پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کی قدرت بیان" صنعت نا صحیح کے استعمال" ندرت وحدت" حسن بیان" نزاکت تخیل" "ادبیت"، "تشبیہات و استعارا "مینا کاری" "اثر آفرینی" "روانی اور "صوتی شیرینی" کو سراہا ہے [۱]

---

[۱] ڈاکٹر چراغ علی۔ اردو مرثیے کا ارتقاء بیجاپور اور گولکنڈے میں ۱۸۵۷ تک"۔ صفحہ ۱۶۴۔ ۱۶۰

احمد کے ان مراثی کے بارے میں یہ کہنا دشوار ہے کہ یہ شیخ احمد شریف گجراتی کا کلام ہیں۔ بیاضوں میں مختلف دور کے شعراء کا کلام موجود ہوتا ہے اور ان پر سنہ بھی تحریر نہیں کیا جاتا۔ اس کے علاوہ الحاقی عنصر شامل ہونے کا احتمال بھی موجود ہوتا ہے۔ اس لئے بیاضوں سے دستیاب ہونے والا کلام تحقیق کے نقطہ نظر سے زیادہ مستند اور قابل قبول نہیں سمجھا جاتا۔ راقمۃ الحروف کا خیال یہ ہے کہ سوائے "قصۂ حضرت علی اکبرؓ" کے کتب خانہ سالار جنگ کی بیاضوں میں درج تمام مراثی جن میں احمد تخلص موجود ہے مشکوک ہیں۔ انھیں احمد گجراتی کی شعری تخلیقات قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تعجب ہے کہ سب سے مستند اور ادبی اعتبار سے وقیع مرثیے کو ڈاکٹر جراغ علی نے کیسے نظر انداز کر دیا حالانکہ اپنی تصنیف میں انھوں نے اس بیاض کے دوسرے مرثیوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ احمد کا یہ مرثیہ مختلف صفحات پر تحریر کیا گیا ہے۔ یعنی اس کو مسلسل تحریر نہیں کیا گیا ہے۔ غالباً ڈاکٹر جراغ علی نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی ہے۔

قصۂ حضرت علی اکبرؓ: یہ احمد گجراتی کا ایک طویل مرثیہ ہے جو دو سو بہتر (۲۷۲) اشعار پر مشتمل ہے۔ اس مرثیے کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ اس میں شہزادہ علی اکبر کی شہادت کا حال سلسلہ وار اور مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یہ مرثیہ بھی بعض دوسرے دکنی مرثیوں کی طرح مثنوی کے فارم میں ہے۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ اردو مرثیے میں سراپا، رخصت، رجز اور رزم وغیرہ کے خدوخال مرثیہ نگاری کے ابتدائی دور کے بہت بعد ابھرے ہیں۔ لیکن احمد گجراتی کے اس طویل مرثیے میں صنف کے اجزا نمایاں طور پر موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرثیہ کے اجزاء کا جو دراصل ہیرو کے مرتبۂ شہادت پر فائز ہونے تک کے مختلف مراحل کے آئینہ دار ہیں ایک دھندلا خاکہ قدیم مرثیہ نگاروں کے ذہن میں ضرور موجود تھا۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

رخصت ۔

علی اکبر آکر کہے اے پدر
نہ جاتوں رضا دے مجھے رن پہ
دھرے سر چرن پر کہتے نامدار
مجھے چھوڑ ہونا کدھر توں سوار

کھے جا کے ماروں گا میں وو دندیاں
چلاؤں گا ان کے لہو سوں ندیاں

کھے پھر کے اکبر نے لئی التجا
دیتے شاہ اور رد کے لڑن کی رضا

رکھی دوڑ مادر نے پاداں پہ سر
کہی من میں رہیا نہیں ہے دھر

محمد کیاں بیٹیاں کیاں غلبلا
فرشتے مگنے ہور رہے تلملا

سراپا: حسین علی تب علی کے بدن
پنائے نبی کا اول پیرہن

عمامہ بھی سرور کا سر پر دھرے
دو عالم کے افسر پر افسر دھرے

پنائے سلیح دو امام زمن
گے دیکھ نوا زمیں در زمن

اتھے جار زلفاں سو اس شاہ کوں
نہ تھا دیکھنے تاب اس ماہ کوں

مدینے کے لوگاں پہ غالب جداں
ہوئے شوق احمد کا دیکھیں تداں

محمد ہیں اس میں نہ کچھ فرق تھا
مشابہہ دو واز پائے تا فرق تھا

عجب کیا شہنشہ دھرے وو جمال
اتھے جیو اس کے وو صاحب کمال

کھڑ جا کے اس بھانت میدان میں
اُجالا پڑیا گھر کے ایوان میں

رجز: سنوں اس وقت میں وہ میر عرب
کھے کہوں اپنا مبارک نسب

میرا جد محمد خدا اسکا حبیب
شفاعت سو اسکی تمن ہے نصیب

کھے جدہ میری ہے جانِ رسول
دو عالم کی پائے سو زہرا بتول

میرا عم حسن تھیہ دو جگ کا امام
ہوا جس پہ رحمت خدا کا تمام

مجے باپ سو ہے حسین علی
کھلائے اپس گود میں جس نبی

رزم: منگے تب مبارز علی نامدار
نہ کوئی ڈر سوں نکلیا سگاں فوار

ترنگ کوں سٹیا تب ہزاراں اُپر
کیے شاہ حملہ سو بھاراں اُپر

غنیماں پہ یوں جا بجائے کڑک
چھوٹے باد جھاڑاں کے جڑتے برگ

گئے پھاٹ یکدھر تھے سب کافراں
نہ میداں میں انکا رہیا کئیں نشاں

معرکۂ کارزار میں علی اکبر نے جن نامی نبرد آزماؤں سے جنگ کی تھی ان کے نام احمد گجراتی نے طارق، عمر ابن طارق، مصراع اور نمیر بتائے ہیں اور علی اکبر کے گھوڑے کا نام عقاب بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ رسولِ عربی کا خاص گھوڑا تھا۔

شہادت: ترنگ سوں شہنشاہ بیکی اُتر — علی کا لیے سیس زانو اُپر

پشانی پہ رکھ کر مبارک وہ ہات — کہے جیو میری توں کچھ کر بھی بات

علی اس وقت میں اٹھے بیخبر — انکھیاں کھول دیکھے جمالِ پدر

کہے باپ دیکھو عجائب عجب — کھڑے ہیں میرے پاس شاہِ عرب

بھرے سیر ماٹی وو زلفاں کھلے — نین سوں انجھواں جوں قطراں چلے

......

علی نے کہے شہ سوں اتنا سخن — کیا روح فردوس ان کا وطن

شہادت علی اکبر نے کائنات میں جو تہلکہ برپا کر دیا تھا اس کے بارے میں شاعر کہتا ہے ــــ

گگن سات طبق ہور برسنے لگے — سینے قدسیاں کے ترخنے لگے

چوڑیاں پھوڑ حوریاں کیاں شور سب — ہوا ان کوں جنت سو جیوں گور سب

......

زمانے میں سالم اندھیارا ہوا — زمین ہور گگن پر پکارا ہوا

......

جہاں پر کھڑیا سخت ماتم تمام — کہوں حشر تک تا نہ ہووے تمام

ایک اور جگہ کہتے ہیں ــــ

ملک دیک یو حال سب تلملی — زمین و زماں سب دکھوں کھلبلی

پکھیرو رہے جگ کے پرواز سوں — امام زماں کی اس آواز سوں

ہر اک شی یو یو درد نیارا ہوا — سکل جل سمندر کا کھارا ہوا

شاعر کہتا ہے کہ میں نے اپنے "نامۂ اعمال" کے گناہوں "کو دھونے" کے لیے یہ مرثیہ کہا ہے۔ میرا مقصد مرثیہ گوئی میں کمال دکھانا نہ تھا بلکہ "رونے میں جیو کھونا" تھا۔ درد کی اگن "سے" دردنا" جل اٹھا ہے اور زبان پر بے ساختہ علی اکبر کا نام آگیا ہے۔ میں نے

بیخودی کے عالم میں یہ مرثیہ لکھا ہے اور خود مجھے اس کا علم نہیں کہ میں نے کیا لکھا ہے۔ آخر میں شاعر قارئین سے التجا کرتا ہے کہ وہ یہ مرثیہ پڑھ کر اس کو یاد کریں تاکہ اس کی روح "شاد" ہو سہ

کہا ہوں بہر حال رونے بدل — گنہ کے میں نامے کوں دھونے بدل
نہ مطلب مجھے شعر کہنا اچھے — مجے جیو رونے میں کھونا اچھے
کہا لیک قصہ نہ تھا من میں ہوش — نہ جانوں کہا کیا میں رو جوش جوش
درد کی اگن سوں دو رنا جلا — علی کی شہادت کہا تلملا
سنتے سو دعا سوں کردں مجکوں یاد — کہ تا روح میرا ہووے اس کوں شاد

آخر میں "علی فاطمہ ہور امامان" اور "پنجتاد دو" کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے ع

جنوں کا ہے احمد غلام غلام — خدا کا ہے رحمت انوں پر تمام
دندیاں پراں نوں کی خدا کا لعن — جہنم انوں کا اچھو ہنت وطن
محباں بجتے مل کرو یو دعا — کہ تا ہوئے خوشنود ہم سوں خدا

احمد کے اس مرثیے میں ندرتِ تخیل بھی ہے اور زورِ بیان بھی۔ اپنی روانی دبے ساختگی اور دوسرے ادبی محاسن کے اعتبار سے احمد گجراتی کا یہ مرثیہ دکن کے قدیم مرثیوں میں ایک منفرد اہمیت کا حامل نظر آتا ہے۔

ہمعصر شعراء: شمس اللہ قادری نے "اردوئے قدیم" میں احمد کو فیروز اور محمود کا ہمعصر شاعر بتایا ہے[1] خود محمد قلی قطب شاہ احمد گجراتی کا نوعمر معاصر تھا۔ محمد قلی نے اپنے ایک شعر میں محمود اور فیروز کو فارسی کے مایہ ناز شعرا ظہیر اور انوری کا ہم رتبہ قرار دیا تھا دیکھتے ہیں ع

اگر محمود ہور فیروز تے بے ہوش ہوئیں عجب کیا ہے :: ہوئے تج وصف نا کر سک ظہیر ہور انوری بے ہوش

ابن نشاطی ان شعرا کو خراج عقیدت ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کاش محمود اور فیروز بقیدِ حیات ہوتے وہ ایسے وسیع القلب، راست گو، سخن فہم اور صاحب الرائے شاعر تھے کہ دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی کہتے تھے ع

اہے صد حیف جو نئیں سید محمود — کہتے پانی کو پانی دود کوں دود

---

[1] شمس اللہ قادری - اردوئے قدیم صفحہ ۹۲

وجہی نے بھی "قطب مشتری" میں ان کا ذکر کیا ہے ع

کہ فیروز محمود اچھتے جو آج
تو اس شعر کوں بہوت ہوتا رواج
کہ نادر تھے دونوں بھی اس کام میں
کیا نیں کیتے بول اچھوکام میں

فیروز کا نام قطب الدین تھا۔ اپنے وطن بیدر کی مناسبت سے وہ فیروز بیدری مشہور ہوئے۔
خود شاعر کہتا ہے ع

مجھے ناؤں ہے قطب الدین قادری
تخلص سو فیروز ہے بیدری

"اردو شہ پارے" میں ڈاکٹر زور نے انھیں اپنے عہد کا ایک مسلم الثبوت استاد اور باکمال سخنور بتایا ہے۔ فیروز کا "پرت نامہ" (قبل ۱۵۶۴ء) کے دیباچے میں۔

پروفیسر مسعود حسین خاں فیروز کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ "سلسلہ قادریہ سے نسبت رکھتا تھا"[1] آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں "فیروز سلطنت بہمنیہ کا چراغ ٹمٹماتے دیکھ کر سولھویں صدی کے وسط میں بیدر کی سکونت ترک کر کے گولکنڈے کے نئے علمی و ادبی مرکز میں آ گیا ہوگا۔ اور ابراہیم قطب شاہ کی سخن نوازی سے مستفید ہو کر بہت جلد دبستان گولکنڈہ کا استاد تسلیم کیا جانے لگا ہوگا"[2]

وجہی نے نصف صدی بعد جب "قطب مشتری" لکھی تو فیروز سے اپنی عقیدت کا اس طرح اظہار کیا ع

کہ فیروز آ خواب میں رات کوں
دعا دے کے چومے میرے ہات کوں

---

[1] پروفیسر مسعود حسین خاں۔ "پرت نامہ"، قدیم اردو۔ جلد اول۔ سنہ ۱۹۶۵ء صفحہ ۳۳
[2] " " " " " ۳۷

ابن نشاطی نے "پھول بن" میں شیخ احمد کے ساتھ فیروزؔ کی عظمت کا بھی اعتراف کیا ہے اور کہتے ہیں ع

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد

جو دیتے شاعری کا کچھ میرے داد

احمد گجراتی کا ایک اور معاصر شاعر ملا خیالی تھا جس کے حالات زندگی پر کسی ادبی تاریخ یا تذکرے سے کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ ابن نشاطی جہاں مثنوی "پھول بن" میں اپنے دوسرے پیشرو شعرا کو یاد کرتا ہے وہیں اس نے ملا خیالی کا بھی تذکرہ کیا ہے ع

اچھے تو دیکھتے ملا خیالی

یو میں باندھیا ہوں سو صاحب کمالی

احمد گجراتی کا ایک اور ہم عصر شاعر وجہی تھا جو بقول ڈاکٹر زور گولکنڈے کا پہلا ملک الشعرا تھا[1]۔ اپنے نام اور تخلص کے بارے میں وہ کہتا ہے ع

اسم اسداللہ وجیہہ است تخلص

آرائش دکانچہ بازار کلام است

وجہی نے طویل عمر پائی تھی اور گولکنڈے کے چار بادشاہوں ابراہیم قطب شاہ، محمد قلی قطب شاہ، محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کا زمانہ دیکھا تھا۔ اس کی مشہور مثنوی "قطب مشتری" (۱۰۱۸ھ) اس کی تصنیف ہے جس کا محمد قلی قطب شاہ کی نجی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے[2]۔ اس کے بعد وجہی نے عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں "سب رس" (۱۰۴۵ھ) لکھی جو ادبی اعتبار سے دکنی نثر کا پہلا کامیاب نقش اور اہم کارنامہ ہے۔ کتب خانہ سالار جنگ میں وجہی کا فارسی

---

[1] ڈاکٹر محی الدین زور۔ دکنی ادب کی تاریخ صفحہ ۶۳ [2] ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مضمون "بھاگ متی اور اس کا نو دریافت مقبرہ" آج کل۔ جولائی سنہ ۱۹۸۰ء

دیوان "دیوان وجیہہ" موجود ہے[1]

سنہ وفات

شیخ احمد گجراتی کے سنہ وفات سے ہم واقف نہیں ہیں۔ ابن نشاطی نے جب اپنی مثنوی "پھول بن" سنہ ۱۰۶۶ھ مطابق سنہ ۱۶۵۶ء میں مکمل کی تو وہ اس دار فانی سے کوچ کر چکے تھے چنانچہ شاعر کہتا ہے۔ ع

نہیں اس وقت گچ وہ شیخ احمد
سخن کا دیکھتے باندھیا نوس یَد

مزار:

معلوم ہوتا ہے کہ شیخ احمد اپنی وفات سے قبل محمد قلی کے پایہ تخت سے ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد (۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ) میں بیجاپور چلے آئے تھے۔ اگر احمد گجراتی کا سنہ ولادت سنہ ۹۴۶ھ تسلیم کرلیں تو ابراہیم عادل شاہ کی وفات کے وقت شاعر کی عمر اکیانوے (۹۱) برس قرار پاتی ہے۔ اس لیے ساتویں عادل شاہی حکمران محمد عادل شاہ (سنہ ۱۰۳۷ھ تا سنہ ۱۰۶۷ھ) کے عہد میں احمد گجراتی کے بقید حیات ہونے اور کبر سنی میں گولکنڈے سے بیجاپور ہجرت کرنے کا امکان کم معلوم ہوتا ہے۔ "صحیفہ اہل ہدیٰ" کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ احمد کا مزار بیجاپور میں حصار کے باہر ابراہیم پور کے دروازے کی طرف واقع ہے[2] شیخ احمد کے بیجاپور میں مدفون ہونے کی تصدیق "روضۃ الاولیاء بیجاپور" کے اس بیان سے ہوتی ہے:۔

---

[1] مخطوطہ نمبر ۵۱۱۔ ادب نظم فارسی۔ داخلہ نمبر ۲۲۵ کتب خانہ سالار جنگ

[2] سید محی الدین بن سید محمود قادری۔ مترجم اکبرالدین صدیقی صفحہ ۱۵

[3] محمد ابراہیم زبیری۔ روضۃ الاولیاء بیجاپور صفحہ ۲۲۰۔

"آپ کا مزار حضرت سید عبدالرحمٰن والد حضرت سید محمد مدرس
کا مزار فتح دروازے کے باہر ایک ہی چبوترے پر واقع ہے"[1]

ابراہیم زبیری اور سید محی الدین دونوں نے شیخ احمد گجراتی کا مزار بیجاپور میں بتایا ہے لیکن ان دونوں کے بیانات میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر نے اس کا محل وقوع ابراہیم پور کے دروازے کی طرف اور موخرالذکر نے فتح دروازے کے باہر بتایا ہے۔

مثنوی یوسف زلیخا کا سنہ تصنیف :

مثنوی "یوسف زلیخا" کے مخطوطے پر کہیں سنہ تصنیف درج نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے مثنوی کی داخلی شہادتوں سے سنہ تصنیف کا تعین کرنا پڑتا ہے۔ اس مثنوی میں احمد گجراتی نے اپنے مرشد شاہ وجیہہ الدین گجراتی سے اظہار عقیدت کرتے ہوئے ان کی مدح میں مسلسل چونتیس (۳۴) شعر کہے ہیں اور آخر میں خدا سے دعا کرتا ہے کہ ان کی ٹھنڈی چھاؤں جس میں ہزاروں لاکھوں بندگان خدا کو روحانی پناہ مل رہی ہے۔ قائم رہے ؏

الہٰی چھاؤں اس کی جم ٹھنڈی راکھ
جو ہیں اس چھاؤں تل عالم سہس لاکھ[2]

شاہ وجیہہ الدین گجراتی کے سنہ وفات کے بارے میں اختلاف رائے نہیں ان کی رحلت کا سنہ ۹۹۸ھ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی یوسف زلیخا ۹۹۸ھ سے قبل لکھی گئی تھی۔ محمد قلی قطب شاہ جمعہ ۲۱ ربیع الثانی ۹۸۸ھ مطابق ۵ جون ۱۵۸۰ء میں سریر

---

[1] محمد ابراہیم زبیری۔ مترجم سیف الدین قادری صفحہ ۲۳۰
[2] جیسا کہ اس سے قبل حالات شاہ وجیہہ الدین علوی کے ضمن میں کہا جا چکا ہے۔ گجرات اور اس کے گرد و نواح میں ان کے علم اور فیوض و برکات سے استفادہ کرنے والے بے شمار افراد ہر جگہ موجود تھے۔

آرائے سلطنت ہوا تھا۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ احمد گجراتی نے مثنوی "یوسف زلیخا" ۹۸۸ھ اور ۹۹۸ھ کے درمیانی عرصے میں لکھی تھی۔ تخت نشینی کے وقت محمد قلی کی عمر چودہ سال تھی۔ احمد گجراتی نے "یوسف زلیخا" میں تعریف قطب شاہ محمد قلی" کی سرخی کے تحت جہاں بادشاہ کا سراپا پیش کیا ہے۔ وہاں وہ اس کی نو عمری کے بارے میں کہتا ہے کہ بادشاہ سبزہ آغاز نوجوان تھا اس کی مسیں بھیگ رہی ہیں ؎

نویلے بال پھٹتے سو سہتے یوں
محوگ سبزے کے ٹکلے پھٹتے ہے جوں

آگے چل کر نوجوان حکمران محمد قلی قطب شاہ کے بارے میں کہتا ہے ؎

جو سبزا رنگ خط پھوٹیا نویلا
سو جوں ریحان جنت کا چھبیلا

دونوں اشعار میں "نویلے" اور "نویلا" قابل غور ہے مسیں بھیگنے کی عمر اگر چودہ تا انیس سال تصور کی جائے تو متذکرہ بالا اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء تا ۹۹۳ھ / ۱۵۸۵ء میں اس نو وارد شاعر نے اپنی مثنوی "یوسف زلیخا" محمد قلی کے دربار میں پیش کی ہوگی۔ "موڈیز ٹکسٹ بک آف میڈیکل جوریز پروڈنس اینڈ ٹاکزا کالوجی (MODIS' TEXT BOOK OF MEDICAL JURIUS PRUDENCE AND TOXICOLOGY) میں یہ بتایا گیا ہے کہ پندرہ سولہا سال کی عمر لڑکوں کا زمانہ بلوغت ہوتی ہے اور اسی عمر میں ان کے چہرے پر بال اُگنے لگتے ہیں۔[1] انٹرنیشنل ویبسٹر اینڈ نیو انسائیکلوپیڈیا ڈکشنری (INTERNATIONAL WEBSTER NEW

---

[1] ام، این ترپاتی پرائیوٹ لمیٹڈ بمبئی ۲۔ ۱۹۶۷ صفحہ ۳۰۳

(DICTIONARY ENCYCLOPEADIA میں "اڈالوسنس اینڈ پیوبرٹی" (ADOLESCENCE & PUBERTY) کے زیر عنوان لکھا ہے کہ استوائی ممالک میں لڑکوں میں بلوغیت کا آغاز گیارہ سال کی عمر سے ہوتا ہے اور انیس (۱۹) برس تک اس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔[۱] ان بیانات کو پیش نظر رکھیں تو قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مثنوی یوسف زلیخا اس وقت لکھی گئی تھی جب محمد قلی قطب شاہ کی عمر زیادہ سے زیادہ انیس برس تھی یعنی یہ مثنوی سنہ ۹۹۳ھ مطابق سنہ ۱۵۸۵ء یا اس سے قبل لکھی گئی تھی۔ جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے۔ محمد قلی قطب شاہ چودہ سال کی عمر میں سنہ ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء میں تخت نشین ہوا تھا۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ مثنوی "یوسف زلیخا" سنہ ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء اور سنہ ۹۹۳ھ / ۱۵۸۵ء کے درمیان لکھی گئی تھی۔

احمد گجراتی نے پہلے "یوسف زلیخا" اور اس کے بعد "لیلیٰ مجنوں" لکھی جیسا کہ ان مثنویوں کی داخلی شہادتوں سے پتہ چلتا ہے۔ جمیل جالبی تحریر کرتے ہیں:-

"اس کی ایک مثنوی جو لیلیٰ مجنوں سے پہلے لکھی گئی تھی یوسف زلیخا ہے۔"[۲]

مخطوطے کی خصوصیات

مہر:-

زیر نظر مخطوطہ مولوی عبدالحق کے ذاتی کتب خانہ کراچی پاکستان کا مخزونہ ہے۔ اور اس پیران کی مہر موجود ہے۔ مخطوطے پر "یوسف زلیخا از شیخ احمد شریف" تحریر کیا گیا ہے اور مخطوطے کے صفحہ اول پر بطور سرخی "نام این کتاب یوسف زلیخا تصنیف شیخ احمد شریف" لکھا گیا ہے۔ مخطوطے پر ایک قدیم مدور مہر ثبت ہے جس میں اوپر "یا سلطان" اور اس کے نیچے "میراں محی الدین" کندہ کیا گیا ہے۔ میراں محی الدین کے اطراف

---

[۱] صفحہ ۲۸۴ - سنہ اشاعت ۱۹۶۲ء۔
[۲] جمیل جالبی - تاریخ ادب اردو - جلد اول - صفحہ ۶۰۸

بیضوی شکل میں جو نقش و نگار بنائے گئے ہیں ان میں یہ شعر درج ہے ؎

بندۂ درگاہِ قادر شاہ حضرت قادری
یافت محی الدین میراں باطنی و ظاہری

مہر کے یہ الفاظ طاقتور محدب عدسے ہی کی مدد سے پڑھے جا سکتے ہیں۔ اس مہر میں "یا سلطان میراں محی الدین" کے جو الفاظ کندہ کیے گئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلطان میراں محی الدین قادری کے کسی مرید کی مہر ہے۔ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد کے ایک مخطوطے "رسالہ تصوف" میں میراں محی الدین قادری کا ذکر موجود ہے۔ یہ رسالہ غالباً میراں محی الدین کے کسی مرید کا ہے جس کے آغاز ہی میں اس نے اپنے مرشد کے خیالات سے اپنی خوشہ چینی کا اس طرح ذکر کیا ہے:

"حضرت میراں محی الدین قدس سرہ العزیز روایت کیے سو بیان بولیا جاتا ہے کہ رمز سوں راز دنیا کے باتاں ہور کلمہ کے پچھانتاں معلوم کرتے کی لوگاں سوں معلوم کرنا نہیں تو کلمہ کیا ظاہر ہے ہور اس ظاہر کوں باطن میں ثابت کرنا بہوت مشکل ہے۔"[1]

مہر سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" حلقہ صوفیا میں بھی مقبول رہی ہوگی۔ مثنوی "یوسف زلیخا" کا یہ مخطوطہ دو سو باون (۲۵۲) صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے بعد ایک "کرفش نامہ" تحریر کیا گیا ہے جو پانچ صفحات پر لکھا گیا ہے۔ صفحہ ۲۵۲ پر مثنوی کا یہ آخری شعر درج کیا گیا ہے ؎

درود اس مصطفےٰ پر بیجے کھیاد
کہ ہے حق کوں عرش تل ایک دھن جو

---

[1] مخطوطہ نمبر ۳۴۵ - اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد۔

کاتب :

اس شعر کے بعد" تمام شد شیطان غلام شد کار من نظام شد" تحریر کیا گیا ہے اور اس کے نیچے "این کتاب حسن محمد جگ جوتی است ہر کہ دعویٰ کند دعویٰ او باطل است۔ کاتب الحروف فقیر الحقیر حسن محمد جگ جوتی" لکھا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مخطوطے کے کاتب حسن محمد جگ جوتی تھے۔ صفحہ دو سو تریپن پر ایک اور مہر ثبت کی گئی ہے۔ ہر صفحے پر پندرہ شعر لکھے گئے ہیں اور صفحہ کی سائز ۵½" × ۸½" ہے۔

اشعار کی تعداد :

جمیل جالبی لکھتے ہیں :

"مثنوی یوسف زلیخا پونے چار ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔" [1]

لیکن یہ درست نہیں ہے۔ مثنوی "یوسف زلیخا" میں تین ہزار سات سو نو (۳۷۰۹) اشعار موجود ہیں۔

کتابت :

(۱) دکن میں تلفظ کے مطابق املا لکھنے کا قاعدہ عام تھا۔ یہ مخطوطہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ مخطوطے میں اکثر جگہ عربی اور فارسی کے الفاظ اسی اصول کے تحت تحریر کیے گئے ہیں۔ مثلاً صبح کو صبا، طور کو تور، نفع کو نفا، دعویٰ کو دعوا، غصہ کو غصا، چشمہ کو چشما اور پروانہ کو پروانا تحریر کیا گیا ہے۔

(۲) اس مخطوطے میں کتابت کی وہی خصوصیات موجود ہیں جو عام طور پر دوسرے دکنی مخطوطات میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً عربی اور فارسی کے "ہ" پر ختم ہونے والے الفاظ

---

[1] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۴۲۲

۲۳۵، ۲۴۰، ۲۴۲ اور ۲۵۰ پر کاتب نے سرخیوں کے لیے جگہ چھوڑی ضرور ہے لیکن سرخیاں تحریر نہیں کی گئی ہیں۔

صفحہ ۳۶ پر اس صفحے کے شعر نمبر ۵ کا مصرعہ ثانی حاشیے میں دوبارہ تحریر کیا گیا ہے۔ اسی طرح صفحہ ۱۱۸ پر ایک زائد شعر ع

زلیخا نین تھے انجھو بھاوے

ولے یوسف جو انجھو دور دھاوے

تحریر کیا گیا ہے۔

واحد نسخہ:

آخر میں مثنوی "یوسف زلیخا" کے اس مخطوطے کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ یہ نسخہ ہر طرح مکمل ہے اور یہ اس مثنوی کا واحد نسخہ ہے بقول جمیل جالبی دنیا کے کسی کتب خانے میں اس کا کوئی دوسرا نسخہ دستیاب نہیں ہوتا۔[1]

مخطوطے کی حالت:

یہ مخطوطہ کہیں کہیں آب خوردہ بھی ہے۔ صفحہ ۵۲ سے لے کر ۱۰۶ تک تمام صفحات آب خوردہ ہیں اور اس سے ان صفحات کا معتد بہ حصہ متاثر ہوا ہے۔ لیکن صفحہ ۱۰۷ سے لے کر ۲۵۲ تک صرف درمیان میں آب خوردگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی صفحہ ضائع نہیں ہوا ہے یا ناقابلِ قرات نہیں۔ سوائے صفحہ ۲۲۶ کے جہاں اس صفحے پہ تحریر کیے ہوئے آٹھ شعر پوری طرح قابل قرات نہیں لیکن شعر نمبر ۹ سے ۱۵ تک کے مصرع اولیٰ کے دو دو تین تین الفاظ آب خوردگی کے باعث مٹ گئے ہیں۔ اس جگہ غیر قلم سے یہ شعر جو مثنوی کے قصے سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا اور دوسری بحر میں ہے لکھ دیا گیا ہے۔ اس شعر کے

---

[1] جمیل جالبی تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۶۰۸۔

مصرعِ اولیٰ کے آخری الفاظ نظر نہیں آتے۔ شعر یہ ہے۔

غرور دولت نظر میں دہر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

حصارِ آہنِ اجل نہ ہوسی یو برہنہ شمشیر ہے زباں کا

صفحہ نمبر ۲۳۵ پر ایک ہی شعر اس طرح دو بار تحریر کیا گیا ہے کہ یہ سرخی کے لیے چھوڑی ہوئی جگہ کے اوپر بھی تحریر کیا گیا ہے اور نیچے شعر یہ ہے ع

کہاں ہوئے اس خوشی کوں جگ منے انت

جو عاشق سوں رہے مو ہنت ہو کنت

بقول جمیل جالبی اس مخطوطے کا صرف ایک ہی نسخہ دستیاب ہوتا ہے[1]۔ اس لیے اس کا خیال رکھا گیا ہے کہ متن پوری صحت کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر آسکے۔ کاتب بہر حال انسان ہوتا ہے اور احتیاط کے باوجود کتابت میں دو چار غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ اس مخطوطے کے کاتب حسن محمد جگ جوتی نے بعض بعض جگہ الفاظ کے نیچے یا اوپر نقطے لگانے میں احتیاط نہیں برتی ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۲۸ پر تحریر کیا ہوا مندرجۂ ذیل شعر ملاحظہ ہو ؎

جو پیٹھوں میں سرگ بن ماں چل جائے
سرگ بنج دل گیری دوزخ تھے چل جائے

اس شعر کے پہلے مصرعے میں لفظ پیٹھوں کے پہلے حرف میں ایک نقطہ زیادہ کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے شعر بے معنی معلوم ہوتا ہے۔ یہ لفظ پیٹھوں نہیں بیٹھوں ہے۔ مثنوی میں زلیخا کہتی ہے کہ میرے سینے میں وہ سوزِ عشق پنہاں ہے کہ اگر میں جنت میں جا کے بیٹھوں تو وہ

---

[1] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول صفحہ ۶۰۸

آتش عشق کے باعث دوزخ میں تبدیل ہو جائے۔ اسی طرح صفحہ ۲۰۶ پر ایک شعر اس طرح تحریر کیا گیا ہے ع

کہ توں ہوگا مقرب پھیر شہہ سوں
پلا گا خمر اول دھات شبہ کوں

اس شعر کے دوسرے مصرعے میں شبہ کی جگہ شہہ ہونا چاہیے۔ اس لیے متن میں صحیح لفظ لکھ کر حاشیے میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ راقمۃ الحروف نے کاتب کی کورانہ تقلید کرنے کے بجائے شعر کے مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے مخطوطے میں جہاں ایسے الفاظ آئے ہیں وہاں اُن کی تصحیح کر کے صحیح لفظ متن میں درج کر دیا ہے۔ اور فٹ نوٹ میں کاتب کے تحریر کیے ہوئے لفظ کی نشاندہی کر دی ہے۔

کہیں کہیں اشعار میں غلطی سے کوئی لفظ زائد بھی تحریر کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے شعری وزن بگڑ گیا ہے۔ ایسے زائد الفاظ جوں کے توں نقل نہیں کیے گئے ہیں بلکہ انہیں حذف کر دیا گیا ہے اور حاشیہ میں اس کی توضیح کر دی گئی ہے۔

ایک جگہ لفظ پاؤ (پاؤں) کو یاؤ تحریر کیا گیا ہے ع

منگے ہے سیج اس کی یاد راکھے

اس میں ایک نقطے کی کمی کی وجہ سے شعر مبہم اور ناقابل فہم بن گیا تھا۔ اس لفظ کی جگہ صحیح لفظ تحریر کر کے اصل لفظ حاشیے میں لکھ دیا گیا ہے۔ مثنوی کا یہ شعر ملاحظہ ہو ع

جو وہ دم کھینچ کھینچ اسا وس بھاوے
پچیس وہ باتس سکلی ہوئیں یا وے

دوسرے مصرعے کا آخری لفظ اگر یاوے پڑھا جائے تو شعر کا مطلب فوت ہو جاتا ہے۔ یہ لفظ یاوے نہیں باوے ہے۔ جس سے مراد آوا ہے۔

مثنوی کی ادبی حیثیت

جب ہم مثنوی "یوسف زلیخا" کا مطالعہ کرتے ہیں تو بعض جگہ ردیف کی بے قاعدگی کا احساس ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شعرائے متقدین کے اشعار میں اس کی مثالیں موجود تھیں جن کے پیش نظر حاتم نے "دیوان زادہ" کے دیباچے میں اس غلطی کی نشاندہی کرتے ہوئے تحریر کیا تھا کہ شعر میں ر اور ڑ کا قافیہ جائز نہیں ہے [1]۔

احمد گجراتی کی مثنوی میں بھی اس کی دو چار مثالیں موجود ہیں مثلاً ر اور ڑ، ص اور س ک اور گ، ب اور پ اور اسی طرح ت اور ٹ کو ردیفوں میں ایک ہی حرف کی جگہ دی گئی ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں ع

رتن مانیک منے موتیاں منے ڈوب
لٹکتی مصور ہوں بہ رنگ اپروپ

سٹے کاندھے تھے سارن اپنا ہت
دیئے پتھراں میں ہور کانٹیاں منے سٹ

امول الماس شہہ کے پاس ہیں خاص
جو موتی ان بند گھرے مانگوں رکاس

---

[1] سید محی الدین قادری زور - سرگذشت حاتم - صفحہ ۱۲۸

جنے شہہ کو سراپا سر تھے پالک
سو دیک اب شہہ تھے شکھ راتے تلک جگ
نہ سر کنگی کری ناماتگ سکاڑی
نہ کد جوڑنڈا کسی سورنگ ناری

مثنوی سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتی ایک قادر الکلام شاعر تھا زبان کے محدود لفظی سرمائے سے اس نے حیرت انگیز خوش اسلوبی کے ساتھ کام لیا ہے۔ مثنوی "یوسف زلیخا" میں اپنے کمال سخن اور شاعرانہ عظمت کے بارے میں اس کی یہ شاعرانہ تعلّی محض کھوکھلی خود فریبی نہیں معلوم ہوتی بلکہ ایک حقیقت بن کر ہمارے سامنے آتی ہے۔ ع

بچن مانک جو منہ درج گ سے رولوں
جگت ستیج کار اس کا تا قسیولوں
دلے بجیتے دکھایا ہوں سو موتی
جو سب جگ کوں دیپاؤں بار جوتی

اس مثنوی میں توضیحی شاعری کے بہترین نمونے موجود ہیں۔ شاعر نے زلیخا کی خانقاہ، عزیز مصر کے محل، دائی کے تیار کردہ خانہ باغ، سات قطعات والے محل اور حضرت یوسف کے لیے تیار کیے ہوئے محل کی جیسی متحرک اور گویا تصویریں پیش کی ہیں وہ اُن کے قدرت کلام، زور بیان اور شاعرانہ کمال کی ترجمان ہیں۔ دائی نے یوسف اور زلیخا کی رہائش کے لیے جو مخصوص محل تعمیر کروایا تھا اس کے لیے دور دور سے جو ہنرمند کاریگر اور اہل کمال طلب کیے گئے تھے "وہ علم ہیئت ہندسے" سے بخوبی واقف تھے اور "دائرے بنانے کے فن" سے خوب آگاہ تھے۔ انھوں نے اینٹوں سے اس خوب صورتی کے ساتھ بلند عمارت بنائی کہ آسمان بھی اس کے سامنے پست نظر آنے لگا "فرہاد کے جیسے ہزاروں سنگ تراش جو اپنے فن میں ماہر تھے اس محل کی تعمیر پر مامور ہوئے تھے۔ انھوں نے

پتھروں سے ایسے پرندے تراشے کہ انھیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ "بن پنکھ" پرندے ہوا میں مائل پرواز ہیں۔ محل میں سونے کے ایسے کھم تعمیر کیے گئے تھے جن پر جواہرات جڑے ہوئے تھے اور پرندوں کے نقش بنائے گئے تھے۔ جواہرات اور سونے سے تیار کیے ہوئے مور دم اٹھائے رقص کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی اس محل میں طرح طرح کے نقش و نگار تھے۔ سونے اور چاندی کے دلکش درخت زمرد اور کندن سے بنائے گئے تھے۔ ان کے پتوں پر اصلی "پات" کا گمان گذرتا تھا۔ اور ان کی شاخوں پر رنگ برنگے پرندے بیٹھے ہوئے دکھائی دیتے تھے ان کا جسم سونے سے بال و پر زمرد سے اور چونچ یاقوت سے تیار کی گئی تھی۔ احمد گجراتی کے الفاظ میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو ع

کہ جب دائی عمارت کا دھندا لائی	سو کاریگر ہنرمنداں کوں دھند لیائی
ہزاران اوچے بہو گولان کوں بوجھیں	جو ہیئت ہندسے انت ان کو سوجھیں
جو اوچے استواری سوں بھلیں کاند	تو جوں اینٹھ اس تلیں پر کر ہے چاند
ہزاراں سنگ تراشاں جیسے فرہاد	جو اس کے گھاؤ تھے پھیراں کو فریاد
پتھر ستیں پنکھی اس کر جو دکھلائیں	پون پر چلنا پنکھی بن پنکھ اڑ جائیں
ستنے کے تھانب نورانی جڑت کے	پنکھی اس پر جڑت کندن گھڑت کے
سنے کے مورانگن میں دنب اچاکر	رتن رنگ رنگ سوں نعتنے سراسر
ستنے روپے کے پیڑاں اور بھانتے	امولک پاچ پات اُن سات کا تھے
جو جھاڑاں پر بیکے پنچھی کھونٹے کھوٹ	زمرد پر کندن تن چونچ یاقوت

احمد گجراتی کے یہ شاعرانہ بیانات قاری کے تخیل کو حسن و رنگ کی ایک طلسماتی فضا میں پہنچا دیتے ہیں۔ شاعر نے فطری مناظر کی عکاسی بھی بڑے پُر اثر اور فنکارانہ انداز سے کی ہے اور اس سے ان کے وسیع مشاہدے، باریک بینی اور ژرف نگاہی کا اندازہ ہوتا ہے "یوسف زلیخا" میں بار بار اس کا احساس ہوتا ہے کہ اس مثنوی کا شاعر معمولی ذہانت[۱] و د۔

محدود ادبی صلاحیتوں کا، مالک نہیں۔ شاعر کی زبان پر قدرت، اس کے وسیع مطالعے، فنی ذکاوت اور ادبی شعور سے ہم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

جہاں تک توضیحی شاعری کا تعلق ہے احمد گجراتی وجہی اور غواصی کا ہم مرتبہ شاعر نظر آتا ہے۔ جمیل جالبی "تاریخ ادب اردو" میں احمد گجراتی کے بارے میں لکھتے ہیں :۔

"شیخ احمد نے یوسف زلیخا میں اپنی شعر گوئی کی استعداد اور صلاحیت کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے اور اس دور میں ہم اسے وجہی، غواصی، مقیمی اور صنعتی کے ساتھ کھڑا کر سکتے ہیں۔" [1]

مرثیوں کے رزمیہ حصے میں جہاں جنگ کے مناظر کی مرقع کشی کی گئی ہے وہاں نہ صرف ہیرو کا سراپا پیش کیا گیا ہے بلکہ ان کے ہتھیاروں اور مرکبوں کی بھی بڑی خوب صورت تصویریں کھینچی گئی ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ گھوڑے ہرن کی طرح تیز اور صبا رفتار ہیں۔ جتنی مدت میں کہ انسانی نظر آسمان تک پہنچتی ہے، اتنے عرصے میں یہ گھوڑے زمین سے آسمان پہنچ کر پھر زمین پر لوٹ آتے ہیں۔ وہ چابک کی چھاؤں میں دیکھ لیں تو متحرک ہو جاتے ہیں۔ احمد گجراتی نے زلیخا کے جلوس کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں گھوڑے کی یہ تعریف و توصیف ملاحظہ ہو ع

ترنگ ڈھاک ہرن جیسے ڈھلن ہار — اچھل اڑتے پنکھ دسوں ملن ہار
نظر جو ایک حملے میں انبر جائے — سو وہ اتنے میں انبر پھیر کر آئے
جو دیکھے چھاؤں چابک کی نظر سات — اچھالی ایک سولانگے انبر سات
مہا گھٹ گھاٹ سم دھرتی بھرے سم — سمندر مانہ ماچھی نا تیری سم
سوا ایسے کئی سہس تیز اتالے — جڑت کندن کی اعلیٰ زین گھالے

جب عزیزِ مصر سے زلیخا کی شادی ہوتی ہے تو جلوس بارات کے ساتھ اونٹ گھوڑے، خزانے داسیاں اور غلام روانہ کرتا ہے۔ ان کی دلچسپ تصویریں دیکھئے :

ہزاراں داسیاں ہور تیک ہر مند — مہا گن ونت مُنہ بولیاں شکر خند

---

[1] جمیل جالبی - تاریخ ادب اُردو - جلد اول صفحہ ۳۲۸

چنیاں لاکھاں منے ملکے ملک کیاں — گلگتاں سیپوتیاں سیوں ھلکتیاں
پہنیاں اوڑیاں سوں تن پر زرنگاری — جڑاؤ زر زرینہ انگ بھاری
ترک حبشی ہندی کئی لک غلاماں — کھڑے سیوں جڑا بہ چھندا ماں
چتر بے ریش گنو ے خود سالے — چھبیلے روپ دیتے نیٹ والے
چٹکے او جاداں سوں لٹکے — رتن لاگیاں کلایاں سوں مٹکے
نکٹ ریشم منے سب تن جھمکتے — شتابی سات جوں بجلی چمکتے

احمد گجراتی نے مشک، پرمل، چندن لوبان عود اور کافور سے بھرے ہوئے صندوقوں سونے اور "مانیک رتن" سے بھرپور خزانوں، ہزاروں "باندیدروں"، "کلاونتوں" "روپ دیتوں" "امرتے گادنوں" "جنتر کاروں"، رباب کے دلفریب صداؤں اور "میرزادیوں" کی مست اداؤں اور اسی طرح کے رنگا رنگ بیانات سے ماحول کی مرقع کشی، افراد کے تعارف اور قصے کی پیش کشی کو موثر اور دلنشین بنا دیا ہے۔

احمد گجراتی کی مثنوی میں محمد قلی قطب شاہ یوسف اور زلیخا کے جو سراپے پیش کیے گئے ہیں ان سے بھی شاعر کے زور کلام اور قابل تحسین شعری صلاحیتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ لباس، زیورات، خدوخال اور شمائل کی جیسی جامع اور حقیقی تصویریں مثنوی یوسف زلیخا میں ابھرتی نظر آتی ہیں اس کی مثال دکنی شاعری میں شاذونادر ملتی ہے۔ محمد قلی قطب شاہ کا سراپا احمد گجراتی نے مسلسل ایک سو چونسٹھ[۱۶۴] اشعار میں پیش کیا ہے اور بادشاہ کی شخصیت کی جیسی مکمل عکاسی کی ہے اس پر دکنی شاعری بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔

وجہی کی قطب مثنوی کے بارے میں ڈاکٹر زور، نصیر الدین ہاشمی، عبدالحق اور خان رشید[۲] کا خیال ہے کہ اس میں محمد قلی قطب شاہ کی داستان عشق بیان کی گئی ہے اور

---

[۱] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۲۸
[۲] خان رشید۔ اردو کی تین مثنویاں۔ صفحہ ۵۴۔

اور اس کا ہیرو محمد قلی قطب شاہ ہے جسے شاعر نے "قطب" کے نام سے یاد کیا ہے۔[1] وجہی نے "قطب مشتری" میں "صفت شباب شہزادہ" کی سرخی کے تحت صرف دس شعر لکھے ہیں۔ وجہی کے ان توضیحی بیانات کا جب ہم احمد گجراتی کے مذکورہ بالا سراپا سے موازنہ کرتے ہیں تو وجہی کے اشعار احمد گجراتی کی بیتوں کے سامنے کم مرتبہ اور زبان و بیان اور شاعرانہ خوبیوں کے اعتبار سے کم اہم نظر آتے ہیں:۔

محمد قلی قطب شاہ کا سراپا

وجہی

(قطب مشتری)

(۱) چھپا سور یوں اس کے مکھ نور انگے
کہ جیوں چاند چھپتا رہے سور انگے
زلف لام الف قد دہن میم ہے
یو خوبی سو اسکی تقسیم ہے
اجالا پڑیا آج یوں نور کا
کہ حاجت نہیں چاند ہور سور کا
دو جگ آج نورٌ علیٰ نور ہے
زمین چاند اسمان سو سور ہے
یو نادان بالک نھنا لاڑکا
نوا پھول ہے شاہ کے جھاڑ کا

احمد گجراتی

(یوسف زلیخا)

سہے اس لال سر بند پر طرا یوں
کنارے پر شفق کے سنبلا جیوں
پشانی جو دیسے سر بند نیچے
شفق جوں ادبم کے چند نیچے
سلونے نین سُد مدسوں ڈُلن ہار
جوبن مدیان ات رنگوں کھلتار
کلی چنپے کی دیک وہ ناک نیکی
رہے پتہ لائی پیلی ہوئے پھیکی
جڑے نیلم سنے کیاں پڑیاں پر
بھنور بیٹھے کمل کے پنکھڑیاں پر

---

[1] راقمۃ الحروف نے اپنے مضمون "بھاگمتی اور اس کا نو دریافت مقبرہ" ۔ آج کل ۔ جولائی [illegible] میں اس کی تردید کی ہے۔

صفت "شہاب شہزادہ"

وجہی

یتا زور تھا انس کے یک دست سوں
اچا کر پچھاڑے متے سہت کوں
عجب جان صنعت اتا ہے وو
کہ تا گاں سوں پنجا ملاتا ہے وو
کرے زور تعلیم خانے منے
وو تہا رج تھا اس زمانے منے

احمد گجراتی

میٹھے لب پر دسے ہریا خط اپروپ
دیسے راویں شکر میں چونٹیاں سب ڈوب
کھڑا جوں خضر آ امریت جل پر
پھرتیا جوں پاچ گرد اگرد کوثر
مہا سہیل بہو بلو ندر ا یا
جو کوہِ قاف کوں جوں نال اچایا

اچھوتی تشبیہات، نادر استعاروں، رنگینیٔ کلام اور زبان و بیان کے محاسن کے اعتبار سے احمد گجراتی کی پوری مثنوی "قطب مشتری" سے ادبی مرتبے میں بہت بلند نظر آتی ہے۔ جذبات نگاری میں بھی احمد گجراتی اپنے ہمعصر شعراء اور نو عمر معاصرین سے کسی طرح کم نہیں بلکہ ان پر سبقت لے جاتا ہے۔ احمد گجراتی نے ہجر یوسف میں زلیخا کی بے قراری کی بڑی حقیقت پسندانہ فطری اور متاثر کن تصویریں کھینچی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جذبات فراق کی ترجمانی میں شاعر نے بارہ ماسہ کی روایت سے بھی استفادہ کیا ہے۔ خوشی، غم، مایوسی، غصہ اور ندامت وغیرہ کے جذبات کی احمد گجراتی نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ مرقع کشی کی ہے۔
ہجراں زدہ زلیخا کا یہ بیان ملاحظہ ہو ؎

زلیخا پر پڑیا یہ دکھ برا جب — سنپڑ دکھ بھار تل بتری اڑی تب
اسے سکھ کا جو دکھ ہر ہری گھڑی کا — کیتا جوں پان پیلا پت جھڑی کا
بہو تیک ڈھوے کر اس دکھ کا بھار — جو سیدی سرو قد تھی سو خمی نار
سکی جو لیا نخ سکتا باج پانی — تپی جوں نیر بن مچھ تلملاتی
لہے سکھ کر ادھر امرت جھڑی سو — جلیا رنگ روپ جگ روشن کیے سو
نہ سرکنگی کری نا مانگ گاڑی — نہ کد چہ ندام کسی سو رنگ ناری

سہے وہ بال بکھرے سو پریشاں — کرا ہے آپ بہوتیک ہو پریشاں

نہ دیکھی آرسی نا مو کھڑا دھوتی — ولے انجھواں تھے وہ مکھ آرسی ہوتی

مہکتے جس مکت تلتلی رگت غازا — رہے تس مکھ پر کس دھات غازا

انجھو جس نیند کی کالک لجاویں — سو کیوں وہ نین سرمے سوں سہاویں

احمد گجراتی نے اپنے عہد کے تہذیبی مظاہر کو اپنی مثنوی میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ مستورات کی پوشاکوں، ان کے گہنے اور آرائش، مردوں کے لباس اور ان کی زیبائش کے بیانات میں عصری رنگ اور عصری تہذیب کا پرتو موجود ہے لباس، زیورات، طرز تعمیر رہن سہن اور درباری تہذیب یہاں تک کے اس عہد کے آلات موسیقی سے بھی شاعر نے اپنے قاری کو روشناس کروایا ہے۔ پارچوں میں نین سکھ، ٹکٹ، دیبا، تافتا، ریشم، اطلس لیپول، زربینہ، حریر، زربفت اور مخمل عطریات اور خوشبودار اشیاء میں کدم، اگر، کستوری پھل نیر، مشک، چندن، پھولیل، کافور، پرمل اور لوبان، سنگار میں تنبول، مہندی، سرمہ کاجل، غازا، کنگھی اور شنگرف (سیندور) زیورات میں گرشوارے، سربند، تاج، کمربند، کنگن، لٹکنا، نورتن، آرسی، پھندنے، بیچن، بچھوے، لرزک، طرہ، انگوٹھیاں ہانس، اور لڑوں کے نام لیے گئے ہیں۔ محلات کے بعض خدمت گاروں کے نام بھی احمد نے گنائے ہیں۔ مثلاً حاجب، تسبیح خواں، بھالدار، ساقی، کنیز، میوکاریاں سیوک، داسی، غلام، دائی، باورچی، شحنہ اور کوتوال وغیرہ۔ احمد گجراتی نے عہد محمد قلی کی تہذیب و معاشرت کی بڑی کامیاب عکاسی کی ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں جن میں اس زمانے کے باجوں مثلاً طبل، شہنک، بجنتر اور باوا وغیرہ کا شاعر نے ذکر کیا ہے۔

تمنتر نادنگ میٹھی دین جنتر کار — کنتھے سید ٹنک سب بھے تمنتر سار

رباب کا بڑا جھنکار اہنکار — کہ جوں ضربان ستیں ذاکر کہن ہار

دیکھیا فریاد طبوری اُچالے — کہ بہوتیک گوشمال ان کو دیا ہے

لوا چندا کماچی بات سو ہے | چندر دینی پنم چند دھات سو ہے
سلکھن میرزادیاں مل پلا دیں | کہیں شادی مبارک دف بجائیں
طبل شہنائی سنک برغوم نفیری | لگی گنبد گھمن لاگی گھنیری
چلے لشکر بجنتر سات بجتا | چلے جوں ملک بادل تھے گرجتا

حضرت یوسف کو نسوانی حسن سے مسحور کرنے کے لیے زلیخا نے جو باغ اور محل تیار کروایا تھا اس میں رنگ برنگی اور خوش وضع لباس میں ملبوس کنیزوں کی چہل پہل اور ان کے ہوش ربا غمزوں، سج دھج اور آرائش کا مفصل بیان مثنوی میں موجود ہے۔ ان تصویروں میں قطب شاہی عہد کے اوضاع و اطوار، در فشن کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ ع

انگوٹھیاں چھندکیاں پہنتی بہو چند | شہاب انگلیاں کوں وہ ہیری نسے چند
دیکھالے مکھ کٹاری گوشوارے | ملائی چاند سوں سو دن ستارے
کڑے کنگن کلائی لٹکنا سات | دسیں یو چاند ستیں لٹکنا ہات
جو پہنتی تورتن جگ دیپ امولک | نہ پہنچکار بکس کا جگ امولک
چندا جیسی ہے جھمک آرسی ہات | دیکھے پھر پھر جھمکتے مکھ یو دھات

ملبوسات :—

ملبوسات کا ذکر کرتے ہوئے مثنوی میں ایک جگہ احمد گجراتی لکھتے ہیں کہ کنیزوں نے خوب صورت اور خوش رنگ لباس زیب تن کیا ہے۔ ان کا "پرلا" بہت ہی جاذب نظر اور [illegible] ہے جس میں جا بجا موتی اور ہیرے جڑے گئے ہیں۔ یہ لباس ایسے مہین کپڑے کا بنا ہوا ہے کہ اگر "دوہری تہیری" "کسوت" نہ پہنی جائے تو اس سے ستر پوشی ممکن نہیں اس باریک لباس سے ان کے جسم کی جھلک نظر آتی ہے کیونکہ صاف و شفاف

پانی کنول کو چھپا نہیں سکتا۔ ان کے رنگ برنگی لباس انتہائی دلفریب اور محو کن ہیں انھوں نے اپنے ملبوسات کو خوشبو سے ایسا مہکایا ہے کہ "سب جگ" مہک اٹھا ہے ان کے خوب صورتی اور جامہ زیبی کو دیکھ کر آسمان کی حوریں تمنا کر رہی ہیں کہ کاش ان کا اتارا ہوا لباس ہی ہمیں مل جائے۔

جو بینی تن منے کسوت امولک — جو لاگی اس جڑت مانک مولک
جو دھری تہیری کسوت نا کرے انگ — سو رس پدروں تھے دیسے لنگ کا رنگ
کمل کیوں نیر اچھے ما نہ چھپیے — سورج انبر تھے پرگٹ کیوں نہ دیسے
پرہادا پین رنگ انگ انگ سہادا — منگے انگ سنگ پیہہ کا بن برہادا
سگند باس انگ کوں پہ مل سو مہکائی — سو جگ مہکار انگ کی باس جگ جائی
تیس اچھریاں سورگ کیاں اس ہوس سوں — کہ ہت اتریا پرہا وادے اپس کوں

ہندستانی عنصر:

احمد کی مثنوی میں ہندوستانی تہذیب، رسم و رواج، طرز فکر اور ہندستانی معاشرت کا عکس موجود ہے۔ اس تہذیب کا پرتو اس کی لفظیات (DICTION) تشبیہات و استعارات، علامات اور تصورات میں اپنی جھلک دکھاتا رہتا ہے۔ محبوب کیلئے اس نے لال، لالن، لولت (للت) سمت، من ہت، متوا، سائیں، میت، پیا، بن موہن من مہاتا اور بیو جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

ڈھلکتے نین متوا کے ڈھلکے — چھمکتے جوں جھمک بجلیاں جھمکلے
جو موہت تھے چکاوے دشٹ موہن — چلے نیتوں تھے نو ہی سہوے کرن
کہی یوسف کوں بھی اے من مہاتا — تیرے واری میرے تن من پیارا
کہ سیج بن لال جن کوی سرگ جائے — سو وہ بن سرگ بھی دوزخ کے گن پائے

سبجھے سائیں سبجن کی پیاس لاگے سپت سمد در تھے پیاس اس کی نہ بھاگے

اسی طرح احمد گجراتی نے ساقی کو کلال، مغبچے کو کلال بیٹے اور قوس قزح کو رنگوں ماتا کہا ہے۔ زلیخا کا شاعر نے جو سراپا پیش کیا ہے۔ اس میں اس کی مانگ سیندور سے رنگین نظر آتی ہے۔ سیندور کے لیے احمد گجراتی نے شنگروف (شنگرف) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ع

پٹیاں کنتل پٹی پر مشک سطران
نشاں شنگروف نا‌‌ڑی لال اس ماں

قوس قزح کے بارے میں شاعر کہتا ہے ع

رنگوں ماتا جیا جے رنگ دکھلائے
سو اس رنگ رنگ تھے وہ رنگ کو بھائے

احمد گجراتی نے اپنے عہد کی عورتوں کے لباس اور ان کی آرائش و زیبائش ہی کے کامیاب نقش نہیں ابھارے ہیں بلکہ ان کے جذبات و خیالات کی بھی اچھی مصوری کی ہے۔ مثنوی میں انھوں نے کہیں کہیں ہندوستانی عورت کے طرزِ فکر کی ترجمانی کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں ان کے بعض بیانات میر حسن کے مکالموں کی یاد دلاتے ہیں۔ دونوں مثنویوں میں اگرچہ مختلف موقعوں پر مندرجہ ذیل بیان ہماری نظر سے گذرتا ہے، لیکن دونوں شاعروں نے ایشیائی اور بالخصوص ہندوستانی عورت کی ذہنیت پر روشنی ڈالی ہے۔ دونوں مثنویوں میں ہیروئن سے قریبی ربط رکھنے والی خواتین قیاس آرائیاں کرتی ہیں۔ ع

احمد گجراتی (یوسف زلیخا)	میر حسن (سحر البیان)
کہیں لاگیا کہ یہ حالت عجب ہے	(۱) کسی نے کہا کچھ نہ کچھ ہے بلا
نہ بوجی جائے اس کا کیا سبب ہے	(۲) کسی نے کہا ہے پری یا کہ جن

(۱) یکی بہوتیک گمانا ں سوں کہی کی
اسے شاید نظر لاگی کسی کی
(۲) کہی کوئی یہ مجھ پر بہے بت پری کی
(۳) کوئی آکھی یہ نشانی سحر کی
(۴) کسی نے کہا کچھ یہ اسرار ہے

جامی کی "یوسف زلیخا" اور میر حسن و احمد گجراتی کی مثنویوں میں یہ بیانات مشترک نظر آتے ہیں۔ احمد کی تشبیہات و استعارات میں بھی ہندوستانی عنصر نمایاں ہے۔ تشبیہات میں احمد گجراتی کے مشبہ بہ ہندوستانی پرندے، ہندوستانی جانور، پھل، پھول وغیرہ ہیں۔ پوپٹ ناگ، راوین (طوطا) کنول، ہنس اور مچھلی سے انہوں نے محبوب کے خام ناز، اس کی زلفوں اور اس کی زبان کو تشبیہ دی ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں ؏

لٹکتی لٹ چھبیلی موکھ پر یوں
چھبیلا ناگ کھیلے دھن اُپر جوں
رنگا رنگ ہوے کسوت سوں مٹکتی
انگن میں مور جوں ہو سو لٹکتی
نکھا امرت چشما دو دہان ہے
مچھی اچھی سو اس میں وہ زباں ہے
نین نرگس نظر کاجل کیتے پھر
کمل پر آ بھنور جا گا لیتے پھر

مثنوی میں احمد گجراتی کے مختلف محاکمات اور مثال مقامی فضا اور ہندوستانی ماحول سے ماخوذ نظر آتے ہیں۔ مقامی رنگ (LOCAL COLOUR) نے مثنوی میں ایک مانوس فضا پیدا کر دی ہے۔ ایک جگہ شاعر کہتا ہے کہ اندرائن کی بیل کو انگور نہیں لگتے اور دھتورے کے پودے سے پھنس (کٹھل) حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہنس سے کوا اور کوے سے "باگ" پیدا نہیں ہو سکتا ؏

نہ بیل اندران کوں ہوئے ڈاک دانے
نہ دھتورا پھنس پھل بار آنے
نہ ہنس کی اندری تھے کاگ اپجے
نہ کد کوے تھے بلوند باگ اپجے

شاعر کی تشبیہات اور استعارات دکنا نے اور اس کی امیجری ہندستانی فضا اور ہندستانی

ذہنیت کی غماز ہے ۔ باغ میں درخت کی ڈالیاں انھیں زنار کی یاد دلاتی ہیں تو پیشانی "ادہیم" کی اصطلاح میں سوچنے پر انھیں مائل کرتی ہے محمد قلی کے حسن و جمال کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے " میٹھے لب " پر " ہریا خطا پروپ " کو شکر میں چونچ ڈالے ہوئے " راوہ " سے تشبیہ دیتے ہیں ۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں ع

دیس وہ جھاڑ مل کر ڈال میں ڈال
رہیں زنار جوں مل یا نہہ گل ڈال
پشانی جو دسے سر بند نیچے
شفق جوں ادہیم کے چند نیچے
میٹھے لب پر دیسے ہریا خطا پروپ
دیسے راویں شکر میں چونچ سب ڈوب

زلیخا جب سورج اپنا چھپائی کمل جوں باج سورج کملای

ہندوستانی تہذیب کا پروردہ شاعر ہی کوڑ میں کمل کا حسن دیکھ سکتا ہے اور " امرت جل " پر اسے خضر کھڑے نظر آتے ہیں ع

سو کچ رنگ روپ تازا ہو کھلی تار
جو کوڑ میں کمل نہ ہوسے اس سار
کھڑا جوں خضر آ امرت جل پر
پھوٹیا جوں باج گردا گرد کوڑ

زلیخا کے رسم جلوہ کا بیان قطب شاہی عہد کی تقریبات بیاہ کی مرقع کشی کرتا ہے اور اس میں بھی دو قوموں کی اس مشترکہ تہذیب کی عکاسی کی گئی ہے جو اس بادشاہ کے عہد میں عوام اور خاص دونوں کے لیے شائستگی کی پہچان بن گئی تھی ۔ خود محمد قلی قطب شاہ نے رسم جلوہ کے موضوع پر شعر کہے ہیں ۔ احمد گجراتی نے اس کی اس طرح تصویر کشی کی ہے ع

عود صافی ستنہانی تخت لسلائے — سو شہہ آروس کوں ان پر جو بلائے

لگیا جلوہ دیون سو دن محل سب — ہوا آروس کا جلوا وہاں سب

جو جلوے سوں ڈولائی اس چاؤ ستیں — ہلی جوں پھول ڈالی باؤ ستیں

سُنے کے پھول اور مانیک جوتی — لگے اس پر سٹن شہہ ہور گوتی

جو شہہ آروس کوں ہوئی کاج جلوا — بسہہ جگ پائیں نعمت ہور حلوا

احمد گجراتی اپنی مثنوی میں ایک بالغ نظر شاعر کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے زندگی کے مزاج کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور اس کے نت نئے تجربات سے اپنی جھولی بھر لی ہے۔ "مثنوی یوسف زلیخا" میں جہاں موقع مل سکا ہے انھوں نے بصیرت افروز نکات اور خیال آفریں محاکمات سے قاری کو ایک نئی آگہی عطا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس ضمن میں ان کے پیشے مدرسی کے تقاضوں کو بھی ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جس کا مقصد علم و آگہی کی ترسیل ہے۔ احمد نے اپنی مثنوی میں حکیمانہ اور اخلاقی مطالب بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ مثنوی کے آخری حصے میں زلیخا کی بے سرو سامانی، حسن کے زوال، مادی آسائشوں کی بے ثباتی اور ناپائیداری پر بڑے پُر اثر انداز میں روشنی ڈالی ہے جب زلیخا حضرت یوسف کے سامنے حاضر کی جاتی ہے تو یہ تضاد اور بھی عبرت انگیز محسوس ہوتا ہے۔ زلیخا کا کثیف لباس اور اس کی خستہ حالی کے مقابلے میں حضرت یوسف کے زرق برق ملبوسات ، شاہانہ تمکنت اور وقار، زلیخا کے تکبر و غرور کے مقابلے میں اس کی عاجزی و بے بسی قاری کو دعوت فکر دیتی ہے۔ احمد گجراتی کے فکر انگیز و پند آمیز بیانات سے قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً اس نکتے کے بارے میں کہ اپنے راز کو افشا کرنا نادانی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ بات جوں ہی ہونٹوں سے باہر نکلتی ہے تمام دنیا میں اس کا چرچا ہونے لگتا ہے۔ جس طرح پنجرے سے نکلا ہوا پرندہ دوبارہ پنجرے میں واپس نہیں آتا اسی طرح ایک مرتبہ راز افشا ہو جائے تو پھر اس کو چھپانا ناممکن ہو جاتا ہے۔

کنتاں چھوٹا ہوتا ہے اس کا منہ ڈھانکا جا سکتا ہے۔ لیکن سمندر کو نہیں ڈھانکا جاسکتا ؎

بڑے بولے کہ جے کٹ دو منیں آئے ۔۔۔ تو تل میں ہوئے پرکٹ جگ سن جائے

ولے اس دوی کوں دو ہونٹ کر جان ۔۔۔ کہ یوں بولے حکیما جان سبحان

جے کچ کٹ دوی ہونٹاں تھے باہر ہوئے ۔۔۔ نہ لاکے بار کچ سنتیں سٹے کوئے

پنکھرو پنجرے میں تھے چھٹے جب ۔۔۔ پکڑ سکیں جو اس کوشش کریں سب

ولے منہ تھے پڑے جے کٹ باہیر ۔۔۔ نہ سکیں کوی چھپا لیون آسے پھیر

جو یک منہ تھے پڑی جگ منہ میں جے بات ۔۔۔ کوا کھل ایک جوں سمدر ہوئے سات

سکیں ڈھانپیں کوے کا منہ سبہہ کوی ۔۔۔ نہ سمدر کو بندھن کوں سکت ہوی

کہے یوں سب بڑے انتر بچار کر ۔۔۔ جو سر لوڑے سلامت کٹ چھپا رک

اسی طرح تسلیم ورضا کی اہمیت، صبر کی تعریف، زمانے کی بے ثباتی، حرص کی برائی، تکبر سے پرہیز اور دشمن سے غافل نہ رہنے کی تلقین اور تزکیۂ نفس کے موضوع پر شاعر نے فکر انگیز اور بصیرت افروز باتیں بیان کی ہیں۔

مثنوی کی ابتدا میں شاعر اپنے کمال فن کے بارے میں کہتا ہے کہ میں شعر میں صنائع اور بدائع کے استعمال پر قدرت رکھتا ہوں اور میرا طرز ادا خاص اور منفرد ہے ؎

خیال د خاص طرزاں خاص لیاوں
غرائب ہور بدائع لیا دکھیاوں

حقیقت یہ ہے کہ مثنوی "یوسف زلیخا" میں نہ صرف نادر تشبیہات و استعارات سے کلام کو زینت بخشی گئی ہے بلکہ دوسرے شعری محاسن بھی مثنوی کے صوری حسن میں اضافہ کرتے ہیں۔ مبالغہ، حسن تعلیل، مراعاۃ النظیر، ایہام، تضاد اور تجنیس کے برجستہ استعمال سے شاعر کی استادی کا ثبوت ملتا ہے۔ چند شعر یہ ہیں ؎

تضاد :

لگیا سینہ جو تیرے دکھ تھے در زور
مٹھے لب سوں نت اس پر توں سٹے شور
ترت[1] جے یک نیوالا کوئی دیلا وئے
بھلا جے بار[2] لا پورت کھلاوے
جو دیتا منج ست کا نور اُجالا
نہ کر پھر جھوٹ سوں اندھکار کالا
کیتا توں منج بھلائی پر بُرائی
سو کھوں پاگا بُرائی کر بھلائی
عزیز اس جھوٹے چندنی کو بجیا جب
نیٹ کو یوں تھے جوں سورج جلیا تب

مراعاۃ النظیر :

سو اس سمدور میں کاڑی ہوئے تیرتی
ملن بندر کوں لاگن ہوس دھرتی
جو دیوا جھوٹ کا روشن کیتی نار
نایا ہے تیل بن جھوٹی انجھو دھار

تجنیس :

جگت اس دشت تل کم ایک تل تھے
نہ بوجھے دجی بن یک بات دل تھے
(تجنیس ناقص)

---

[1] جلدی

[2] دیر

کہ کیوں نہ اس سزا کا ہوئے سزاوار

دھنی کی شرم پر جے کوئی اٹھن ہار (تجنیس زائد)

بہو تیک آس راکھی اپنی چت میں

کہ اس تدبیر تھے مت نرم ہوئے ہیت (تجنیس ناقص)

جو ہوئیں گرم تو بیجل دیسیں سرد

نہ دیکھیں پاؤ ان کی پاؤ کی گرد (تجنیس خطی)

مبالغہ:

ندی ہور اس کنک کی غلغلی تھی

بچکتی گاسے بہو دھرتی تلے تھی

کیتے آپا رجے جگ میں کتد وری

نہ ہوی سفرا بچھاون دھرت پوری

احمد گجراتی اپنے کلام کے معنی آفرینی کے بارے میں کہتا ہے۔ "میرے معنی کی بلندی کے سامنے نو آکاس" بھی پست معلوم ہوتے ہیں۔

بہہ معنی میرے بھی اونچ اچکل

جو نو آکاس دیسیں نیچ اس تل

حقیقت یہ ہے کہ احمد ایک بلند مرتبہ شاعر ہے اس کے یہاں قدرت، خیال معنی آفرینی اور رفعت تخیل موجود ہے۔ احمد گجراتی کی انفرادیت اور "طرز خاص" کا ان کی انوکھی اور نادر تشبیہات سے بھی پتہ چلتا ہے۔ جھوٹ کو بدر کامل سے اور سچ کو ہلال سے تعبیر کیا ہے جس کے پیچھے یہ تصور پوشیدہ ہے کہ جھوٹ سے پہلے پہل لوگ متاثر ہوتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ اس کا اثر کم ہونے لگتا ہے اور بالآخر لوگ اصل حقیقت سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ سچ سے بالعموم لوگ متاثر نہیں ہوتے لیکن جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے اس کی

صداقت واضح ہوتی جاتی ہے اور اس کی اہمیت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ع

کبھیں جگ جھوٹ کو جوں چودواں چند
جو اول جوت دے دن دن ہوئے مند
نوے چند سوں کریں سچ کوں نسبت
جو دن دن جوت اُجالا دے زیادت

اسی طرح کمر خمیدہ زلیخا کو "پینجن" سے، تاریک کنویں کو کافر کی قبر یا دوزخ کی کھڑکی سے، اونٹوں کے پاؤں کے نشانات کو مہ کامل سے، گھوڑے کے سموں کے نشانوں کو ہلال سے اور ہجراں زدہ زلیخا کی بے تابی کو ہوا سے ہلتے والے پتے سے تشبیہ دی ہے۔ اردو ادب کے ابتدائی دور کی تشبیہات اکثر نیچر سے قریب نظر آتی ہیں۔ ان شعراء کا طرز ادا اور طرز فکر تصنع اور ملمع کاری سے پاک دکھائی دیتا ہے۔ احمد گجراتی کے کلام میں یہ خصوصیت نمایاں ہے۔ زلیخا کے بڈھاپے کی جو تصویر احمد گجراتی نے کھینچی ہے وہ مثال میں پیش کی جاسکتی ہے۔ زلیخا کے سیاہ بالوں کے سفید ہونے کو شاعر نے ایک نادر تشبیہ سے واضح کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ قضا کے تیر سے کوا ختم ہوگیا اور اس کی جگہ بگلا آبیٹھا۔ سنبل کیوڑا بن گیا، مشک نے کافور کا رنگ اختیار کر لیا اور نیلم بلور میں تبدیل ہوگیا۔ ع

اندھاری رات تھے جو کیس کالے
سو اُجل ہور ہے جوں دیس اُجالے
عجب ہے پھیر سنبل کیوڑا ہوئے
قضا کے تیر تھے اڑ کر گئے کگ
سو اُن کا ٹھاؤں آکر پکڑے ہگ
نہ دیکھا نا سنیا یہہ دن بڈھا کوئے
جو نیلم پھیر کر بلور ہوا ہوئے

احمد گجراتی کے چند استعارے یہ ہیں جن کے مستعار منہ بھی ان کی اکثر تشبیہات کے مشبہ بہ کی طرح فطرت سے ماخوذ دکھائی دیتے ہیں ۔

دسن ہیریاں سوں مانک ہونٹ پھوٹے
کھجور، انار دانیاں سات توڑے
برہ دو کال تھے یں بھوک مرتی
کرم کر جیو کا بھوجن ادھر تھے
ادک گن چاند توں کس برج میں ہے
رتن امول توں کس درج میں ہے
صبا لگ دو نین متوال اپنے
چرای اُس مکھ کے سنگار بن میں

مثنوی "یوسف زلیخا" میں منظر کشی کی اچھی مثالیں موجود ہیں ۔ احمد گجراتی نے محلات اور باغات کی ایسی خوب صورت اور گویا تصویریں پیش کی ہیں جن کی نظیر دکنی شاعری میں وجہی نصرتی اور غواصی کے سوا کہیں اور نہیں ملتی ۔ باغ زلیخا کی یہ تصویر کشی ملاحظہ ہو جس میں احمد نے نرگس، سوسن، بید، بنفشہ، چنبیلی، موتیا، کنول موگرا، شمشاد اور کلی سے انسانی افعال منسوب کر کے اپنے بیان کو پُر لطف اور دلکش بنانے کی کوشش کی ہے ع

جو پھولے پھول سو رنگ روپ سنگات — کرے نرگس نظر بازی انو سات
دیکھیا سوسن کہ نرگس شوخ دیدا — ہوا اس مارنے لے بانگ پیدا
سو اُس آزا ہوا تحمل عنرانا — سو نرگس بید کن لے گئی کرا ھانا
لگیا سوسن سوں اس جھگڑا بھو تیک — لگے یا لکاں لڑن الیس سیتی ایک
بنفشہ کو پ سوں شمشاد سنگات — لکھے ہیں لام الف جوں خوب خط مات

سونیلا ہو رہیا لا جوں تھے وہ جب کلی برقع اچا دیک ہنس پڑیا تب

کسی خاص خیال یا واقعے پر زور دینے کے لیے احمد نے اشعار میں الفاظ کی تکرار سے کام لیا ہے۔ یہ ان کے طرز ادا کی ایک خصوصیت ہے مثلاً ؎

چڑھائے پھیر پھیر انگ انگ رنگ لال چڑے ست ہت اس رنگ تھے سو رنگ لال

نہ رنج کوں بول بول اس کے پتیا کر نہ میں لالیوں بول ایسا خطا کر

میری شک شک اُسے جانی جو جاوے تو دے سیس سو پھر نا اُچا دے

پرا دامن رنگ رنگ انگ سُہادا منگے انگ سنگ پیہ کا بن پرادا

مثنوی یوسف زلیخا میں صوتی تکرار alliteration کی اچھی مثالیں بھی موجود ہیں اور شاعر اکثر ہم قافیہ الفاظ استعمال کر کے بھی شعر میں صوتی لطف پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے معلوم ہوتا ہے ؎

تکرار صوتی:

رنگیلی رنگ لیالی رنگ کھلندی
مہندی جب نگوں پر ہوی جگندی

جگے جگ دیپ مکھ جب جگے سات
سو دیوے دیس دیولا لی دن رات

مدن ادیال تھے بہو تیک ابل کر
ابلتی سو انجھ آدیں نکل کر

اچھے اچھا ات آچھے جیو تھے دو تن
سو اچھا کیوں نہ یوں آچھے یو جیون

سو اس جلتے سوں جا جل ما نہہ بیٹھوں
سکے جل جل جو ہورا انجھو ال بیٹھوں

جرم جلتی سو وہ جلتی بھی جلتی
کیوں اس کوں نیر تھے تدبیر چلتی

ہم قافیہ الفاظ: کمل کھیلت دیکھت آوت کمل میت

سین والے اُٹھے سب جوں چلی ریت
کہیں جگ دل کوں ہے دل کی طرف باٹ
نہ اڑا ہوئے کچ اڑ لوٹ کھٹ کھاٹ
سمت مت جے رہے مت تھے دو چت مت
نہ جینی چت میں مت کوں ین سمجھت مت

نئی ترکیبیں : —

(۱) احمد گجراتی کی مخصوص لفظیات (Diction) سے بھی ان کی انفرادیت کا پتہ چلتا ہے۔ انھوں نے اپنی مثنوی میں نئی نئی اور بلیغ ترکیبیں استعمال کر کے اپنے مافی الضمیر کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے احمد کی چند خاص ترکیبیں یہ ہیں:

نین بھاون ، جگ دیپ ، نیندالے نین ، میا سیگھن ، جگ دیپ مانک ، دیا دھنی ، برہ بیس ، دکھ ہرنت ، جگ بھلانی ، جگ اٹھاول ، کستوری سہاوا ، کمل دیہہ ، گن سمندر ، پاپ ناسن ، اورنگ بہت ، بھیے نین ، جیو پالن ، مکھ چتر ، نیہ لانی مکھ ، ند نیل ، دکھ دھوپ ، من دشٹ ، پھل نیر ، چمن چت ، برہ نس ، دکھ سمدر ، مدروپ ، مدپرت ، دیا کیلی ، پار نگر سودن سین اور جگ مہکی وغیرہ ۔

جو اُس دوں جگ مہکی پھول پگ تھے | بندی خانہ ہوا سوگند سرگ تھے
جو یہہ دن برہ بس بھید یا تیرے من | دیتا امرت میلا وہ برہ بھنجن
دیا دشٹی سوں اس داسی کوں جگ دیک | جوئی دیکھن تھے دشٹی کھوی دکھ دیک
جتا کچ نین بھاون روپ دھر سوں | نہ دیکھی نین سوں تو کاہی کر سوں
دھرے تو جگ بھلانی نوجوانی | سہانی جیو لانی من لیجانی
کرتوں مدروپ کا سدھ متوالا | پلا ما منج پیرت کا پیالا

۲) احمد گجراتی نے عربی اور فارسی الفاظ کے ساتھ ہندی لفظوں کی پیوندکاری
بھی ترکیبیں وضع کی ہیں مثلاً "آگِ غیرت، پیشانی دکھ، سرو چھل بار، کافوری پرہار
قبت دکھ، نین نرگس، حسرت لبس، مشکن سرو، خوب روپ، توحیدبن، میگھِ رحمت،
ب، دکھ رنگ اور پاپدم وغیرہ ع

کہیا یوسف سوں جو لیوں روپ کیرت	جو جاگے من میں شہہ کوں آگِ غیرت
اینوں دھاکوں پیشانی، دکھ سے تھے	پریشانی سوں بیٹھی ڈگمگ سے تھے
ادھر امرت شربت نا پیلاوے	ولے تلخ حسرت لبس کھلاوے
رکھے اس ماتھے یوسف پاپدم جب	محل پھکے قدم تھے بھر کرم سب
پڑی اس ہول تھے وہ سرو چھل بار	بہو خواری سوں بھوئیں پرچھاواں کی سار
رہیاں جوں بلبلاں توحید بن میں	ہزاراں ناؤں اس ایکس کے من میں
سکوں جوں قحط میں بن سوکھ کرجائے	تو کاہے میگھِ رحمت توں نہ برسائے

شاعر کا مرغوب لفظ "امرت":

"نورس" ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ) کا پسندیدہ لفظ تھا اور
کے دور میں کئی چیزیں اسی نام سے موسوم ہوئیں لفظ "نورس" شراب، نغمہ، پرچم، عید،
سکہ، ہاتھی اور شہر وغیرہ کے نام کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح "امرت" احمد
دیب لفظ ہے جو اس کے کلام میں بار بار مشابہے میں آتا ہے۔ شاعر یا ادیب کی تخلیقات
سوص الفاظ کی تکرار اور کثرت اس کے جذبات اور اس کی نفسیات کی غمازی کرتی
لفظ "امرت" احمد کے کلام میں بار بار اپنی جھلک دکھاتا رہتا ہے۔ اور اس لفظ سے
نے مختلف ترکیبیں بھی بنائی ہیں مثلاً امرت ہوا، امرت پاس، امرت گن، امرت قدم، امر
مرت بیل، امرت بات، امرت جواب، امرت بچن، امرت ادھر، امرت سمدر، ملن امرت

امرت گادن، امرت جھڑی اور امرت لالا. وغیرہ ۔

جو بند کے لوگ وہ امرت ہوا پائے — سبھی زجیو تھے سو جیو لوا پائے
اس امرت نیر ستیں سر نہلا کر — سنگار دتاج کوں اس سیس لا کر
جے کچ پوچھا جو اُس بھوپال راجا — اس امرت گن تھے امرت جواب پایا
ادھر امرت بچن امریت گن امریت — گن امرت نیر کی تا ہوے اینو ریت
منگے امرت ادھر بدیان پیون — شہا دن سیچ مل انگ سنگ لیون
ادھر امرت اُدھر کی چھاؤں پڑ کر — ہوا وہ نیر سب جوں شہد شکر
جو کئی دن بیرہ بس تھا مخ چارا — ملن امریت پائی اُس کا آمارا
سو دلیس وہ دیس امرت بیل وہ بیل — جو میٹھا لال مل دے برہ بس میل

محاورے :—

احمد گجراتی نے مثنوی یوسف زلیخا" میں اپنے عہد کا مروجہ روز مرہ اور محاورے جا بجا استعمال کیے ہیں۔ مثلاً ہونٹوں میں دل آنا (ہیبت زدہ ہونا) باٹ آونا (راہ راست پر آنا) پیار رکھنا (مہربان ہونا) دِشٹ اچانا (نظر پہچانا) دشٹ بھانا (نظر ڈالنا) کان دینا اور کان کرنا (توجہ سے سننا) پاپ لانا (گناہ کرنا) صبوری پکڑنا (صبر کرنا) آسوں رہنا (امید پر جینا) گناہ کا سو دلینا (گناہ کا کفارہ ادا کرنا) جیو کا دان کرنا (جان تلف کرنا) بدپکڑنا (عقل سے کام لینا) نیند کرمری کرنا (نیند میں خلل ڈالنا) باور دھرنا (یقین کرنا) کولوں سے جلنا (آگ بگولا ہونا) نلاجی کرنا (بے حیائی سے کام لینا) شرم کھینچنا (شرم محسوس کرنا) دھیر کسٹنا (ہمت ہارنا) شور لانا ، شور اُچانا (غل کرنا) آس کاٹنا (نا امید ہونا) نیہ لانا (عشق کرنا) پچھٹ پٹانا (بے تاب ہونا) فریاد اُچانا (فریاد کرنا) بال بکھے کرنا (بال نوچنا) آس پانی میں بہہ جانا (مایوس اور نا امید ہونا) رشک لانا (رشک کرنا) ٹھہرن پکڑنا (قرار پانا) میز دانیاں

گنانا (دعوتیں کرنا) بختاں کی سستی (بدنصیبی) سر کلانا (سر مونڈنا) اور جیو کر ڈاکرنا (رنجیدہ ہونا)

وغیرہ ع

یتا دھیرک نہ سٹ چکھ دھسیر ہورہ
جو یہ پانی میری یادر نہ دھرسی
بچارا منج کے جو یوسف کا ن کیتے
کریں کاٹی اپی ہو آپنی اس
سو اس یادول جو اس سوں نبہہ لاوے
یتا کیا جٹ پٹاوے ایک تل میں
نپٹ بے صبر ہو فریاد اچائی
جو کی دو دن صبوری نا پکڑ نا
بندی خانہ سو لایا رشک انبرسات
سو میری آس سب پانی میں بہہ گی
سو یوں کا ندھے پہ اس کو سر کلا کر
پھرائے شہر میں یوں شور اچا کر
نہ میں اس کے کہے پر کان دیتا

زبان کی قدامت :-

حمر گجراتی کی زبان پر قدامت کی چھاپ خاصی گہری ہے۔ الفاظ، محاورے اور تراکیب کے استعمال میں بھی اس کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔ مختلف اشیاء اور مختلف جذبات و تجربات کی ترجمانی کے لیے احمد نے اپنے عہد کے جو مخصوص الفاظ برتے ہیں۔ جب ہم ان کا موجودہ زبان سے ان کے جدید مترادفات سے مقابلہ کرتے ہیں تو دونوں میں نمایاں فرق نظر آتا ہے مثال کے

طور پر انسانی جسم کے مختلف اعضاء کے جو نام احمدؔ نے مثنوی "یوسف زلیخا" میں استعمال کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں:—

دیہہ (جسم) سیس (سر) کیس (بال) کنٹھ (گردن) نین، لوین، چک (آنکھ) ادھر (لب) دسن (دانت) کالیج (کلیجہ) چت، من، ہردے (دل) پگ، چرن (پاؤں) اور نکھ (ناخن) وغیرہ۔

صرفی تجزیہ

(۱) احمد گجراتی نے دکن کے عام قاعدے کے مطابق لفظ کے آخر میں الف اور نون کا اضافہ کر کے جمع بنائی ہے۔ مثلاً کتاب کی جمع کتاباں، پتھر کی جمع پتھراں، تارے کی جمع تاراں، سطر کی جمع سطراں، گمان کی جمع گماناں، جدول کی جمع جدولاں، بخت کی جمع بختاں، پیڑ کی جمع پیڑاں، ہزار کی جمع ہزاراں، ہونٹ کی جمع ہونٹاں وغیرہ

اگر خسرو نظامی کیاں کتاباں
لیکن بہوتیک گماناں سو ہی کی
سٹی بختاں سوں جاگ اس مل نہ بیٹھی
ہزاراں داسریاں بہوتیک ہنرمند

احمد نے اگ کی جمع آگوں، پیاس کی جمع پیاسوں اور آنس کی جمع آنسوں بنائی ہے ع

جو اس آگوں تھے سب جگ جلتا ہوئے
سو وہ کیوں رہ سکے آنکھیں کی آنسوں

کر جو پیا سوں تھے اور تا پر پیا ہوے

(۲) احمد گجراتی کی زبان میں ضمیر کا بڑا تنوع نظر آتا ہے۔ انھوں نے برج بھاشا کے ضمائر بھی برتے ہیں اور دکن میں مروجہ ضمیروں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مثنوی میں انوں، اینوں (ان) کنوں (کن) تمن (تم) تو (وہ) اپس (آپ خود) جن (جو) کن (کون) اسے، یو (یہ) انت (اُن)، ہمن۔ ہمنا (ہم) اُن (وہ) تھیں (تو) اپے (خود) ویسے (جو) استعمال کیے گئے ہیں۔ مثلاً:

زلیخا جب انوں تھے یہ خبر پائی
تمن کوں درس اس کا دکھلا دُں
تو وہ ہمنا ستیں سرکار لاکر
ہمن اچھتیں زلیخا کس گنت مانہ
بڑائی سب شہیداں میں دھرے تن
الٰہی یے بخشش نا تھیں چ
فرشتاں تھے زیادت نور انت کا
یے کچ فرمان اس کا سر چڑاوں

احمد کی مثنوی میں ضمیر کی جمع کی صورتیں بھی موجود ہیں مثلاً:

کنوں گن پار لاگے سو لگا اب
جتاں کچ جانتی تھی او تنیاں بھی
اسی تل ہور کتنیاں تیں ستوا ہے
ہمی ایسیاں سوں یے یک تل میلے گا
دتیاں یا نا ہر یکیں اپنے گھر گیاں
چنا جیسیاں پھل نرمل تیسیاں

(۲) دوسرے دکنی شعرا کی طرح احمد گجراتی نے بھی حرف اضافت کی جمع بنائی ہے

مثلاً

تھنی سن کیاں وزیراں کیاں کنواریاں

زلیخا ہور ہم سن کیاں سہیلیاں

اصیلاں مصر کیاں بیساں چھبیلیاں

کیتاں ابلیس کیاں انکھیاں کو اندھلیاں

احمد نے حرف اضافت کا کی کے کی شکلیں کیرا کیری اور کیرے بکثرت استعمال کی ہیں
مثلاً

سو گست دیا س انگ کیرا میل کر دور

جو کچھ اس بات کیری بات دکھلائی

نہ یک ذرے کیرے مولوں ۔ لکاویں

(۴) احمد گجراتی نے اسم صفت کی جمع اس طرح بنائی ہے ع

دسیاں گایاں جو موٹیاں سال مُکال

دسیاں دبلیاں سوہیں وہ سال دُکال

نیکے بھانکلے جو کونلیاں انگلیاں جوں

نکہ اس لال تا زیاں کونلیاں جوں

(۵) دکنی میں فعل کی جمع بنانے کا یہ طریقہ رائج ہے کہ فاعل جمع مونث ہو تو اس کی مناسبت سے فعل کی بھی جمع بنائی جاتی ہے ۔ احمد گجراتی کے کلام میں اس کی دلچسپ مثالیں موجود ہیں ع

کھڑیاں یک پاؤں پر جوں سرو اچوب

پہنیاں اوڑیاں سوں تن پر زر نگاری

کلیاں تازیاں کھلیاں جب سیج گھالے

اٹھے مشتاق بیٹھیاں سے اٹھے کب

سُنے کیاں پتلیاں جیساں کھڑیاں سو

(۵) دکنی میں فعل ناقص کی جمع بنانے کا عام دستور ہے۔ تھی کی جمع تھیاں اور اتھی کی جمع اتھیاں کی مثالیں نظم و نثر میں اکثر جگہ نظر آتی ہیں۔ مثنوی "یوسف زلیخا" میں بھی شاعر نے انھیں بکثرت استعمال کیا ہے۔ مثلاً

دلے جب دین ناہیں لوجتیاں تھیاں

سو کپتیاں ہوی پتلیاں پوجتیاں تھیاں

(۶) احمد گجراتی کے کلام میں علامت فاعل "نے" کہیں نظر نہیں آتی فاعلی حالت میں یہ علامت حذف کردی گئی ہے۔ وجہی کی "سب رس" میں علامت فاعل موجود ہے اور اس نے اس کا استعمال دکنی قواعد کے مطابق کیا ہے۔

(۷) ماضی مطلق میں دکنی کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ایسے افعال "گیا" پر ختم ہوتے ہیں۔ انھیں ماضی مطلق بنانے کے لیے مصدر کا نا گرا کر "یا" لگا دیا جاتا ہے۔ مثنوی "یوسف زلیخا" کے تمام ماضی مطلق افعال اسی قاعدے کے تحت آتے ہیں۔ مثلاً

مگر بہو دھیاں اُس کھ کا رکھیا جیت

رھیا ہے تو یہاں ہے بیو اُس کی

تیرے وعدے اُپرلے آس باندھیا

زلیخا کوں بھریا دھن مال سنپت

اول تاکید سوں یہ پند بولیا

پچھیں تعبیر سے کچھ ہے سو کھولیا

خوشی سو دھن پراں امول لوٹیا

مناجات اس بندے کا جب قبولیا

(۸) اسم فاعل کی چند مثالیں یہ ہیں ع

سکی ہارا عطارد علم اُنوں پاس

سو گیوں نا تلملے اس پر جلن ہار
کہ جوں ضرباں ستیں ذاکر کہن ہار
نہ کچ فرمان تھے اس کے پھرن ہار
پھپلے لوگ جے تھے بہر پوچھن ہار
مہا ہیبت سیتی جھل کر مرن ہار
سبھہ جگ جاگتیں جے کچ کرن ہار
سدا یک دشت تھے سب جگ دیکھن ہار

(۹) جنس : دکنی میں بہت سے الفاظ کے لیے جو اب مذکر استعمال ہوتے ہیں صیغہ مونث لایا گیا ہے اور اسی طرح مونث کے بجائے مذکر مستعمل ہے۔ احمد کی مثنوی میں بھی اس کی مثالیں نظر آتی ہیں۔ ع

کلی پر تع اچا دیک ہنس پڑا تب	(کلی = مذکر)
زلیخا کوں بی صورت خوب اگر تھا	(صورت = مذکر)
نظر کر دیک اس کی پیرہن پر	(پیرہن = مونث)
کرے تعبیر اس کا جے کچ ہوئے	(تعبیر = مذکر)
زیادت شاعری کا فن دکھاؤں	(فن = مونث)
نہیں اس روپ کی سنگار کا حد	(حد = مونث)
اسی بے رنگ کی رنگ جگ ماں اچھے رنگ	(رنگ = مونث)
شہنشہ کن کرے کن ذکر میری	(ذکر = مونث)

(۱۰) حروف میں یو (یہ) مانہہ، منے، منیں، ماں (میں)، کدھیں (کبھی) ایہاں (یہاں) اوہاں (وہاں) اتال ایتال (اب) جاں (جہاں) کاں (کہاں) جدہاں (جب)، تدھاں (تب) انگے انگھیں اگل (آگے) بھتر بھیتر (اندر) بھار، بھر (باہر)

پچھیں (پیچھے) (بعد) اُپر (اوپر) تل تلیں (نیچے) لیرا (کا) کیری (کی) کیرے (کے) تھے تے سوں ستیں، ستی (سے) سنگات سنگ سنگات (ساتھ) لگ لگوں (تک) کنے (پاس) ہور (اور) نکو، نا ہیں، نیں (نہیں) اور بن باج (بغیر) وغیرہ صفت عددی (بہت) بھی احمد نے اکثر جگہ استعمال کیا ہے۔

(۱۱) اردو میں بالعموم لفظ کی ابتدا میں الف کا اضافہ کرنے سے صفات کی نفی ہوتی ہے۔ یہ طریقہ ہندی میں بھی رائج ہے۔ مثلاً اٹل، انجان، ان پڑھ، و۔ امنل وغیرہ۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لفظ سے پہلے صرف "ن" کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسے نڈر، نہتا وغیرہ ہندی میں "ن" اور "ر" لگا کر بھی متضاد معنی پیدا کیے جاتے ہیں۔ مثلاً نرگن، نربل اور نرآسا وغیرہ۔ احمد کے یہاں اس کی مثالیں یہ ہیں ؏

ست = اوست

آس = نراس

جیو = نرجیو

نیند = انیند

بھاوتی = ان بھاوتی

لاجی = نلاجی

جوت = نرجوت

بھاگنی = نربھاگنی

گن = اوگن

دیکھے = ادیکھے

بھاگی = ابھاگی

سیا = ان سیا

جڑ - اجڑ

گیان : اگیان

پندے - ان پندے

یہ مصرعے ملاحظہ ہوں ؎

جو سادا ان سیا بیتا پرھاوا

جو تجھے بہہ دیس تیرے نین ترجوت

نلاجی کیوں جے لیوں توں آج لیکی

جو اُن تج کوں نیت ان بھادتی ہوتی

الف نافیہ کے بارے میں شوکت سبزواری "اردو زبان کا ارتقاء" میں رقمطراز ہیں کہ یہ سنسکرت سے ماخوذ ہیں اور "ان" کا مخفف ہے[1]

---

[1] شوکت سبزواری - اردو زبان کا ارتقاء - صفحہ ۱۴۸-

لسانی تجزیہ

قدیم دکنی شعراء نے اپنی زبان کو کبھی "ہندی"، کبھی ہندوی"، کبھی گوجری" اور کبھی "گجری" وغیرہ ناموں سے تعبیر کیا ہے۔ احمد اپنی زبان کو "ہندوی" کہتا ہے اور اس پر نازاں ہے۔ ع

سو کیتا ابتدا ہندوی زبان سوں
بہو چند بند اہم صنعتاں سوں

آگے چل کر اپنی زبان کے بارے میں کہتا ہے کہ اس میں عربی اور فارسی الفاظ کی آمیزش بہت کم ہے ع

عرب الفاظ اس میں کم ملاؤں
نہ عربی فارسی بہو تیک ملاؤں

جب ہم احمد گجراتی کی مثنوی کا لسانی تجزیہ کرتے ہیں تو ان کے اس بیان کی صداقت ہم پر واضح ہو جاتی ہے۔ جمیل جالبی، احمد گجراتی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کی زبان بیجاپوری اسلوب سے قریب تھی اور گولکنڈے میں نیا لسانی رجحان فارسی اور عربی روایات سے اثر پذیری کی صورت میں رونما ہو چکا تھا اس لئے احمد کو قطب شاہی دربار میں

زیادہ مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ انھوں نے تحریر کیا ہے :

"یہ گجری اُردو کی بنیادی خصوصیت رہی ہے کہ اس نے ایسے الفاظ کو کثرت سے اپنے دامن میں جگہ دی۔ سارے قدیم گجراتی شعرا اسی زبان و بیان کے ترجمان ہیں۔ اس اعتبار سے یہ مثنوی گجری اردو کے ترقی یافتہ زبان و بیان کا قابلِ ذکر نمونہ ہے۔ ....

فارسی رنگ سخن اس دور کا جدید اسلوب تھا اور احمد نے قدیم اسلوب میں طبع آزمائی کی ہے۔" [1]

محمود شیرانی نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اردو پنجابی سے نکلی ہے۔ اپنی تصنیف "پنجاب میں اُردو" میں قدیم دکنی شعرا کے کلام سے مثالیں پیش کی ہیں۔ دکنی شاعری کا ایک بہت قدیم نمونہ جو انھیں دستیاب ہوا تھا وہ احمد گجراتی کی مثنوی لیلیٰ مجنوں، تھی جو انھوں نے "یوسف زلیخا" کے بعد لکھی تھی۔ محمود شیرانی نے پنجابی اور دکنی کی مماثلت واضح کرنے کے لیے ہر جگہ احمد گجراتی کی مثنوی "لیلیٰ مجنوں" اور امین کی مثنوی "یوسف زلیخا" کے اشعار سے مثالیں دی ہیں۔ محمود شیرانی نے احمد کی مثنوی کے صرفی اور نحوی اور لسانی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے جو نتائج اخذ کیے ہیں ان کا بیان یہاں بے محل نہ ہوگا :

(۱) پنجابی میں صفت اور موصوف اس طرح متحد ہوتے ہیں کہ موصوف واحد ہو تو صفت بھی اس کے مطابق ہوگی اور اسی طرح جمع کی صورت میں جمع لائی جاتی ہے۔ محمود شیرانی کا خیال ہے کہ دکنی نے یہ قاعدہ پنجابی سے اخذ کیا ہے۔ مثال میں انھوں نے احمد گجراتی کا یہ شعر پیش کیا ہے ع

---

[1] جمیل جالبی۔ تاریخ ادب اردو۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۲۴

ہو چاروں سے پاپیاں ہوں بالیاں نکھیاں
وفا شرم انوں تھے سکیاں سب سگیاں

محمود شیرانی تحریر کرتے ہیں :۔

"جس موقع پر اردو میں نہ کرو اور نہ جاؤ گی کہیں گے اس جگہ پنجابی ناکرو اور ناجاؤ کہیں گے ....

گویا تا زیادہ تر تاکید کے لیے آتا ہے۔ دکنی میں بھی ناموجود ہے۔"

احمد دکنی قطب شاہی ع

جو بندیاں تھے ناہوئے گنہ کا ظہور
تو کس دھات ہوے نام تیرا غفور[1]

(۳) پروفیسر شیرانی لکھتے ہیں :۔

جمع کا اثر تمام جملے پر محیط ہے۔ وہ نہ صرف جملہ کے فاعل بلکہ اس کے متعلقات یعنی اسمائے صفات، اضافات، ضمائر افعال اور ان کے توابعات تک برآمد ہوتا ہے۔"[2]

اس قاعدے کی مثال احمد گجراتی کے مندرجہ ذیل شعر سے پیش کی گئی ہے ع

جو ہو ڈال کوئل سو کرنلا نہال
سو کوئلیاں کلیاں لگ کھلیاں ات اشکال

(۴) مصنف نے یہ بتاتے ہوے کہ پنجابی میں بعض مصادر کی ماضی خلاف قاعدہ آتی مثلاً "کرنے، لینے اور دینے کے بجائے کرنا، لینا اور دینا وغیرہ" احمد کا حسب ذیل شعر

---

[1] پروفیسر محمود شیرانی۔ پنجاب میں اُردو"۔ صفحہ ۹۸

[2] " " " " ۱۰۱

مثال میں درج کیا ہے ع

اگیانی دیئے گیاں سیتی جواب

دینا ہور کھیتا ادب سوں خطاب

(۵) محمود شیرانی لکھتے ہیں:

"پنجابی میں قاعدہ ہے کہ غیر زبان کے الفاظ کے آخر میں اکثر یائے زائدہ اضافہ کردیتے ہیں جس کے بظاہر کوئی معنی نہیں ہوتے جیسے نظر سے نظری حیات سے حیاتی"..... دکنی میں بھی یہی دستور موجود ہے۔[1]

پہلے محمد قلی قطب شاہ کا ایک شعر مثال میں پیش کیا گیا ہے اس کے بعد "احمد دکنی قطب شاہی شاعر دربار محمد قلی قطب شاہ" کا یہ شعر درج کیا گیا ہے۔

تجے نت من مت سوں شادی شراب

رہ گی خماری تھے میں سو خراب

(۶) "پنجاب میں اردو" کے مصنف لکھتے ہیں:

"بعض خلاف قیاس جمع دکنی میں ملتی ہے جو پنجابی کے بہت مطابق ہے مثلاً سات کی جمع ستیں دو کی جمع دوہوں ..... احمد دکنی جو محمد قلی قطب شاہ کے دربار کے شاعر ہیں لکھتے ہیں: ع

جو احمد کرے اس دہر میں سنگار

سو اب شہ تھے پائے ستیں سنگار

دیگر ع

---

[1] پروفیسر محمود شیرانی۔ پنجاب میں اردو۔ صفحہ ۱۰۹

رتن شعر کے ہیں دو بھوں جگ امول

دو بھوں جگ چھپاوں رتن اول اول[1]

آگے چل کر محمود شیرانی نے پنجابی کے ایسے بہت سے الفاظ کی جوان کے خیال میں صرف دکنی میں ملتے ہیں۔ مثالیں دی ہیں الفاظ درج ذیل ہیں ۔

لوڑنا ، انیڑنا ، لانا (بمعنی لگانا) لڑنا (سانپ کا ڈسنا) کاں (واسطے لیے) چیکڑ (کیچڑ) منگنا (مانگنا) پٹی (بمعنی تختی اور لوح) ڈینا (دینا) اور لوک (لوگ)۔ انھوں نے احمد گجراتی کے حسب ذیل شعر بطور مثال پیش کیے ہیں ع

(۱) کرے ایک نیکی تو دے دس ثواب

جو لوڑے زیادہ پے دے بے حساب

(۲) جو قاصد کیرے ہاتھ نامہ چڑیا

جو توفل کے نیڑے ترت انیڑیا

(۳) بہو دن کے ناموس کو آگ لائی

سہن برس کا مسگ ماٹی ملائی

(۴) جسے کیس کالے سینولے لڑے

نہ اترے سبھہ جگ منتر پڑھے

(۵) سو کچھ مان مانس کوں کیتا عطا۔

جو سب کچھ اسی کاں پیدا کیا

(۶) پچھاڑی جو کیا کراپی پی پڑیا

کٹ ہور ماٹی چیکڑ میں پڑیا

(۷) سر فراز کرتے منگیا توں منجے

خداوند اس کا جزا دے تجے

---

[1] پروفیسر محمود شیرانی - پنجاب میں اردو - صفحہ ۱۱۴

(۸) پیت حرف تین تن سیہ کر پٹی
کہا گود میں دھر سکے وہ پٹی

(۹) جو ڈوبتا نکلتا دیسے جگ میں سور
سو مشتری پھرا ہو دیں نزدیک دور

(۱۰) جو لیلیٰ کے لوکاں سنتے یہ خبر
سنوائے صدا ترت ستگار گھر

پنجابی کا اثر: مثنوی "یوسف زلیخا" میں احمد نے دوسرے دکنی شعراء کے برخلاف پنجابی الفاظ آکھا آکھی اور آکھے (کہا کہی اور کہے) کثرت سے استعمال کیے ہیں ع

عزیز اس بات کو شہ سات آکھیا
کوئی آکھی پریشانی سحر کی
عزیز مصر کر منج آکھتے ہیں
نبی ہوئے پایا جب مرسل آکھوں
نہ تجھ کا شکر میں یک تل سکوں آکھ

(۲) پنجابی میں یہ صوتی رجحان اپنی جھلک دکھاتا رہتا ہے کہ "ب" کے تلفظ کی جگہ "و" نے لے لی ہے۔ مثلاً "برائی" وڈائی، بیگار وگار، بس وس، بال وال اور برف ورف بن گیا ہے۔ احمد کی زبان کا تجزیہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ان کے یہاں یہ رجحان موجود ہے اور انھوں نے کہیں کہیں الفاظ کے پنجابی تلفظ کو ترجیح دی ہے۔ مثلاً باز آئی کو واز آئی، بیراگ کو ویراگ، بن باس کو ونواس، "میزبانی کو میزوانی بنایا گیا ہے ع

جو جھاڑے جھاڑ پھر پھر واز آئی
نہ کس رکھ تھے جو بن دکھ پھل کھائی

بہو دیتا آگ کی ویراگ سیتی
کیتے دن لاک جنگل میں رہی تھی

دکھوں ونواس لے جنگل میں پھری
دے یک تل یرہ بھڑ کا نہ ٹھیری

(۳) پنجابی میں "ڑ" کا تلفظ "ڈ" سے بدل جاتا ہے۔ یہ صورت احمد گجراتی کی زبان میں بھی اکثر جگہ دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً بڑھادے کو بڈھادے۔ بڑھائی کو بڈھائی (بوڑھے) کو بڈھے، چڑائی کو چڈائی اور بوڑھی کو بڈھی سے تبدیل کر دیا گیا ہے ع

کہیں ہے مصر میں بھی سو بڈھی ایک
جو اس نیہہ تھے پریشاں ہوئی بہو تیک
گھڈائی انگر اور تاج امولک
چڈائی جگ دین مانک مہولک
جو لادے من میرے کر نور کی ڈال
بڈھادے جیو پانی گھال کر پال
کہی بھدی یہی بستا جو لیا کر
بڈھایا پیار سوں توں پنکڑا کر

ماضی مطلق کی شکل کیتا اور فعل دیسے دکنی شعراء کے کلام میں بار بار استعمال ہوتے ہیں احمد گجراتی نے بھی انھیں ذریعہ اظہار بنایا ہے۔ اسی طرح لفظ توڑتا، لوٹے، کرھیں، سوں (قسم) بہر (باہر) اور بدل (بادل) نے احمد کے ذخیرۂ الفاظ میں جگہ پائی ہے۔

(۴) پنجابی میں فعل مستقبل کے لیے گا گی گے کے علاوہ "سی" بھی لایا جاتا ہے۔ احمد گجراتی نے بے تکان اس کو استعمال کیا ہے اور مثنوی یوسف زلیخا" میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں مثلاً

جو چاکھے پر نہ یک تل یچ گیذ ہی
جو وہ لذت ناپاسی تل میں مرسی
تو یک ایسی کلی دھات کرسی
نہ کہل یچ گود میں نگلاں بھرسی

نہ چیل ہی رانی نہ جیاں کا بن باج
نہ حاجت یا دسی بن بات محتاج
جو اس داسی کہنے بھتے نہ آسی
جو کچھ دہ جو تیرے دل کو تہ بھاسی
جو یہ یا کی سیری یادر نہ دھرسی
سو اب خاطر تیرا جے کچ کرسی

وجہی نے بھی 'سب رس' میں کہیں کہیں اس کا استعمال کیا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ احمد گجراتی کی زبان سے نہ صرف پنجابی کی جزوی مماثلتوں کا پتہ چلتا ہے بلکہ وہ برج بھاشا کے اثرات کا بھی ترجمان نظر آتی ہے۔ مراہٹی کے الفاظ کو بھی اس نے جگہ دی ہے اور دکنی کے مخصوص صوتیے اور املے بھی استعمال کیے ہیں۔
"مقدمہ تاریخ زبان اردو" میں مسعود حسین خاں نے لکھا ہے:

"ممکن ہے دکن میں بھی شمالی ہند کی ایک بولی نہ گئی ہو بلکہ کئی بولیاں پہنچی ہوں جن کی آمیزش سے بعد کو وجہی اور قلی قطب شاہ کی معیاری دکنی متشکل ہوئی لیکن یہ امر یقینی ہے کہ یہ تمام بولیاں نواح دہلی ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔"[1]

آگے چل کر رقمطراز ہیں:-

"دکن میں یہ بولیاں زبان دہلوی کی ایک ایسی شکل میں پہنچی ہیں جب وہ "سیال" تھی اور اس پر مختلف لسانی اثرات کارفرما تھے۔"[2]

---

[1] ڈاکٹر مسعود حسین خاں، مقدمہ تاریخ زبان اردو۔ صفحہ ۲۶۳۔
[2] ،، ،، ،، ۲۶۳

"یہ مختلف لسانی اثرات" احمد گجراتی کی زبان میں اپنی جھلک دکھلاتے رہتے ہیں۔ ذیل
میں ان کا تجزیہ کیا گیا ہے :-

مراہٹی کا اثر: احمد گجراتی کے ذخیرہ الفاظ میں مراہٹی لغات بھی موجود ہیں مثلاً چاہ
(خواہش) پیک (فصل) کتیک (کتنے) سکل (سب) آگل (آگے) سرونگ (تمام) بھگو
آہے (ہے) بی (بہت) سیوٹ (مراہٹی شیوٹ - انتہا، حد) اور آتھرا (پھیلا ہوا
وسیع) مراہٹی سے مستعار ایک لفظ جو دکنی تخلیقات میں بار بار استعمال ہوا ہے "نکو" ہے
اس لفظ کا استعمال احمد کے یہاں نہ ہونے کے برابر ہے۔ مراہٹی کا لفظ "نکو" سنسکرت
نَ کھں اور پراکرت نکھو سے مشتق ہے۔ نکو اور نکّو حرف انکار نا اور نہیں کے معنی میں
دکن میں مستعمل ہے۔ مراہٹی کا ایک اور لفظ جو دکنی میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے "چ"
تاکیدی ہے   یہ لاحقہ دکنی نے مراہٹی سے مستعار لیا ہے۔ مراہٹی میں یہ سنسکرت
کے (چ + ایوا) سے ماخوذ ہے۔ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ اس حرف تخصیص کو احمد گجراتی
نے بہت کم برتا ہے۔ یہ مثنوی میں شاذونادر نظر آتا ہے ع

(۱) ڈریں دیکھتیچ روپ ان کا ڈرا دیں
(۲) ایتا ییچ دیکھتا اس کان تدبیر
(۳) کہ وہ بجھ تیچ تھنا تھا جو کچی دن

گجراتی کے الفاظ جے (جو) مانیہہ اور پونگرا (لڑکا، بچہ) مثنوی یوسف زلیخا میں بار بار نظر
سے گذرتے ہیں مثلاً:

جے کوئی شہہ کا مخالف ہوئے کر آئے
جے کوئی چیک جاگتے کرتے گدائی
جے کچھ یہ چیتھا سکلی برہ کی
جے کوئی من بھاؤ پیوسوں من جو باندے

عزیز آپیں منج پینگرڑا کر آکھا
جو جگ میں منج نیں پنگڑا تیں سکھ
سبھ پنگڑیاں تھے ہوندھیا نین کی دار
جو ملتل ہوئے سب پنگرے آ دیکھے

گجرات احمد کا وطن تھا اس لیے ان کے کلام میں گجراتی الفاظ کی موجودگی کوئی تعجب خیز بات نہیں معلوم ہوتی۔

برج بھاشا: (۱) احمد گجراتی کی زبان پر کسی اور زبان سے زیادہ برج بھاشا کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ انھوں نے برج مصادر متواتر استعمال کیے ہیں اور برج مصادر اور افعال سے ان کی زبان غیر معمولی طور پر متاثر نظر آتی ہے۔ نکلی، گرجن، گاون، برسن، ڈھونڈن، دیون، لجاون، رہن، مانگی، توڑن، چھوڑن، بولن، کرن ڈالن۔ راکھن، دیکھن، مٹکاون، سنگارن، ہہکی۔ سہاون۔ ڈرن، رہن اور مرن جیسے بے شمار مصادر مثنوی میں جابجا موجود ہیں ع

جتا کچھ ہوئے مٹکاون سنگارن
لگی زاری کرن کرتار درگاہ
لگے یوسف دعا مانگی خدا پاس
لگے لتنے تھے من پھل پھول توڑن
لگے لتنے تھے دکھ دہ باغ چھوڑن
لگیا برسن جو مکھ تھے نور پر نور
چلے لے کر کرن یوسف کے تیئں گھات
لگے بولن میٹھے ہونٹاں تھے میرے
کہی اس کالجاون منج نہ بھاوے

کرے کرتار توں جے کو جے بھاوت

دیکھت اس ہوے پانی جو پتھر ہوے

نہ سو ہے کت دیکھت وہ روپ یعقوب

کہ جاگت روپ پی کا دیکھتی ہوں

کمل کھیلت دیکھت آوت کمل بیت

جو دیکھے نگہ جھکت انگلیاں پر

سہر کوئی دانت سیتی گانٹھ کھولت

(۵) ضمائر کے استعمال میں بھی احمد گجراتی نے کہیں کہیں برج بھاشا کی پیروی کی ہے۔ برج میں واحد متکلم کے لئے "میں" اور "ہوں" دونوں مستعمل ہیں۔ احمد نے بعض جگہ میں کے بجائے ہوں استعمال کیا ہے مثلاً:

تردد دل میں تھا بہو تیک منج یوں

کہ بولوں نظم سیتیں کیا کتاب ہوں

برج بھاشا کے بعض طور ضمائر مثنوی "یوسف زلیخا" میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ون اور سو ہیں (سوہی) تاہیں وغیرہ ع

چلی دل باغ سوں اس باغ کو ون

جو ناہیں ملک ایکس سوں یک پرت میں

جو کچھ دیسے سو دیسے لال سو ہی

(۶) حروف استفہام میں کاہے (کاہے) اور "کائی" بھی استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً:

جو پوچھی دائی وہ توں کائی جلتی

کہ کاہے دند کر کیتی وو جا بند

دکنی میں برج بھاشا کے اثر پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر زور "ہندوستانی لسانیات" میں

لکھتے ہیں:

"دکنی شاعروں کے کلام میں برج بھاشا کے ایسے ایسے الفاظ اور ترکیبیں مستعمل ہونے لگیں کہ سرسری نظر ڈالنے والا یہ مشکل کہہ سکے گا کہ دکنی اردو سو سال تک برج کے اثر سے محفوظ رہ چکی ہے۔"[۱]

احمد کا کلام بھی برج بھاشا کے الفاظ اور برج زبان کے اثر سے محفوظ نہیں رہ سکا ہے۔ برج بھاشا کا قدیم نام گوالیاری ہے[۲] سکندر لودھی کے عہد سے لے کر شاہ جہاں کے زمانۂ حکومت تک آگرہ جو برج بھاشا کا مرکز تھا حکومت کا پایۂ تخت رہا اور اس طرح ایک عرصۂ دراز تک لودھی، سوری اور مغل حکمرانوں کا پایۂ تخت برج بھاشا کا علاقہ رہا جس کی وجہ سے دو سو سال کے عرصے میں اس زبان نے خاطر خواہ ترقی کی بقول پروفیسر مسعود حسین خاں "دکن کے مصنفین بھی اس کے دائرۂ اثر سے باہر نہیں تھے۔"[۳] حقیقت یہ ہے کہ وجہی نے جب "سب رس" جیسی بلند پایہ ادبی تخلیق پیش کی تھی تو گوالیار کے "چاتران" ہی سے اپنی انشاپردازی کی داد طلب کی تھی۔ محمد قلی قطب شاہ کی گیت نما غزلیں اس زبان سے اثر پذیری کی ترجمان ہیں۔ دکن میں برج بھاشا کی پذیرائی کا ایک سبب، بھگتی تحریک اور موسیقی بھی تھی۔ مختصر یہ کہ گجرات کا خطہ ہو یا دکن کا علاقہ، برج بھاشا کے اثر سے بچ نہیں سکتا تھا۔ اس لسانی پس منظر میں جب ہم احمد گجراتی کی زبان پر جہاں تہاں گوالیاری کی ہلکی سی چھاپ دیکھتے ہیں تو یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں معلوم ہوتا۔ لسانی اعتبار سے احمد کی مثنوی "یوسف زلیخا" ادبی زبان کے تدریجی ارتقاء کی ایک اہم کڑی معلوم

۱۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور۔ ہندوستانی لسانیات۔ صفحہ ۱۱۰۔

۲۔ پروفیسر محمود شیرانی۔ پنجاب میں اردو۔ ۱۳۶۔

۳۔ پروفیسر مسعود حسین خاں۔ مقدمہ تاریخ زبان اردو۔ صفحہ ۲۶۳

ہوتی ہے۔ اور اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔

(۱) دوسرے دکنی شعرا کی طرح اکثر جگہ مصمتوں میں "ھ" کی تخفیف کا
مشاہدے میں آتا ہے۔ مثلاً اچھنے کو اچنے، بھی کو بی، سُدھ کو سُد، کھوجتی کو کوجتی
ساتھ کو سات، ہاتھ کو ہات، نگھل کو نگل، چھبتے کو چبتے، سیڑھیاں کو سیڑیاں، دو
کو دود، گواہ کو گوا، دیکھ کو دیک، رکھ کو رک، اٹھ کو اٹ، کچھ کو کچ اور تخت گاہ
تخت گا کہا گیا ہے اس طرح کے غیر ہا کاری تلفظ کی بہت سی مثالیں مثنوی "یوسف
میں موجود ہیں:

زلیخا کو بی صورت خوب اگر تھا

گوا ہونا گوا ناہیں تو سوگند

چبنے کانٹے جو چیرے گے سو پک مائیں

نہ سوجی اس کہ اس کا کیا سبب ہے

سو آخر جب میلے اس سات یوسف

جو بھیجی دائی کوں یہ بات سکلای

کہیا میں ردتا یہ ڈرھیا رک

(۲) اس کے برخلاف مصمتوں میں ہائے زائدہ کا استعمال بھی دکنی کی ایک لسانی
خصوصیت ہے اس کی بہت سی مثالیں مثنوی "یوسف زلیخا" میں نظر آتی ہیں۔ مثلاً
کھان (کان) پلکھاں (پلکاں۔ پلک کی جمع) پاکھ (پاک) کانٹھے
(کانٹے) اینٹھ (اینٹ) الٹھے (الٹے) پیٹھا (پیٹا) پوچھیں (پوچیں) استعمال کیا گیا ہے
دکنی کا یہ ایک عام رجحان ہے کہ اس میں غیر تنفسی "ٹ" اکثر "ٹھ" سے بدل جاتی ہے۔

نیکے مکھ پر جو الٹھے بات ماریں

نین پلکھاں سوں پیہ کی پنتھ جھاڑیں

تیرا من میت نت منڈھیر تیری

(۳) ا۔ احمد کی زبان میں تخفیف مصوتہ کا رجحان بھی موجود ہے۔ مثلاً بادل کو بدل، کانپنے کو کپنے، اِبند کو بند، تیرتی کو ترتی، آسمان کو اسمان، پاتال کو پتال سونے کو سُنتے، آنگن کو انگن، پھول کو پھُل، ٹوٹتی کو ٹتی۔ بھوکے کو بُھکے، پاتالوں کو پتالوں، دیپ کو دپ، غوطے کو غطے، سوکھی کو سُکی، سُوتا کو سُتا، باہر کو بھر، پھوٹ کو پھُٹ، جھوٹ کو جھُٹ اور ڈیلے کو ڈلے بنا دیا گیا ہے ع

جو ہر گھر لوے اسمان کی دھات

سُنتے کے مور انگن میں دم اُچا کر

جو چھاؤں اس کی سورج دپ کو چمکائے

جے کچ کٹ دوی ہونٹاں تھے بھر ہوئے

(ب) تخفیف صوت کے ساتھ ساتھ احمد کی زبان میں مصمتوں کی آواز کو طویل کرنے کا رجحان بھی نمایاں طور پر موجود ہے الفاظ کے درمیان اکثر نیم مصوتوں مثلاً و (ں) اوری (ی) کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اور یہ رجحان احمد گجراتی کی زبان کا غالب میلان نظر آتا ہے۔ انھوں نے نس کے بجائے نیس، سُنتے کے بجائے سونتے، ملے کے بجائے میلے، بکھرے کے بجائے بکھیرے پکارے کے بجائے پوکارے، نت کے بجائے نیت سلگائے کے بجائے سلیگائے، نکلی کے بجائے نیکلی، چپ کے بجائے چوپ، تج کے بجائے توج بچھڑے کے بجائے بیچھڑے، مکھڑا کے بجائے موکھڑا سن کی بجائے سین، چنے کی بجائے چوتے، کندن کی بجائے کوندن بسر کے بجائے بیسر سکھ کی بجائے سوکھ نڈھال کے بجائے نیڈھال اور مکھ کے بجائے موکھ استعمال کیا ہے ع

سدا وہ کل سو منکر سوکھ کے ہیں

سبھ وہ بائیں یوسف تائیں چوتے

نپٹ بکس کئے یوسف جو سونے

نہ سونے وہ جتا یو کار باریں

انجھوا ڈھالن لگی نیند ڈھال ہو ہو

سو کیا گن میلنے دن ہور راتی

گگن بھر جوں نکھیتر بکھرے ہیں

دوی پردے تھے باہر نیکلی تھی

(۴) لفظوں کا غیر انفی تلفظ بھی اپنی جھلک دکھاتا رہتا ہے۔ احمد گجراتی نے چینت (فکر) کو چیت ڈانٹی کو ڈاتی، انگیٹھی کو اگیٹھی اور کنواں کنول کو کول، لکھا ہے ع

جو لیں باتاں میں ڈاتی گی متر تھے

نپٹ اس تھے جگائی عشق اگیٹھی

کیا کھل ایک پھل سمدور ہو جائے

کھلیا جوں کول کیتے پھاڑ کپڑے

نہ کھیلے کول جب سورج نہ سپڑے

(۵) مثنوی یوسف زلیخا میں جہاں غیر انفی تلفظ کی مثالیں موجود ہیں انفی تلفظ کا رجحان بھی یہاں سے سامنے آتا ہے۔ احمد گجراتی نے بچے کو باچنے، دنیا کو دنیاں، ستانا کو سنتاتا ٹھیکرا کو ٹھینکرا جیت کو جینت، ساميا کو ساميان، چشما (چشمہ) کو چشماں، آگے کو انگے، لاگے کو لانگے، برسات کو برسانت، سیپیاں کو سینپیاں اور جانے کو جانے استعمال کیا ہے ع

نہ کوئی دنیا کے داواں سوں سکے جینت

جو یہ حال آئے جس عاشق کے آنگے

نپٹ معشوق کی دوری تھے لانگے

تو ایر جگ دریا میں سیپیاں ہیں

(۶) دکنی میں اکثر یہ مشاہدے میں آتا ہے کہ ایک لفظ میں اگر دو کوزی آوازیں ہوں تو پہلے کو نری آواز دندانی سے بدل جاتی ہے عام بول چال میں بھی یہی طریقہ رائج ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی میں اس کی مثالیں یہ ہیں ؏

تتی ماتا پاپ ہور سارے جگت تھے

ولی ناہیں تتی تیری پرت تھے

جو تج بن منج کو ٹھنڈک ناہیں

زلیخا کوں سواس ٹھنڈی لوپن تھے

تھنڈی بتول نورانی ستارا

(۷) کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے اکثر الفاظ کی تکرار سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ مثلاً مثلاً گھر گھر اور روم روم وغیرہ۔ دکنی میں بالعموم لفظ کی تکرار کی صورت میں پہلے لفظ میں یائے معروف کا اضافہ کر دیا جاتا ہے مثلاً گھر گھر کے بجائے گھرے گھر اس کی مثالیں احمد گجراتی کی مثنوی میں بھی ملتے ہیں ؏

جو بھید یا لالی یا لے یال اُس تن

نہ برسے برس یوں محلوں سکا مار

جو جیباں ہوئیں بالے بال سب تن

سٹے پنچھے پنچھ اس اچھے نگوں تل

جیتیاں لاکھاں منے ملکے ملک کیاں

جو چھانٹیاں پر نیکے نکھی کھونٹے کھونٹ

(۸) تلفظ میں اصوات کا اپنی اصلی جگہ بدل دینا بھی ایک طرح کا عمل تقلیب ہے۔ اس طرح کے تبدیل مقام (Transposition) کی مثالیں احمد کی زبان میں بھی پائی

جاتی ہیں۔ قفل کو کلف، لپیٹے کا پلیٹے، ننھی کو ننھی، کیچڑ کو چیکڑ، پنکھڑیاں کو پھنکڑیاں یا پتھر کو پھتر اور کٹھن کو کھٹن کہنا حروف کے مقدم و موخر ہونے کی مثالیں ہیں ع

کلف الماس پر وہ کیوں چلے گی

پنم چند جوں بھنا ہوئے بھنا پھیر

سڑیا چیکڑ گندا پانی بہو دھات

کمل کی پھنکڑی ہے جیب امول

نظامی کی "کدم راو پدم راؤ" اور قریشی کی "بھوک بل" میں لفظ پلیٹ لپیٹ کے بجائے استعمال ہوا ہے۔ ع

کہ جیں بھینٹ تھیں راج سب لے پلیٹ

(کدم راؤ پدم راؤ) [1]

(۷) اعداد:

احمد گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" میں حسب ذیل اعداد ملتے ہیں:

ایکس، ایکٹ، ایکن، ایکا، یکن	= ایک
یکھادا	= ایک آدھا
دوں، دھوں دوہ - دوے	= دو
سپت	= سات
اشٹ	= آٹھ
یکادس (یکا + دس)	= گیارہ
چوداں	= چودھاں

---

[1] جمیل جالبی۔ کدم راؤ پدم راؤ صفحہ ۶۔

چالس	= چالیس
سہس، سہسر	= ہزار
لک، لکھ، لکھتر	= لاکھ

حسبِ ذیل اشعار ملاحظہ ہوں ع

(۱) ہمیں ہر ایک خوبی میں یکیٹ ہیں (۲) ہزاراں ناؤں اس ایکس کے من میں

(۳) دھوں جگ میں بس اس کی چھاؤں ہنما

(۴) سو کچ اس میں تھے اچھے دودے موتی (۵) نہ کر دودھ تھاؤں میں دکھ کا زیاں کار

(۶) جو اس کے نام پر دوں جگ فرمان

(۷) جلیں تارے سپت آکاش سوں مل

(۸) پتا یوسف لیکا دس پتر اس کوں

(۹) جو چالیس برس کی رہی تھی چتر نار

(۱۰) امس تھی ہور کوت بولوں سہس لک

دکنی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کچھ ایسے صوتیے (Phonemes) موجود ہیں جو جدید اُردو میں نہیں پائے جاتے مثلاً "لھ" (lh) نھ (nh) رھ (Rh) وھ (wh) یھ (yh) اور مھ (Mh) یہ متنفس آوازیں ایک طرح سے دکنی کی پہچان بن گئی ہیں احمد گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" سے ان کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

(۱) لھ (lh)

دلے اس ہوس تھے وہ دل لھو ہوئے
غریبی تھے یکجا پھٹ کر لھو ہوئی
دسیس اس پر سو لھزاں ہو ہو یک نھار

(۲) نھ (nh) یہ متنفس صوتیہ دکنی میں بکثرت مستعمل ہے۔ احمد کی مثنوی میں بھی یہ بار بار آیا ہے ع

سو نھالی جو بتیں مت انپڑے ذک
اٹھی سو دیک کر نھاٹیا جو ڈر کر
کر سب جگ روق اس کوں نھلائی

سو اس تھے جیو اس کا ناگیا نھاس

(۳) رھ (Rh) یہ صوتیہ بھی مثنوی "یوسف زلیخا" میں اکثر جگہ اپنا روپ دکھاتا رہتا ہے ع

کن اس کی پاتیتی جاگت رھیا ہوئے

رھیا ہے من کمل تنگ ہو کلی سار

تیرے فرماں میں رھیوں جب تلک جیوں

سو سبزی میں رھیا جوں مشک کا ناگ

(۴) مھ (Mh) مھ کا صوتیہ مثنوی "یوسف زلیخا" میں زیادہ مستعمل نہیں ہوا ہے۔ کہیں کہیں احمد گجراتی نے اس سے کام لیا ہے مثلاً ع

لٹکی مھور جوں یہ رنگ اپروپ

جگت مھکار اس کی باس امریت

جو مھیندی سوں نکھوں کوں رنگ دیوے

(۵) دھ (wh) احمد نے صوتیہ دھ (wh) سے بھی کام لیا ہے۔ مثالیں درج ذیل ہیں ع

نہ دوجا کوئی وھاں پیچھے نہ آگے

دلیاں کوں سب وھی بخشتے ولایت

امالے
(Dipthongs)

جدید اردو میں دو امالے (au) اور (ai) مستعمل ہیں۔ مثلاً:

(۱) کون :- کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرگ افگنِ عشق
ہے مکرر لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد (غالب)

(۲) کئی :- قیس پیغام ہی کہتا ہوا اللہ رے شوق
ساتھ قاصد کے گیا تھا کئی منزل دوڑا (ناسخ)

لیکن دکنی میں کچھ اور امالے بھی موجود ہیں جیسے (ui)، (oi)، [illegible] (ae) (ue) دکنی میں بالعموم یہ صوتی رجحان پایا جاتا ہے کہ دو مصوتوں کا تلفظ ایک امالہ کی طرح کیا جاتا ہے مثلاً بھوئی (u + i)

جو یادیں بکھرے تھے نارا پیا بھوئی
پرت پیاں سوں گذرانی جو بھوئی رین
دلے انجھواں تھے وہ مکھ آرسی بھوئی
نہ بھوئی اس دھات بن کا فرکیری گور
رہی اچھری اٹھی بھوئیں کی پٹی پر

(۲) دکنی کا ایک اور امالہ (ئے ہ) ہے جو "ہ" اور "ئے" کی آوازوں سے مل کر بنتا ہے ادغام کی یہ صورت اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب دو امالے تلفظ میں متصل واقع ہوتے ہیں ع

جے کوئی من بھاوے پیو سوں من جو باندھے
سو در گند باس اس تھے کیوں دیکھے کوئی
نہ دیکھیا نہ سنیا یہ دن بڈھائی کوئی
سو بانویں تھے سیدھا پن کیوں دیکھے کوئی

(۳) ہ e یہ امالہ ہ اور e کے اتصال سے بنتا ہے۔ احمد کی مثنوی سے یہ مثالیں ملاحظہ ہوں ع

کہ ہوئے اس کے خریداراں میں منج نام
جو ہوئے اُس انگ تھے یک بال کا تار
دکھوں جن دھول میں لڑتی پڑی ہوئے
سو کیوں وہ ریشمی بھلی اپر سوئے

(۴) (ai) جب ə اور ئے کسی لفظ میں متصل ہوتے ہیں تو اس امالے کی تشکیل عمل میں آتی ہے ع

جو بیسی گئی سیہ تن بھار سیتی
سو آخر کئی دگد سوں پائی اُس میں
یہی تھا کئی برس لگ حال اُس کا
جو کئی دن بھاگ سوں میں پائی خواری
کہ بہت اُس سے ورا سی گئی اُسی تل

مثنوی کا قصّہ

قصّہ یوسف زلیخا ایک مشہور و مقبول قصّہ ہے۔ اس کی ہمہ گیر مقبولیت کا ثبوت، عالمی ادب میں اس کی پذیرائی سے بھی مل سکتا ہے۔ یہ داستان مختلف زبانوں کے بلند پایہ فن کاروں کی توجہ کا مرکز بنی رہی ہے۔ فارسی میں ابوالموید بلخی، بختیاری اور پھر فردوسی نے اس قصّے کو موضوع سخن بنایا تھا۔ اور جامی نے اس کی دلکشی سے متاثر ہو کر اُسے مثنوی کے شعری پیکر میں ڈھالا تھا۔ جرمن زبان میں روزن وے Rosen weigh نے اس قصّے کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کیا ہے آر۔ ٹی۔ ایچ گرافت R.T.H.Griffith آئی۔ اے راجر I.A.ROGER نے بھی اس قصّے سے دل چسپی لی اور اسے انگریزی ادب کا جزو بنا دیا۔ فردوسی کی "یوسف زلیخا" کا ترجمہ دیا نا سے ۱۸۸۹ء میں جلڈن جی ڈیچ نال (Helden gedichvon) نے اور فلک پرلس (Felik Perles) نے ۱۹۰۱ء میں برلن سے کیا۔ دکن میں احمد شریف گجراتی وہ پہلا شاعر ہے جسے قصّہ یوسف زلیخا کو نظم کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اس کے بعد متعدد بار قصّہ "یوسف زلیخا" دکنی مثنویوں کا موضوع بنتا رہا لیکن اولیت اور ادبی عظمت کے اعتبار سے احمد شریف کی مثنوی سب پر سبقت لے جاتی ہے۔

حضرت یوسف کے زمانے میں مصر پر جس خاندان کی حکومت تھی وہ تاریخ میں "چرواہے بادشاہوں (Hyksos Kings) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ عربی النسل تھے اور دو ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ فلسطین و شام سے مصر جا کر مصر پر قابض ہو گئے تھے۔ عرب مورخین اور مفسرین نے ان کے لیے "عمالیق" کا نام تحریر کیا ہے[1]۔ پندرھویں صدی قبل مسیح کے اواخر تک یہ خاندان مصر پر قابض رہا اور ان کے زمانے میں مصر کا اقتدار عملاً بنی اسرائیل کے ہاتھ میں رہا۔ اس دور کی طرف سورۂ مائدہ (آیت ۲۰) میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مصر میں قوم پرست تحریک نے زور پکڑا اور ایک دوسرا خاندان برسر اقتدار آیا اور اس نے ڈھائی لاکھ عمالقہ کو ملک سے باہر نکال دیا اور بنی اسرائیل پر اُن مظالم کا سلسلہ شروع کیا جن کا ذکر حضرت موسیٰ کے ضمن میں آتا ہے۔

مصری تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ان چرواہے بادشاہوں نے مصری دیوتاؤں کو تسلیم نہیں کیا تھا اور اپنے دیوتا شام سے ساتھ لائے تھے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ مصر میں ان کا مذہب رائج ہو۔ موجودہ زمانے کے محقق نے بائبل اور مصری تاریخ کا تقابل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چرواہے بادشاہوں میں جس فرمانروا کا نام اپوفس (Apophis) ہے وہی حضرت یوسف کا ہم عصر تھا۔ اس زمانے میں مصر کا دارالخلافہ ممفس تھا جس کے کھنڈر قاہرہ کے جنوب میں چودہ میل کے فاصلے پر اب بھی موجود ہیں۔

قرآن میں یوسف اور زلیخا کے قصے کو "احسن القصص" کہا گیا ہے۔ عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں :۔

---

[1] ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن ۔ جلد دوم صفحہ ۳۸۱

"احسن القصص تقریباً ایک مسلسل قصہ پر شامل ہے لہٰذا بہترین قصہ کیوں کہا گیا ہے۔ قصے سے بہترین اخلاقی سبقوں کا نکلنا تو ظاہر ہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ عجب نہیں جو بڑی وجہ یہ ہو کہ جو متعدد مختلف بصیرتیں مختلف قصوں سے مقصود تھیں وہ سب اس میں یکجا کر دی گئی ہوں اور یہ تو بہر حال واقعہ ہے کہ فطرت بشری کی کارفرمائیوں اور اس کے جتنے حقائق و اسرار اس ایک صورت میں اکٹھے مل جاتے ہیں۔ ان کے لحاظ سے یہ سورت بس اپنی نظیر آپ ہے"۔ [1]

علامہ عبداللہ یوسف علی اس قصے کو "احسن القصص" سے تعبیر کرنے کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ قرآن کا سب سے مفصل قصہ ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی بنیاد انسان کے لطیف جذبات پر رکھی گئی ہے۔ تیسرے یہ کہ گوناگوں تجربات کی اس میں بڑی اچھی ترجمانی کی گئی ہے [2] عبداللہ یوسف علی بائبل کے قصے سے اس کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بائبل میں حضرت یوسف کی جو سرگذشت بیان کی گئی ہے اس کی حیثیت ایک ایسی لوک کہانی کی سی ہے جس میں اس کے اخلاق اور روحانی پہلو سے سروکار نہیں رکھا گیا ہے جب کہ قرآن میں اسی پر زور دیا گیا ہے۔ قصے کے آخر میں یہ ارشاد کہ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ ۔ بھی اس قصے کے "احسن القصص" ہونے کی دلیل ہے۔ اس قصے کو احسن القصص

---

[1] عبدالماجد دریابادی۔ تفسیر ماجدی۔ جلد سوم صفحہ ۲۸۵

[2] عبداللہ یوسف علی۔ دی ہولی قرآن۔ صفحہ ۵۴۸۔

فرمانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی نے "روح المعانی" کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ اس سورے میں چونکہ حاسد و محسود، مالک و مملوک، شاہد و مشہود، عاشق و معشوق، ذنب و عفو، حل وارتحال، ذل و عز کی بصیرت موجود ہے اور قضاو قدر کے اٹل ہونے کا بیان ہے اس لیے اس بصیرت افروز قصے کو احسن القصص سے موسوم کیا گیا ہے۔ انھوں نے جلال سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ قرآن کے دوسرے قصے مختصر ہیں اور انھیں اشاروں اور کنایوں میں بیان کیا گیا جبکہ قصہ یوسف "بالاستیعاب" ترقیم ہوا ہے۔[۱]

مقبول احمد نے اپنے ترجمہ قرآن میں "تفسیر صافی" کے حوالے سے لکھا ہے:

"حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو سب سے اچھا قصہ اس لیے فرمایا ہے کہ اس میں بہت سی عجیب اور حکمت و عبرت کی باتیں صحیح واقعات کے ساتھ عمدہ پیرائے میں بہت خوبی سے بیان کی گئی ہیں"۔[۲]

فرمان علی لکھتے ہیں کہ بعض مفسرین نے سورہ یوسف کو "احسن القصص" کہنے کی تین سو وجہیں بیان کی ہیں"۔[۳] "تفسیر القرآن" میں سورہ یوسف کی عظمت کے بارے میں سر سید نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ سورۂ یوسف میں ایک طویل قصے کو بڑی جامعیت اور بلاغت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ اس سے "انسانی جذبات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے بندھ جاتا ہے اور واقعات دل میں اثر کرتے ہیں"۔

---

۱ شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن بارہواں پارہ۔ صفحہ ۴۶ ۲ مقبول احمد۔ ترجمہ قرآن جلد پنجم صفحہ ۳۷۵

۳ فرمان علی۔ ترجمہ قرآن۔ بارہواں پارہ۔ صفحہ ۳۷۵

۴ سر سید احمد خاں۔ تفسیر القرآن۔ جلد پنجم۔ صفحہ ۱۲۷

سورۂ یوسف مکی ہے اور یہ ایک سو گیارہ (۱۱۱) آیتوں، بارہ (۱۲) رکوع، ایک ہزار نو سو چھیانوے (۱۹۹۶) کلمات اور سات ہزار ایک سو چھہتر (۷۱۷۶) حروف پر مشتمل ہے۔ ابن عباس اور قتادہ کا خیال ہے کہ چار آیات کے علاوہ باقی سب آیتیں مکی ہیں۔ حافظ قرطبی، ابن کثیر مفسر سراج اور دیگر کئی مفسرین نے کل سورت کو مکی قرار دیا ہے۔[۱] اجمل خاں نے ترتیب نزول قرآن مجید" میں سورۂ یوسف کی ترتیب نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے باون (۵۲)، نعمان بن بشیر نے پانچ سو پانچ اور سوز، نویل ٹھیکے اور راڈول نے ستہتر (۷۷) بتائی ہے۔ اور خود اجمل خاں نے چوہتر (۷۴) بتائی ہے۔[۲]

سورۂ یوسف کی شان نزول کے بارے میں عبدالحق حقانی لکھتے ہیں کہ اکثر مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ مکے کے کفار نے یہود نے یہ کہلا بھیجا کہ محمد عاد و ثمود کے واقعات بیان کرتے ہیں، یہ کچھ مشکل امر نہیں ہے کیونکہ یہ عرب میں زبان زد خاص و عام ہیں، ان سے دریافت کرو کہ یعقوب کی اولاد مصر کیوں گئی تھی یوسف اور ان کے بھائیوں کا قصہ کیا ہے۔ چنانچہ اہل مکہ نے حضرت سے سوال کیا جس پر یہ سورت نازل ہوئی ہے۔[۳] مولانا اشرف علی تھانوی سورۂ یوسف کی شان نزول کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"کفار کی مخالفت کی وجہ سے جو آپ کو غم تھا اس کے ازالہ و تسلی کے لیے یہ قصہ بیان کیا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے اخوان کی مخالفت سے کوئی ضرر نہیں پہنچا بلکہ انجام کار وہی ترقی کا

۱۔ سید عبدالدائم جلالی۔ بیان السبحان صفحہ ۱۱۳۰۔

۲۔ محمد اجمل خاں۔ ترتیب نزول قرآن مجید صفحہ ۴۸۔

۳۔ عبدالحق حقانی۔ تفسیر حقانی صفحہ ۲۵

سبب ہو گیا۔ اسی طرح آپ کو بھی آپ کی قوم کی مخالفت مفر نہ ہوگی[1]

محدث دکن مولانا عبداللہ شاہ "یوسف نامہ" میں اس سورہ کی شان نزول کے بارے میں رقمطراز ہیں :-

"ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن و حسین کو گود میں لیے خوش خوش بیٹھے تھے کہ حضرت کی گود کو کس برج سے تعبیر کروں کہ چاند اور سورج اس میں چمک رہے تھے ...... کہ جبرئیل نے آکر عرض کی کہ حسن کو زہر پلایا جائے گا اور حسین تلوار سے شہید ہوں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ یہ پیغام آیا۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ" آپ کی تسلی کے لیے بہترین قصہ اتارتے ہیں"[2]

سورہ یوسف کے بارے میں ام پکتھال (M. Pickthall) لکھتے ہیں کہ اس کا امتیازی وصف یہ ہے کہ اس میں شروع سے آخر تک ایک ہی پیغمبر کی سرگذشت بیان کی گئی ہے۔ اس سورے کو ہجرت سے دو سال قبل سید المرسلین نے یثرب والوں کو سنایا تھا[3]

"قصص القرآن" میں محمد حفیظ الرحمٰن تحریر کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں چھبیس(۲۶) مرتبہ حضرت یوسف کا ذکر آیا ہے۔ چوبیس(۲۴) مرتبہ سورہ یوسف میں اور ایک بار سورہ انعام اور ایک بار سورہ غافر میں خدا نے آپ کا ذکر کیا ہے[4]

---

[1] شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ بارھواں پارہ۔ صفحہ ۴۶۔

[2] عبداللہ شاہ   یوسف نامہ۔ صفحہ ۱۷۔

[3] محمد پکتھال۔ مترجم۔ فتح محمد جالندھری۔ صفحہ ۲۵۱۔

[4] محمد حفیظ الرحمٰن قصص القرآن صفحہ ۔ ۲۵۸

احمد شریف گجراتی کی مثنوی یوسف زلیخا" میں قصے کی ابتدا، "پیدا شدن آدم پیغمبر علیہ السلام" کی سرخی سے ہوتی ہے جس میں شاعر کہتا ہے کہ جب خدا نے حضرت آدم کو خلق کیا تو انھیں ان کی اولاد اپنی اصلی شکل و صورت کے ساتھ دکھائی گئی۔ سامنے انبیا کی صف تھی اس کے پیچھے اولیا و اصفیا، کی قطار۔ دوسری طرف بادشاہوں کی صف تھی جس میں وہ اپنے سروں پر تاج پہنے استادہ تھے۔ باقی خلائق "لے اپنی حیثیت اور درجے کے اعتبار سے مقام پایا تھا۔ جب حضرت آدم نے یوسف پر نظر ڈالی تو ان کی نگاہیں جمالِ یوسف سے خیرہ ہو گئیں اور انھوں نے خدا سے سوال کیا ؎

کہ یا رب کس چمن کا پھول ہے یہ نین پتلی کسی ہو کر رہے یہ

خدا نے جواب دیا کہ یوسف تیری اولاد میں سے ہے۔ یہ یعقوب کا دلبند اور زمین مصر کا فرما روا ہے۔ احمد شریف گجراتی کہتا ہے کہ حسن کے تین حصوں میں سے دو حصے یوسف کو خدا نے عطا کیے تھے اور تمام خلقت کے لیے باقی ایک حصہ۔ "گلزار طریقت" میں عبداللہ شاہ حضرت یوسف کے حسن کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ کے روئے منور کے سامنے چاند اور سورج بھی ہیچ نظر آتے تھے۔ عمر ابن کثیر قرشی "تفسیر ابن کثیر" میں لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف کا چہرہ بجلی کی طرح چمکتا تھا اور یہ کہ حسن کے تین حصے کیے گئے تھے۔ روئے زمین کی تمام مخلوق میں ایک تہائی حسن تقسیم ہوا اور دو تہائی حضرت یوسف اور ان کی والدہ کے حصے میں آیا۔[1] احمد شریف یوسف کی پیدائش کے بارے میں لکھتے ہیں ؎

پچھیں یعقوب کی نوبت جو آئی کیا انپڑاں امانت خدائی

وہی اسحاق ابراہیم نندن جو مرسل تھے خدا تھے خلق کوں دین

گنت سے تھے ملک چھیلیاں باہوال کس پتا یوسف لیکا دس میترا اس کوں

---

1. محمد بن ابراہیم، مترجم تفسیر ابن کثیر۔ بارھواں پارہ۔ صفحہ ۴۳۔

حضرت یعقوب کا دوسرا نام اسرائیل بھی تھا۔ آپ کے بیٹوں کی تعداد اکثر مفسرین نے بارہ بتائی ہے چنانچہ محمد باقر مجلسی کی کتاب "حیات القلوب" کے مترجم واجد علی شاہ اختر لکھتے ہیں:

"اور یعقوب کے بارہ اسباط تھے[1]"

ابوالکلام آزاد نے یعقوب کی چار بیویوں کا ذکر کیا ہے اور "ترجمان القرآن" میں لکھتے ہیں۔ کہ انھیں لیاہ سے چھ فرزند روبن، شمعون، لاوی، یہوداہ، اشکار اور زبلون تولد ہوئے، دوسری زوجہ بلہا سے دو لڑکے دان اور نفتالی پیدا ہوئے۔ تیسری سے دو صاحبزادے جد اور آشر اور راخل کے بطن سے یوسف اور ان کے چھوٹے بھائی بن یمین تھے[2]۔ واجد علی شاہ اختر محمد باقر مجلسی کی تصنیف "حیات القلوب" کے ترجمے "ریاض القلوب" میں لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف کے بھائیوں کے فرزند بھی اسباط کہلاتے تھے[3]۔

"یوسف عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کا مترادف عربی میں "مزید" ہے۔ ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یوسف کی ولادت کے وقت ان کی والدہ راحیل نے "یوسف" کہا تھا۔ جس سے مراد یہ تھی کہ اللہ انہیں ایک اور فرزند عطا کرے۔ "الجمال والکمال" میں محمد سلیمان سلمان نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔[4]

احمد شریف کہتا ہے کہ حضرت یعقوب، یوسف کو اپنے سب بیٹوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ جمالِ یوسف، یعقوب کے "نین" کا اجالا" اور "خیالِ یوسف"

---

[1] محمد باقر مجلسی۔ حیات القلوب۔ جلد اول۔ مترجم واجد علی شاہ اختر مخطوطہ ریاض القلوب۔ ورق ۱۲۲۔ کتاب نمبر ۱۔ داخلہ نمبر ۶۶۵۔ کتب خانہ سالار جنگ۔ حیدرآباد۔

[2] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۱۹۔

[3] محمد سلیمان سلمان۔ الجمال والکمال۔ صفحہ ۱۸۔

یعقوب کے "چیت کا نہالا" تھا۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ یوسف دو سال کی عمر میں ماں کی شفقت سے محروم ہو گئے تھے اور صغیر سنی میں انہیں ماں کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا تھا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یوسف کے بھائی بن یمین کی ولادت کے کچھ عرصہ بعد آپ کی مادر گرامی نے اس دار فانی سے کوچ کیا۔ حضرت یوسف کی والدہ کا نام راحیل، راحیل اور راخل بتایا گیا ہے۔[1] "بیان السبحان" میں عبدالدائم جلالی نے راحل[1] اور ابن کثیر نے سارہ[2] بھی بتلایا ہے۔ حضرت یعقوب نے راحیل کی رحلت کے بعد اس کم سن لڑکے کو دیکھ بھال اور پرورش کے لیے اپنی بہن کے حوالے کر دیا۔ پھوپھی بھی یوسف سے انتہائی محبت کرتی تھیں۔ احمد شریف کہتا ہے ؎

پھپی کن پرورش جب پائے یوسف — چلن بولن لگت سب بائے یوسف
پھپی یوں جیو پر توں سوں دیوانی — جو دو جا جیو اس کد نہ جانی
جو سوتی سو وتا اس لاگ جاتی — جو کھیلی کھیلتا اس ہو سنگاتی

مقبول احمد نے ترجمہ قرآن میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف کی پرورش ان کی خالہ نے کی تھی۔[3]

لیکن یعقوب پر یوسف کی جدائی شاق گذرتی تھی۔ انھوں نے اپنی بہن سے کہا "اے ماتی منمت" حق تو یہ ہے کہ تو نے یوسف کو ماں کی طرح پالا پوسا ہے۔ لیکن اب اس کے فراق میں میری جان پر بن گئی ہے اگر تو یوسف کو مجھ سے دور رکھے گی اور اسے میرے "منہ بھیر" نہ بھیجے گی تو سمجھ لے کہ تیرے بھائی کی قضا دور نہیں۔ یہ سن کر بہن نے پہلے تو عذر خواہی

---

[1] عبدالدائم جلالی۔ بیان السبحان صفحہ ۱۱۳۱ [2] ابن کثیر پارہ۔ صفحہ ۳۰۴ [3] مقبول احمد ترجمہ قرآن۔ بارھواں پارہ۔ صفحہ ۳۸۱

مترجم۔ محمد بن ابراہیم جونا گڑھی

کی اور کئی " حیلے " کیے بالآخر اس نے حضرت اسحاق کا کمربند جو گھر میں موجود تھا یوسف کی کمر میں کپڑوں کے نیچے چھپا کر باندھ دیا اور شور مچانے لگی کہ کسی نے میرا کمربند چرا لیا ہے۔ اور اس کی تلاش میں یوسف کے قریب آئی اور ان کی کمر سے اپنا کمربند برآمد کیا۔

اشرف تھانوی " درمنثور کے حوالے سے لکھتے ہیں :-

" اس زمانے کی شریعت کے قانون کے مطابق ان کو پھوپھی کے قبضے میں رہنا پڑا۔ یہاں تک کہ ان پھوپھی نے وفات پائی " [۱]

ابن کثیر نے اسے ملت ابراہیمی کا قانون قرار دیا ہے۔ احمد شریف لکھتے ہیں ع

تدہاں یوں حکم شرعی تھا ان پر جو جن جس کا چرائے ہوئے داسر
سو اُس بہانے لے گئی یوسف کو اپ گھر جھوٹیں چوری ستی بدنام کر کر

" قصص الانبیاء " میں لکھا ہے کہ اس واقعے کے دو سال بعد حضرت یعقوب کی بہن نے انتقال کیا۔ پھوپھی کے انتقال کے بعد یوسف اپنے والد کے گھر واپس آئے۔ [۲] عبدالماجد دریابادی حضرت یعقوب اور ان کے مولد و مسکن کے بارے میں تحریر کرتے ہیں :

" یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کا زمانہ سنہ ۱۹۱۰ ق م تا سنہ ۱۸۰۰ ق م تھا۔ آپ کا وطن ارض فلسطین میں وادی جبرون تھا۔ جسے اب الخلیل بھی کہتے ہیں اور یہ یروشلم سے اٹھارہ میل جنوب مغرب میں واقع ہے " [۳]

" تفسیر حقانی " میں عبدالحق حقانی رقمطراز ہیں کہ حضرت ابراہیم حاران سے کوچ کر کے ملک کنعان چلے آئے تھے اور ان کی بود و باش خیموں میں تھی۔ انھوں نے جبرل

---

[۱] شاہ محمد اشرف علی تھانوی۔ بیان القرآن۔ بارھواں پارہ۔ صفحہ ۱۲۔
[۲] مترجم غلام نبی ابن عنایت اللہ۔ قصص الانبیاء۔ صفحہ ۹۱۔
[۳] عبدالماجد دریابادی۔ تفسیر ماجدی۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۸۵

میں زندگی بسر کی اور اسحاق بھی ان کے ساتھ رہے۔ ان کے بڑے بیٹے عیص نے کوہ شیعر کے پہاڑی علاقے کو اپنے لیے منتخب کیا اور یعقوب نے اپنے ماں باپ کی وصیت کے مطابق حاراں کا رخ کیا، جہاں ان کے ماموں نحور کے بیٹے لابن سکونت پذیر تھے۔ یہاں سات سال تک ان کی بکریاں چراتے رہے اور بالاخران کی خوب صورت بیٹی راحیل سے شادی کی۔ واجد علی شاہ اختر نے محمد باقر مجلسی کی "حیات القلوب" کے ترجمے "ریاض القلوب" میں لکھا ہے "یعقوب کی نبوت زمین کنعاں پر تھی وہاں سے مصر میں جا کر رحلت کی اور ان کی لاش پھر کنعان میں لا کر دفن کی گئی"۔[1]

احمد شریف نے یہاں قصے کو ایک نیا موڑ دیا ہے اور یوسف کی سرگذشت ختم کر کے "در ولایت مغرب بادشاہ نام او طیموس زلیخا دختر او بود" کے زیر عنوان زلیخا کے کردار کو قاری سے متعارف کروایا ہے اور اس کی پیدائش سے لے کر سن شعور کو پہنچنے تک کے حالات مفصل بیان کیے ہیں۔ "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" میں زلیخا کا نام "راعیل" "زلیخا" اور "زلایخا" بتایا گیا ہے۔[2]

"تفسیر عمدۃ البیان" میں عمار علی کہتے ہیں،

راعیل جس کو زلیخا بھی کہتے ہیں طیموس بادشاہ مغرب کی بیٹی تھی"۔[3]

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں زلیخا کو مصر کے بادشاہ ریان بن ولید کی بھانجی بتایا گیا ہے کامل

---

[1] واجد علی شاہ اختر مخطوطہ ریاض القلوب ترجمہ حیات القلوب۔ جلد اول از محمد باقر مجلسی ورق ۱۲۲ مخطوطہ نمبر ا۔ داخلہ نمبر ۶۶۵۔ کتب خانہ سالار جنگ۔ حیدرآباد۔

[2] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ ایچ آر اے گبس اینڈ جے ایچ کریمرس صفحہ ۶۳۰، ورق ۹۲۲۔ مخطوطہ نمبر ا۔ داخلہ نمبر ۶۶۵۔ کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد۔

[3] عمار علی تفسیر عمدۃ البیان۔ صفحہ ۱۰۰۔

نام اُنکے خیال میں راعیل تھا۔ اور اس کی ماں رعابیل مشہور تھیں[۱] زلیخا کے نام کے بارے میں بھی مفسرین میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ عبدالماجد دریا بادی اُسے رعابیل کی بیٹی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ توریت میں عزیز کی بیوی کا نام نہیں بتایا گیا ہے۔ البتہ روایت یہود میں زوجۂ عزیز کا نام زلیخا موجود ہے اور مسلمانوں نے یہیں سے یہ نام اخذ کیا ہے۔ "ترجمان القرآن" کے مصنف امراۃ العزیز کے نام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ توریت میں عزیز مصر کا نام تحریر کیا ہوا ملتا ہے لیکن اس کی بیوی کا نام کہیں درج نہیں کیا گیا ہے۔ اُن کا بیان ہے :-

"نہیں معلوم ہمارے مفسرین نے کہاں سے یہ بات معلوم کرلی کہ اس کا نام زلیخا تھا؟ بہر حال اس کی کوئی قابل اعتبار اصلیت پائی نہیں جاتی"[۲]

"مثنوی یوسف زلیخا" کا قصہ اس طرح آگے بڑھتا ہے کہ ایک رات زلیخا اپنی حریری سیج "برچہ" کدم پرمل اور پھولوں" کی خوشبو سے مہک رہی تھی سوئی ہوئی تھی۔ اس نے یوسف کو خواب میں دیکھا کہ ایک ایسا پیکر نور سامنے استادہ ہے جس کی مثال "بنی آدم" تو کیا "فرشتوں" میں بھی نظر نہ آئے ع

بنیا دم میں نہ اُس روپاں دیکھیا کوئی   فرشتیاں میں نہ اس صورت اُپر کوئی

زلیخا نے یوسف کو خواب میں دیکھا تو اس کی آنکھیں "نیہہ سمدور" میں ڈوب گئیں اور "من" میں "پیرت" کا شعلہ بھڑک اٹھا۔ "احمد شریف نے "زلیخا در خواب یوسف را دید و بر صورت اُو بستہ مبتلا شد" کا عنوان قائم کرتے ہوئے زلیخا کے خواب کی تفصیل بیان کی ہے مثنوی کے اس حصے میں حضرت یوسف کا ایک پُراثر سراپا بھی پیش کیا گیا۔ خواب میں یوسف کو دیکھ کر زلیخا کے مبتلائے عشق ہونے کا حال احمد نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ع

دیکھی وہ جگ دیپا دِل لکھ کا دیوا   سٹی پروانہ کر اُس جوت پر جیوا

---

[۱] محمد بن ابراہیم (مترجم) بارھواں پارہ صفحہ ۲ [۲] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم صفحہ ۲۶۷

دیکھت جوں چاند آدھا وہ پیشانی ۔۔۔۔ رکھی جوں چاند ماہ گھٹ تیں نشانی

اُجال اس کا اُدک سورج تھے دیٹھی ۔۔۔۔ سورج کوں دیکھ شپرک ہوئے میٹھی

رکھی وہ روپ جیویں جیو کر مان ۔۔۔۔ پرم پیارے لیتی سنپور مہربان

مثنوی "یوسف زلیخا" کے قصے میں ایک خامی یہ نظر آتی ہے کہ واقعات قصہ کی ترتیب میں عنوانات کے اعتبار سے تقدیم و تاخیر موجود ہے۔ مثلاً یہ کہ مثنوی میں جہاں زلیخا کے دوسری مرتبہ یوسف کو خواب میں دیکھنے کا ذکر ہے، وہاں اس سرخی کے تحت جو اشعار پیش کیے گئے ہیں ان میں خواب کا کہیں ذکر نہیں اس کے بجائے زلیخا کی بے قراری و بے تابی کا حال لکھا گیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ "دائی" جو ایک کاہنہ تھی اور جس نے اسے بچپن سے پالا پوسا تھا، اس کی اس حالت زار پر تاسف کرتی ہے اور اسے یقین دلاتی ہے کہ اس کے محبوب کو اگر وہ "آسمان کا فرشتہ" بھی ہو تو "آٹھویں آسمان" پر سے دھرتی پر لا سکتی ہے۔ دایہ کہتی ہے اگر وہ کسی پہاڑ میں چھپا ہوا ہے تو سرا سر وہاں بھی اُسے چین نہ لینے دے گا اور اُسے "شیشے" میں اتار لوں گی۔ تو اس کا نام اور پتہ بتا دے۔ دائی کی اس غمگساری کے جواب میں زلیخا نے آہ سرد بھری اور کہا کہ جس ہستی نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے میں اس کی "نام و نشانی" سے آگاہ نہیں۔ اگر اس کا نام معلوم ہوتا تو میں رات دن اس کی مالا جپتی دائی کی گفتگو نے زلیخا کے دل میں اپنے محبوب کا نام معلوم کرنے کی خواہش پیدا کر دی کہ کاش دوسری مرتبہ خواب میں وہی خوب صورت پیکر نظر آئے اور وہ اس کا نام دریافت کرے لیکن زلیخا کی بے خواب آنکھوں میں نیند کہاں تھی

نہ سوتی نیں سوتے بخت لیسائے ۔۔۔۔ جو دیکھت سپن سو ون نہ پائے

بخیلی بخت کی کیتا کروں عرض ۔۔۔۔ جو سوں کچھ نہ دیوے میں کو قرض

اسی اضطراب میں زلیخا نے بحال تباہ ایک سال گذار دیا اور شدت غم سے وہ "بہم چندا جو تھی سو ہوئی تو اچند"۔ احمد گجراتی نے "زلیخا عاشق چناں شد کہ شرم از خلق نماشت کے

زیرِ عنوان زلیخا کے عشقِ یوسف میں از خود رفتہ ہونے کی روداد بیان کی ہے۔ زلیخا کا باپ اس کی حالت زار کو دیکھ کر پریشان ہو گیا اور "سنگیان" لوگوں سے صلاح لی لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکی اور دن بدن زلیخا کی وارفتگی میں اضافہ ہونے لگا۔ مثنوی میں ایک نئے عنوان "زلیخا یک شب لبسیار خوش شدن از صورت سخن کردند" کے تحت زلیخا کے دوبارہ یوسف کو خواب میں دیکھنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح ایک رات جب زلیخا پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو اس نے یوسف کو عالم رویا میں دیکھا اور ان کے قدموں پر سر رکھ کر اپنی سرگذشت عشق بیان کی ؏

لگی سائیں ستی دکھ بین یو لن — کروں قربان تج پر جیو ہور تن
دیتا غم ہور غم خواری نہ کیتا — لیتا دل ہور دلداری نہ کیتا
نہ پوچھوں ناؤ تیرا جو کروں ورد — نہ پاؤں ٹھاؤں تیرا جو پھروں گرد

جب زلیخا نے اس منت و سماجت سے یوسف کا نام دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا میں مصر کی سلطنت کا حکمران ہوں۔ مجھے "عزیز مصر" کہتے ہیں اور لوگ مجھے بہت عزیز رکھتے ہیں۔ سرزمین مصر[1] میرا ٹھکانہ ہے اور میں تخت و تاج کا مالک ہوں۔ اشرف تھانوی نے بعض قدیم تفاسیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت یوسف "عزیز مصر کہلاتے تھے"[2] "عمدۃ البیان" کے مفسر نے زلیخا کے دو خوابوں کا ذکر کیا ہے اور تحریر کرتے ہیں "دو مرتبہ اس نے اپنے باپ کے گھر میں حضرت یوسف کو خواب میں دیکھا تھا اور ان کے جمال کی عاشق ہو گئی تھی"۔[3] حضرت یوسف کے زلیخا سے ہم کلام ہونے کا تفسیروں میں کہیں ذکر نہیں۔

---

[1] مصر کے بارے میں "الجمال والکمال" کے مصنف لکھتے ہیں "اسکا نام سام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا تھا کیونکہ تقسیم میں یہ ملک ان ہی کے حصے میں آیا تھا"۔ سلمان سلیمان صفحہ ۵۔
[2] شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ بارھواں پارہ صفحہ ۲۲۔ [3] عمار علی عمدۃ البیان صفحہ ۱۰۱۔

شاعر نے ابتداء ہی میں اپنی مثنوی کے متعلق یہ نکتہ واضح کر دیا ہے کہ اس نے کہیں روایت کی پابندی کی ہے اور کہیں ان سے انحراف کیا ہے۔

مثنوی میں قصے کا سر رشتہ یوں جوڑا گیا ہے کہ زلیخا جب خواب سے بیدار ہوئی تو اپنی "داسیوں" کو بلا کر یہ خوشخبری سنائی اور باپ کے پاس احوال کہلا بھیجا۔ شاہ طیموس جو ایک عرصے سے اپنی بیٹی کی وجہ سے فکر مند اور غم زدہ تھا۔ خواب کی حقیقت سن کر نہایت مسرور ہوا اور ملک میں ہر طرف جشن منعقد کرنے اور ضیافتوں کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔ زلیخا کے حسن و جمال کی شہرت سن کر کئی ملکوں کے بادشاہ اور شہزادے اس سے شادی کے خواہش مند تھے اور قیمتی تحائف اور بڑی بڑی سلطنتوں کے پیش کش کے ساتھ حاضر ہوئے تھے۔ لیکن ان میں عزیز مصر کا کوئی فرستادہ موجود نہیں تھا۔ طیموس نے ناچار ان سب کو عذر خواہی کر کے رخصت کر دیا۔ چند روز بعد بادشاہ نے اپنے "حاجب" کو مصر روانہ کیا اور جب عزیز مصر نے "بادشاہ مغرب" کے اس حاجب سے گفتگو کی تو اس کی حیرت اور خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس نے جواب دیا ؎

کہیا اس کا پرت منج کوں سدا تھا	کہ کیرت اس کیری بہوتیک سنیا تھا
دلے منج کیا مجال اس مانگنے کوں	کہ میں بندہ کمینہ شاہ کا ہوں
اگر اس شہہ کی داسی کتے منج لگ	نین دو سات رکھ دل ہی کیسے پگ
کنواری رائے کی جب منج مانی	تو میں ہوا سیوک اس وہ منج رانی

....

جب شاہ طیموس کا حاجب مصر سے واپس آیا اور عزیز مصر کا پیغام سنایا تو سارے ملک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اس بے پایاں مسرت کا مژدہ سن کر زلیخا بے ہوش ہو گئی۔ طیموس نے ہزاروں خوش ادا کنیزوں اور بے شمار مستعد غلاموں کو قیمتی لباس اور زیورات سے مزین کر کے زلیخا کے ساتھ روانہ کیا۔ کئی اعلیٰ نسل کے بیش قیمت گھوڑے اور زر و جواہر سے لدے ہوئے ہزاروں اونٹ اس کے "جلوس" کی زینت بنے طبل و علم کے ساتھ سلطنت کے

معز زین ایک بھاری لشکر لے کر زلیخا کے ساتھ مصر کو روانہ ہوئے۔ عزیز مصر کے متعلق تفسیر ماجدی میں عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں کہ " وہ حکومت مصر کا ایک بڑا عہدہ دار تھا توریت میں اسی عہدہ دار کو نوطیفار کہا گیا ہے اور قرآن مجید نے آگے چل کر اسی کو عربی زبان میں عزیز سے تعبیر کیا ہے "[1]

تفسیر" حقانی" میں عبدالحق حقانی نے عزیز مصر کا نام نوطیفار یا پوتیمار بتاتے ہوئے اُسے فرعون کا امیر اور لشکر کا سردار کہا ہے[2] " بیان القرآن" میں اشرف تھانوی ابن عباس کے حوالے سے لکھتے ہیں " عزیز مصر سلطنت مصر کے مدار المہام کا لقب ہوتا تھا اور نام اس شخص کا قطیفر ہے"[3] "بیان السبحان" میں عبدالدائم جلالی تحریر کرتے ہیں " پوتیمار امیر کبیر اور مصر کی حکومت کا وزیر اعظم تھا اسی کا لقب عزیز تھا۔"[4] اس کے برخلاف ابوالکلام آزاد نے" ترجمان القرآن " میں لکھا ہے" عزیز مصر کا نام نوطی فار تھا اور فرعون کا ایک امیر اور سردار فوج تھا۔ قرآن نے بھی اسے آگے چل کر عزیز کہا ہے یعنی ایسا آدمی جو ملک میں بڑی جگہ رکھتا تھا "[5] عمار علی عزیز مصر کے بارے میں لکھتے ہیں " وزیر بادشاہ کا یوسف کے زمانے میں مصر میں قطیفر یا اطیفر نام کا ایک شخص تھا۔ اس کو عزیز مصر کہتے تھے "[6] ابن کثیر نے

---

[1] تفسیر ماجدی۔ جلد سوم صفحہ ۔ ۴۸۸

[2] عبدالحق حقانی ۔ تفسیر حقانی صفحہ ۲۸

[3] شاہ محمد اشرف تھانوی ۔ بیان القرآن ۔ بارہواں پارہ ۔ صفحہ ۔ ۵۷

[4] عبدالدائم جلالی ۔ بیان السبحان ۔ صفحہ ۱۱۴۲ ۔

[5] ابوالکلام آزاد ۔ ترجمان القرآن صفحہ ۲۲۴

[6] عمار علی ۔ عمدۃ البیان صفحہ ۱۰۰ ۔

اپنی تفسیر میں عزیز کا نام قطیفر یا اطیفر بتاتے ہوئے اس کے والد کا نام روحیب تحریر کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ وہ مصر کے خزانوں کا داروغہ تھا۔[۱] "انسائیکلو پیڈیا آف اسلام" میں لفظ "عزیز" کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے کہ یہ لفظ کسی مخصوص شخص کا نام ہے۔[۲] اور یہ کہ عزیز مصر کا نام کنفر، اطفر، قطیفرا اور قطیفن بتایا جاتا ہے۔[۳] پکھتال نے بھی عزیز مصر کا نام قطیفرا اور اطیفر بتایا ہے۔ اور وہ اس کو مصر کے حاکم ریان بن ولید کا وزیر تحریر کرتے ہیں۔[۴] مولانا مودودی رقمطراز ہیں "یہ شخص مصر میں کوئی بڑا عہدہ دار یا صاحب منصب شخص تھا کیونکہ عزیز کے معنی با اقتدار شخص کے ہیں۔ جس کی مزاحمت نہ کی جا سکتی ہو۔ بائبل اور تلمود کا بیان ہے کہ وہ شاہی جلوداروں (باڈی گارڈ) کا افسر تھا اور ابن جریر، عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ شاہی خزانے کا افسر تھا"[۵]

مثنوی یوسف زلیخا کا قصہ اس طرح آگے بڑھتا ہے کہ عزیز مصر کو زلیخا کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے لشکر اور امراء کے ساتھ اس کے استقبال کو نکلا۔ جب عزیز مصر زلیخا کی عماری کے قریب پہنچا تو زلیخا نے دائی سے کہا ؎

کہ اب مجھ میں نہ رہی کچھ صبوری	کہ ہوئی ات شوق تھے بے تاب پوری
سیہ تھے شوق دل کا تب ادک ہوئے	کہ رتا من مہانا جب نزیک ہوئے
ترت تدبیر کر اس کوں دکھا منج	کہ آوے لاک شکل جیو نا منج

لیکن جب زلیخا نے عزیز مصر کا چہرہ دیکھا تو ناامیدی اور صدمے سے اس کا حال غیر ہونے لگا۔ یہ وہ عزیز مصر نہیں تھا جسے اس نے خواب میں دیکھا تھا اور جس کا عشق اس کے دل میں

۱۔ مترجم محمد بن ابراہیم۔ بارھواں پارہ۔ صفحہ ۳۹۔

۲۔ صفحہ ۶۳۷۔ گلہ ہولی قرآن۔ فتح محمد جالندھری (مترجم) صفحہ ۴۸۳۔

۳۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم

گھر کر چکا تھا۔ زلیخا اپنی "بدبختی کی سختی" سے ہراساں ہو گی اور "جگ میت" "جگ پالن ہار" سے دعا کی ع

اچھوتی راہتی تیئں جہد ہے منج — کہ اپنے پیو ستیں عہد ہے منج
نہ دک بھوں جال منج پے دوس پاکوں — نہ دے منج دھن تلک دست اڑ دھاکوں
کہ میں سو دھن سدھن اس جگ مانئیں — جو منج راکھیا امانت پیو اپ تائیں

زلیخا گریہ وزاری میں مصروف تھی کہ "جگ سائیں میاونت" اور "دیاونت" کی طرف سے "آواز غیبی" نے بشارت دی ع۔

عزیز مصر پیچے دل نہیں تج — ین اس مقصود بھی حاصل نہیں تج
نہیں کچ ڈر تجے اس سنگ راہن — اچھوتا رہے اس تھے ترا دھن

جب عزیز مصر زلیخا کو لے کر مصر پہنچا تو ہر طرف شہنائیاں بجنے لگیں۔ اور کلاونت "سہیلا" گا کر مبارکباد دینے لگے۔ عزیز مصر کے محل میں ہر طرح کا عیش و آرام موجود تھا، مال و دولت کی فراوانی تھی سینکڑوں ملازم اور خدمت گار موجود تھے۔ ہمنشیں سہیلیاں اور "میرزادیاں" زلیخا کی دلجوئی کے لیے موجود تھیں۔ لیکن غیر متوقع ناکامی اور مایوسی نے زلیخا کو زندہ درگور کر دیا تھا ع

زلیخا سو دکھوں روتی پلاتی — دکھ بھر بکستا تلتل چھاتی
بھریا سینا دکھ دکھ سات سکلا — سما دن سکھ نہیں ٹھا دن اکلا

"الجمال والکمال" میں محمد سلیمان سلمان لکھتے ہیں:۔

"زلیخا کے متعلق یہ قصہ کہ وہ کسی شاہی خاندان کی لڑکی تھی اس نے قبل از شادی یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور مصر کا پتہ معلوم کر کے مصر میں شادی کرائی بالکل فسانہ اور لغو ہے۔"[1]

---

[1] سلیمان سلمان۔ "الجمال والکمال" صفحہ ۵۷

"ہمرہی بیانِ مصر ہمراہ زلیخا نشستہ" کے زیرِ عنوان احمد گجراتی نے زنانِ مصر کے لباس اور ان کی آرائش و زیبائش کی اچھی مرقع کشی کی ہے اور بتایا ہے کہ زلیخا ان سب عورتوں کی دلچسپ باتیں سنتی لیکن زبان سے خود کچھ نہ کہتی اور یہ خیال اسے ہمیشہ بے چین رکھتا کہ خواب کے پیکر نے خود کو عزیزِ مصر بتا کر اس پر بڑا ظلم کیا ہے۔ عزیزِ مصر کے محل میں زلیخا نے جوں توں ایک طویل عرصہ گذار دیا لیکن عشق کی وہ شمع جو خواب کی شبیہہ نے اس کے دل میں فروزاں کر دی تھی بجھنے نہ پائی تھی۔ زلیخا کو عزیزِ مصر کے محل میں چھوڑ کر شاعر نے قصے کا رُخ حضرت یوسف کی سرگذشت کی طرف موڑ دیا ہے اور کہتا ہے کہ جوں جوں یوسف پروان چڑھے یعقوب کے دل پر ان کی محبت کا نقش گہرا ہوتا گیا۔ ابوالاعلیٰ مودودی کہتے ہیں کہ یعقوب کے اس غیر معمولی لگاؤ کا سبب ایک تو یہ تھا کہ یوسف اپنی والدہ کی محبت سے بچپن میں محروم ہو گئے تھے اور دوسرے یہ کہ ان میں حضرت یعقوب کو "آثارِ رشد و سعادت نظر آتے تھے"[1] کہتے ہیں کہ یعقوب کے "آنگن" میں ایک "رشکِ طوبیٰ" تھا جب یعقوب کے گھر فرزند تولد ہوتا تو اس درخت میں ایک نئی شاخ کا اضافہ ہوتا اور لڑکے کے ساتھ یہ شاخ بھی نشو و نما پاتی یہاں تک کہ جب فرزند سنِ شعور کو پہنچتا تو حضرت یعقوب اس کا عصا بنا کر فرزند کے ہاتھ میں دے دیتے لیکن جب یوسف تولد ہوئے تو اس درخت میں نئی شاخ نمودار نہیں ہوئی۔ جب یوسف نے ہوش سنبھالا تو انھوں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ خدا سے دعا کریں کہ جنت سے میرے لیے عصا بھیجا جائے۔ ابھی یعقوب کی دعا پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ صدرے سے ایک فرشتے نے آکر یعقوب کو زبرجد کا عصا عطا فرمایا اور کہا کہ "تیشے" اور آدرتے کا بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہو سکے گا، اور اس کو ہاتھ میں رکھنے والا خطرات سے محفوظ رہے گا۔ اکثر مفسرین نے

---

[1] ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۸۶

حضرت یوسف کو جنت سے عصا عطا ہونے کے اس واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ "گلزار طریقت" میں عبداللہ شاہ نے اس کی تفصیل بیان کی ہے[1]

شاعر کہتا ہے کہ ایک رات یوسف "میٹھی نیند" سو رہے تھے اور حضرت یعقوب کی نظر ان کے چہرے پر تھی۔ یعقوب نے دیکھا کہ یوسف نیند میں ہنس رہے ہیں۔ جب وہ بیدار ہوئے تو یعقوب نے اس کا سبب دریافت کیا۔ یوسف نے جواب دیا۔ ع

کہیا سو نے دیکھیا تارے ایگیارا سورج ہور چاند ستیں ایک بارا
چودہ سجدہ کیتے سب مل کر ہنج کیتے تعظیم آپیں سر دھرت بنج

احمد گجراتی نے یہاں قرآن حکیم کی آیت

"اِذْ قَالَ یُوسُفُ لِاَبِیْهِ یٰاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ
کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ"

سے مکمل استفادہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

گیارہ ستاروں کے سجدہ کرنے کی تفصیل پر روشنی ڈالتے ہوئے ابن کثیر نے ان ستاروں کے یہ نام بتائے ہیں (۱) جریان (۲) طارق (۳) ذیال (۴) ذوالکتفین (۵) قابس (۶) وثاب (۷) عمودان (۸) فلیق (۹) مصبح (۱۰) فرمح اور (۱۱) قرع لیکن بعض تفاسیر میں ان کے نام مختلف بتائے گئے ہیں اور تین ستاروں قبریاں، فرمح اور قرع کے بجائے حوربان، صدوح اور ذوالفرع کا ذکر کیا گیا ہے۔ شاہ عباس منصوری خراسانی لکھتے ہیں "نور عظیم کی تفسیر سلطنت عظمیٰ ہے، نورانی پوشاک سے نبوت اور دنیا میں عزت، سورج حضرت یعقوب، چاند سے حضرت یوسف کی ماں (راحیل) گیارہ ستاروں سے

---

[1] ملاحظہ ہو صفحہ ۔ ۲۰ ۔

بھائی مراد ہیں۔"[1]

سرسید احمد خاں تفسیر القرآن" میں لکھتے ہیں :-

"ان (حضرت یوسف) کے دل میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ ماں باپ
اور بھائی سب میرے تابع و فرماں بردار ہیں اور میری منزلت و قدر
کرتے ہیں۔ یہ کیفیت جوان کے دماغ میں منقش تھی اس کو متخیلہ
نے سورج اور چاند ستاروں کی شکل میں جن کو وہ ہمیشہ دیکھتے تھے
اور ان کا تفاوت درجات بھی ان کے خیال میں متمکن تھا متشکل کیا
اور انھوں نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند
مجھ کو سجدہ کرتے ہیں"[2]

جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ ایک یہودی بشان نے سیدالمرسلین سے یوسف کو خواب میں نظر آنے والے ستاروں کے نام دریافت کیے تھے جس پر وحی نازل ہوئی اور گیارہ ستاروں کے نام بتائے گئے تھے[3] واجد علی شاہ اختر "ریاض القلوب" میں محمد باقر مجلسی کی تصنیف "حیات القلوب" جلد اول کا ترجمہ ہے لکھا ہے :-

"جو خواب حضرت یعقوب نے دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج
اور چاند انھیں سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ ابتداء ان کی نبوت کی زمین مصر
پر تھی۔"[4]

"الجمال والکمال" میں حضرت یوسف کے خواب اور اس کی تعبیر پر

---

[1] شاہ عباس منصوری خراسانی۔ خود آموز ترجمان القرآن۔ جلد بارہ صفحہ ۲۶۳۸۔

[2] سرسید احمد خاں۔ تفسیر القرآن۔ جلد پنجم۔ صفحہ ۸۲ [3] عمار علی۔ عمدۃ البیان صفحہ ۸۵۔

[4] واجد علی شاہ اختر۔ مخطوطہ ریاض القلوب۔ ترجمہ "حیات القلوب" جلد اول۔ ورق ۱۲۲ مخطوطہ نمبر ا۔ داخلہ نمبر ۶۶۵۔ کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد۔

پر تبصرہ کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف کا خواب ہر طرح حیرت انگیز تھا۔ انھوں نے تحریر کیا ہے:۔

"یہ نظارہ اس لیے عجیب تھا کہ سورج کی موجودگی میں کوئی ستارہ نظر نہیں آیا کرتا۔ اس لیے بھی عجیب تھا کہ آسمان کے لاکھوں تاروں سے صرف گیارہ ہی نظر آتے تھے۔"[۱]

شاعر کہتا ہے کہ حضرت یعقوب نے یوسف کو تاکید کر دی کہ وہ اپنے بھائیوں سے اس کا ذکر نہ کریں اور پھر خواب کی یہ تعبیر بتائی تھی ؎

کہ دے گا فضل سوں تج رب عزت ۔۔۔ سچا تعبیر خواب ہور بھاگ دولت
الکیارا بھائی ہور ماں باپ تج کوں ۔۔۔ کریں سجدہ خدا کیری رضا سوں

تفسیر سورۂ یوسف میں عبداللہ شاہ نے "تفسیر عرائس" کے حوالے سے لکھا ہے: "جو تجلی الٰہی آدم علیہ السلام پر ہوئی تھی وہی تجلی یوسف علیہ السلام پر ہوئی اس لیے جیسے ادھر فرشتے سجدے میں گرے تھے ویسے ہی اُدھر یعقوب اور اولاد یعقوب سجدے میں گرے ہیں۔"[۲] ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ مصر بابل ایران اور سلاطین بنی اسرائیل کے یہاں تعظیم و احترام کا یہی طریقہ رائج تھا وہ سجدے کو تکریم کی علامت سمجھتے تھے۔[۳] مولانا مودودی تحریر کرتے ہیں کہ لفظ سجدے کو موجودہ اسلامی اصطلاح کا ہم معنی سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ سجدے کے اصل معنی محض جھکنے کے ہیں۔ مقبول احمد اپنے ترجمہ قرآن میں لکھتے ہیں: "یعقوب علیہ السلام اور گیارہ ستاروں سے مراد ان کے گیارہ بھائی تھے۔ چنانچہ جب انھوں نے حضرت یوسف کو دیکھا تو یہ سب خدا کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں گر پڑے۔"[۴]

۱۔ سید سلیمان سلمان۔ الجمال الکمال۔ صفحہ ۵۸
۲۔ عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ۔ صفحہ ۲۸ ۳۔ ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۴۶ ۴۔ مقبول احمد۔ ترجمہ قرآن۔ بارھواں پارہ۔ صفحہ ۳۷۵۔

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ یوسف نے اپنے ایک بھائی سے اپنے خواب کا ذکر کردیا اور اس نے دوسرے بھائیوں کو اس کی تفصیل سنائی تو ان بھائیوں کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور وہ یوسف کو گزند پہنچانے اور انھیں باپ سے جدا کرنے کے منصوبے باندھنے لگے ابوالکلام آزاد رقمطراز ہیں کہ والدِ ماجد کی نصیحت سے قبل ہی یوسف نے اپنے بھائیوں سے اپنا خواب بیان کردیا تھا۔[1] ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ بائبل اور تلمود کے بیانات قرانی قصص سے مختلف ہیں۔ ان میں یہ کہا گیا ہے کہ جب یعقوب نے یوسف کا خواب سنا تو انہیں تنبیہہ کی کہ اب تو اپنے ماں باپ سے بھی اپنی تعظیم کروانے کا خواہاں ہے۔[2]

احمد گجراتی کہتا ہے کہ برادران یوسف آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ یوسف سے نجات پانے کا کون سا طریقہ اختیار کریں۔ ایک نے کہا یوسف کو کسی بے آب وگیاہ صحرا میں تنہا چھوڑ دیا جائے جہاں کیو سوائے "انجھواں" کے "پانی" نہ ملے اور "اجت" (سورج) کے سوا روٹی کی شکل بھی دیکھ سکے اور اس پر سب نے اتفاق کیا۔ توریت میں اس بھائی کا نام روبن بتایا گیا ہے۔

ایک دن برادرانِ یوسف اپنے والد کے پاس آئے اور ادب سے ان کے قریب بیٹھ گئے اور عرض کی کہ آپ اجازت دیں تو ہم سیر و تفریح کی خاطر کچھ وقت جنگل میں گھوم کر دل بہلائیں اور یوسف کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں اس نے ابھی تک گھر سے باہر قدم نہیں نکالا ہے اور گھر میں "بند" رہنے سے "تنگ دل" ہو گیا ہے۔ ہم اُسے میدانوں اور اونچے پہاڑوں کی سیر کرائیں گے، بکری کا دودھ پلائیں گے اور اس کے گلے میں لال پھولوں کا ہار ڈالیں گے لیکن حضرت یعقوب رضامند نہیں ہوئے اور کہا ع

کھے اس کا لجاون منج نہ بھاوے   کہ بھوتیک ہیو اندیشہ مج ڈرآئے

---

[1] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۲۰

[2] ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۸۵

کہ اس جنگل میں ہیں بھیڑیاں بہو تیک　　نیہے کوں دیک کر کھائیں پکا ایک
تمیں سکلے سو ہوتیں کھیل کی غام　　تمن انجان تھے ہو جائے یہ کام

عبدالماجد دریابادی نے انسائیکلوپیڈیا برٹنیکا" کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ اُس زمانے میں فلسطین کے جنگل میں کثرت سے بھیڑیئے موجود تھے۔ مختصر یہ کہ حضرت یعقوب سے یہ سن کر دس بھائیوں نے جواب دیا کہ ہم شیر سے زیادہ طاقتور ہیں اور ہماری زور آوری کے سامنے شیر کا "بازو" بھی "تنکے" سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور کوئی جانور یوسف کے قریب بھی نہیں آسکے گا۔ یعقوب نے یہ سن کر با دل ناخواستہ اپنے بیٹوں کو اجازت دیدی۔ دوسرے دن فرزندانِ یعقوب اپنے گھر سے روانہ ہوئے۔ یعقوب نے یوسف کو انتہائی ملال کے ساتھ رخصت کیا اور حد نظر تک انھیں جاتا ہوا دیکھتے رہے۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ یوسف کے بازو پر حضرت یعقوب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ پیرہن تعویذ کے طور پر باندھ دیا تھا جو آپ نے آتش نمرود میں ڈالے جانے کے وقت زیب تن کیا تھا۔ حضرت اسحاق کا عمامہ سر پر رکھا تھا اور پاؤں میں نعلین آدم پہنائے تھے۔ اور عصائے نوح ان کے سپرد کیا تھا۔ شہر کنعاں کی سرحد پر ایک سایہ دار درخت تھا جسے "شجرۃ الوداع" کہتے تھے اور جب کوئی کنعانی سفر پر روانہ ہوتا تو اس کے خویش و آشنا شجرۃ الوداع تک اسے چھوڑ آتے تھے۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت یعقوب نے بھی اسی درخت کے نیچے کھڑے ہو کر یوسف کو وداع کیا تھا اور یہ کہ یوسف کی حقیقی بہن دُنیا بھی اپنے بھائی سے آخری ملاقات کے لیے اس شجر تک آئی تھی[1]۔ احمد گجراتی کی مثنوی میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ یوسف کے بڑے بھائی کبھی ان کو گود میں اٹھا لیتے تھے اور کبھی انتہائی محبت سے کاندھے پر بٹھا لیتے، کبھی "پیشانی، نین اور ادھر" چومتے تو کبھی اُن کے پاؤں آنکھوں

---

[1] عمار علی۔ عمدۃ البیان صفحہ ۹۱۔

سے لگا لیتے تھے لیکن جوں ہی حضرت یعقوب نظر سے اوجھل ہوئے انھوں نے یوسف کو طرح طرح کی ایذائیں دینی شروع کر دیں ع

ننگے پاؤں سوں کا نٹاں میں چلائے   پھول ایسے پاؤں کا نٹیاں سوں چرائے

پیچھے پیچھے جو یوسف بنھ ساریں   نیچھے مکھ پر جو اٹھے بات ماریں

آنوں میں جب کسی تھے جائیں آگل   گندا توں پیٹ ٹکھیاں مار کو جل

یکس تھے یک ادک آزار دیویں   نہ کوئی دھیرک ستی آدھار دیویں

احمد گجراتی نے یوسف کو ایک ایسا کم عمر لڑکا بتلایا ہے جنھیں کوئی بھائی گود میں اٹھا لیتا اور کوئی کاندھے پر چڑھا لیتا لیکن بعض مفسرین نے حضرت یوسف کی عمر اتنی کم نہیں بتلائی ہے۔ ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ توریت میں ان کی عمر سترہ سال بتائی گئی ہے[1] عبداللہ شاہ کا خیال ہے کہ اس وقت حضرت یوسف کی عمر بارہ سال سے کم نہ تھی[2] مقبول احمد نے ترجمہ قرآن میں تفسیر عیاشی کے حوالے سے امام جعفر صادق کا قول نقل کیا ہے کہ اس وقت حضرت یوسف کی عمر سات برس تھی[3] احمد گجراتی کہتا ہے کہ جب بھائیوں نے یوسف کو ایذائیں دیتے ہوئے ان کے ساتھ "تین کوس" کا فاصلہ طے کیا تو یکایک انھیں ایک باولی نظر آئی جو انتہائی تنگ و تاریک تھی اور جس میں بے شمار سانپوں نے گھر کر لیا تھا۔ شاعر کنوئیں کے بارے میں کہتا ہے کہ "کافر کی گور" بھی ایسی تاریک اور وحشت ناک نہ ہوگی جیسی کہ یہ باولی تھی ع

اندھاری تنگ سانپوں سات سنپور   نہ ہوسے اس دھات بن کافر کیری گور

نہ اس دو نگائی دو ہی فکر میں آئے   اسے دوزخ کیرا کڑکا کہا جائے

---

[1] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۲۰

[2] عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ۔ صفحہ ۵۲ [3] مقبول احمد۔ ترجمہ قرآن۔ بارہواں پارہ صفحہ ۳۷۷

بھری سب جو کہ بینڈک گھنگریاں سات

سڑیا چیکڑ گندا پانی بہو دھات

عمار علی نے اس چاہ کا نام "غیابہ" تحریر کیا ہے۔[1] شاعر کہتا ہے کہ جب بھائیوں نے یوسف کو کنوئیں میں پھینکنے کا ارادہ کیا تو وہ گریہ وزاری کرنے لگے۔ لیکن انھوں نے ایک نہ مانی اور یوسف کی کمر میں رسی باندھ کر انھیں کنوئیں میں اتار دیا۔ اس کنوئیں میں سطح آب کے اوپر ایک پتھر باہر نکلا ہوا تھا۔ یوسف اس پر بیٹھ گئے۔ احمد گجراتی کہتا ہے کہ یوسف کے نور سے گویا کنوئیں میں سورج طلوع ہو گیا۔ ہر طرف مشک کی خوشبو پھیلنے لگی اور اس باولی کا پانی شہد کی طرح صاف اور میٹھا بن گیا۔ عمار علی اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں "کوئی کہتا ہے کہ بیت المقدس کا کنواں تھا اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ وہ کنواں کنعاں سے تین فرسخ تھا اور بعضے کہتے ہیں کہ اس کو شداد نے بنایا تھا"۔[2]

مولانا مودودی لکھتے ہیں بائیل اور تلمود کی روایات کے مطابق سکم کے شمال میں دُوتن (موجودہ دثان) کے قریب یہ کنواں واقع تھا۔[3] لیکن عبداللہ شاہ کا بیان ہے کہ یہ کنواں کنعاں سے چار کوس دور تھا۔[4]

احمد گجراتی کہتا ہے کہ جب حضرت یوسف کنوئیں میں انتہائی سراسیمگی کے عالم میں بیٹھے ہوئے تھے تو جبرئیل چاہ میں اترے اور انھوں نے یوسف کو دلاسہ دیا۔ حضرت یعقوب نے رخصت کے وقت یوسف کے بازو پر جس "پیرہنِ بوقلموں" کو تعویذ کی طرح

---

[1] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۸۹

[2] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۹۲

[3] ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۸۱

[4] عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ۔ صفحہ ۵۴

باندھ دیا تھا اور جس نے ابراہیم کو نارِ نمرود سے نجات دلائی تھی اُسے جبرئیل نے یوسف کو پہنا دیا کیونکہ بھائیوں نے ان کا پیرہن اتار لیا تھا۔ جبرئیل نے انھیں بشارت دی کہ ان کا مستقبل درخشاں ہے۔ کنوئیں میں یوسف نے تین دن گذارے اور جبرئیل کی صحبت میں انھیں تنہائی کا مطلق احساس نہیں ہوا۔ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ فرزندانِ یعقوب یوسف کو چاہ میں گرانے کے بعد ان کا انجام دیکھنے کنوئیں کے قریب ہی ادھر اُدھر پھر رہے تھے [1]

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ چوتھے دن مدینے کے "بڑے سوداگروں" کا قافلہ جب اس کنوئیں کے قریب سے گذرا تو ایک شخص نے پانی لینے کی غرض سے پانی میں اپنا ڈول ڈال دیا۔ جبرئیل نے حضرت یوسف کو ہدایت کی کہ وہ اس میں بیٹھ جائیں "قصص القرآن" میں محمد حفظ الرحمٰن لکھتے ہیں :-

> "بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یوسف کو خود برادران یوسف نے ہی کنوئیں سے نکال کر اسماعیلیوں کے قافلے میں فروخت کر دیا تھا۔ ...
> ... مگر مفسرین کے اس قول کی نہ تورات مدافعت کرتی ہے اور نہ قرآنِ عزیز بلکہ دونوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قافلہ والوں نے ہی یوسف کو کنوئیں سے نکالا اور اپنا غلام بنا لیا۔" [2]

مولانا مودودی کا خیال ہے کہ جس قافلے نے یوسف کو کنوئیں سے نکالا وہ جلعاد (شرق اردن)

---

[1] محمد بن ابراہیم (مترجم) بارہواں پارہ۔ صفحہ ۳۸

[2] حفظ الرحمٰن۔ قصص القرآن۔ صفحہ ۲۶۵

سے آرہا تھا اور مصر کی طرف عازم سفر تھا۔[1]

"تفسیر حقانی" میں بھی اس قافلے کو اسماعیلیوں کا قافلہ بتایا گیا ہے اور یہ لکھا گیا ہے کہ یہ لوگ گرم مصالح، عنبر اور روغن بلسان اونٹوں پر مصر لے جایا کرتے تھے۔[2] عبداللہ یوسف علی نے اس قافلے کو "نامعلوم لوگوں کا قافلہ" کہا ہے اور لکھتے ہیں کہ یہ لوگ مدائن سے مصر کی جانب سفر کر رہے تھے۔[3] عبدالدائم جلالی کا خیال ہے کہ یہ قافلہ جلعاد سے ہمیشہ بغرض تجارت مصر جایا کرتا تھا۔[4] احمد گجراتی کہتے ہیں کہ ایک قافلہ والے نے جب ڈول اوپر کھینچا تو یوسف کو اس ڈول میں بیٹھا ہوا دیکھ کر اسے انتہائی تعجب ہوا۔ بعض مفسرین نے اس شخص کو قافلے والوں کا سقہ اور بعض نے اسے ایک سوداگر بتایا ہے۔ عمار علی نے قمی کی تفسیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ مدائن کا ایک قافلہ راستہ بھول کر اس کنوئیں کے قریب آنکلا تھا اور اس قافلے کا ایک شخص جس کا نام مالک بن زعر خزاعی تھا کنوئیں پر پانی بھرنے گیا تھا۔[5] احمد گجراتی نے بھی اس شخص کا نام مالک بتایا ہے اور لکھتے ہیں ع

ہوا یوسف کے تئیں دے دام مالک سو تھا اس تئیں جگت میں نام مالک

عمر نے بتایا ہے کہ جب پانی بھرنے والے شخص نے یوسف کو ڈول میں بیٹھا ہوا دیکھا تو انتہائی متعجب ہوا ع

۱۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۸۱

۲۔ عبدالحق حقانی۔ تفسیر حقانی۔ صفحہ ۲۸۔

۳۔ عبداللہ یوسف علی۔ دی ہولی قرآن۔ صفحہ ۵۵۴

۴۔ عبدالدائم جلالی۔ بیان السبحان۔ صفحہ ۱۱۴۱

۵۔ عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۵۷

جو کاڑیا ڈول اس بائیں مندے تھے　　لگے دیدے پھرن اس دیکھنے تھے

دیکھت مکھ پایا "بشریٰ" کہہ اٹھیا۔　　خوشی سوں دھن پران اموں لوٹیا

"بشریٰ" کا ترجمہ بعض تفسیروں میں "خوشخبری" کیا گیا ہے۔ ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں "وہ پکار اٹھا کیا خوشی کی بات ہے"۔ لیکن عمار علی رقم طراز ہیں "بشریٰ کو اہل کوفہ نے الف سے پڑھا ہے بغیر یا کے اور حمزہ ۔۔۔۔ بعض کہتے ہیں کہ رئیس قافلے کا تھا۔ اور اس کے دو غلام تھے بشیر اور بشریٰ" [1] ابن کثیر لکھتے ہیں "بشریٰ" سقے کو بھیجنے والے کا نام بھی تھا اس نے اس کا نام لے کر پکار کر خبر کی کہ میرے ڈول میں تو ایک بچہ آیا ہے لیکن سدی کا یہ قول غریب ہے"۔ [2] احمد گجراتی لکھتے ہیں کہ برادران یوسف نے جب دیکھا کہ یوسف کو چاہ سے نکالا گیا ہے تو وہ قافلہ والوں کے پاس پہنچے اور ان سے کہا یہ ہمارا غلام ہے اور انتہائی سست اور کاہل لڑکا ہے۔ ہمیشہ محنت سے گریز کرتا ہے اسی لیے بھاگ کر کنوئیں میں چھپ گیا ہے۔ اس کی اصلاح ممکن نہیں ہم اسے فروخت کر دینا چاہتے ہیں۔ تم چاہو تو کم داموں میں اسے خرید لو۔ مالک نے جب برادران یوسف کی بات سنی تو اسے یہ سودا بہت نفع بخش معلوم ہوا اور اس نے چند درہموں کے عوض یوسف کو خرید لیا۔ مقبول احمد نے ترجمہ قرآن میں تحریر کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو بیس (۲۰) درہم میں فروخت کیا گیا تھا۔ [3] علامہ عبداللہ یوسف علی لکھتے ہیں کہ درہم یونانی لفظ "ڈراچما" سے ماخوذ ہے جو ایک چھوٹا سا چاندی کا سکہ ہوتا تھا۔ اس کی قیمت چار آنے

---

[1] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۹۷

[2] محمد بن ابراہیم (مترجم) بارہواں پارہ۔ صفحہ ۳۸ [3] مقبول احمد۔ ترجمہ قرآن۔ بارھواں پارہ صفحہ ۲۷

سے آٹھ آنے کے درمیان ہوتی تھی۔[1] بقول شاہ عبدالقادر ابنائے یعقوب نے یوسف کو سترہ یا بائیس[(۱۷)(۲۰)] درہم میں فروخت کر ڈالا تھا ہر بھائی کے حصے میں دو دو درہم آئے تھے اور یہودا نے رقم لینے سے انکار کیا تھا۔[2] مالک بہت خوش تھا۔ اُسے امید تھی کہ مصر میں (جو بردہ فروشی کا مرکز تھا) اس خوب صورت لڑکے کے اچھے دام وصول ہوں گے۔ وہ تیزی سے منزلیں طے کرتا ہوا مصر پہنچا۔ حضرت یوسف کے حسن کا شہرہ ان سے پہلے مصر پہنچ چکا تھا۔ بادشاہ نے عزیز مصر کو حکم دیا کہ وہ خود جاکر یوسف کو دیکھے اور اُسے بادشاہ کے حضور میں پیش کرے۔ اس بادشاہ مصر کے بارے میں مولانا فرمان علی لکھتے ہیں کہ مصر کے دوسرے بادشاہوں کی طرح اس کا لقب بھی فرعون تھا اور اصلی نام ریان تھا اسی کا پوتا ولید بن مصعب بن ریان حضرت موسیٰ کے زمانے میں مصر کا بادشاہ یا فرعون تھا۔[3] واجد علی شاہ اختر ریاض القلوب میں جو محمد باقر مجلسی کی کتاب "حیات القلوب" جلد اول کا ترجمہ ہے، لکھا ہے "اور یوسف سے موسیٰ علیہ السلام تک دس نفر پیغمبر ہوئے ہیں"۔[4]

جب عزیز مصر نے مالک سے ملاقات کی تو اس نے تین چار دن کی مہلت مانگی تاکہ تھکن دور کرکے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو سکے۔ چوتھے دن حسب وعدہ مالک نے یوسف کو دریائے نیل میں غسل کروایا اور پہننے کے لئے عمدہ لباس مہیا کیا۔ زلیخا مصر میں

---

[1] عبداللہ یوسف علی۔ دی ہولی قرآن صفحہ ۵۵۵۔
[2] شاہ عبدالقادر۔ موضح القرآن۔ صفحہ ۸۶
[3] سید فرمان علی۔ ترجمہ قرآن صفحہ ۳۸۳
[4] واجد علی شاہ اختر۔ مخطوطہ ریاض القلوب ترجمہ حیات القلوب جلد اول از محمد باقر مجلسی ورق ۱۹۔ مخطوطہ نمبر داخلہ نمبر ۶۶۵ کتب خانۂ سالار جنگ حیدرآباد۔

یوسف کی آمد سے بے خبر تھی - فراق کی ستائی ہوئی زلیخا جنگل میں اپنا غم غلط کرنے ادھر اُدھر گھوم رہی تھی - جب یہاں بھی دل نہ لگا تو وہ ہودج میں سوار ہوئی اور اونٹ کا رخ گھر کی جانب موڑ دیا - جب زلیخا شہر میں داخل ہوئی' اور بادشاہ کے "چھجے" کے سامنے سے گذری تو اس نے دیکھا کہ یہاں ایک ہنگامہ برپا ہے - پردہ ہٹا کر جھانکا تو یوسف کے چہرے پر نظر پڑی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی - جب دائی نے یہ حالت دیکھی تو اس وارفتگی کا سبب دریافت کیا زلیخا نے جواب دیا:

سپنن میں میں جو دیکھی سو یہی ہے　　　سمت ہت کر جو لیکھی سو یہی ہے
دھروں تن تاپ من سنتاپ اسی تھے　　　غریبی لی ستی ما باپ اسی تھے
اسی تھے جیوتی مرتی رہی ہوں　　　اسی کی آس سے یہ دکھ سہی ہوں

مصر کے تمام باشندے یوسف کی صورت پر فریفتہ ہو گئے' اور ہر ایک کی دلی تمنا تھی کہ یوسف ان کے ہاتھ لگے - کہتے ہیں کہ مصر میں ایک بڑھیا رہتی تھی - وہ بھی یوسف کو حاصل کرنے کی خواہش مند تھی احمد گجراتی کہتے ہیں -

نہ سکی تھا نب اپنے دل کی کلکوت　　　سو لے کر آئی واں کتیک پینجے سوت
....
نہ اس کی مول پورت کچ دھروں ہیں　　　دلے کلکوت اپنے تیئں کروں میں
کہ ہوئے اسکے خریداروں میں ناؤں　　　یہی بس منج جیو سنپت اسوں پاؤں

احمد گجراتی نے بازار مصر میں یوسف کے فروخت ہونے کے واقعے کو بڑے ڈرامائی انداز میں پیش کیا ہے - یوسف کے خریداروں میں ایک شخص نے قیمتی مشک دوسرے نے اشرفیوں اور تیسرے نے یوسف کے وزن کے برابر "رتن مانیک" کا پیش کش کیا - زلیخا نے عزیز مصر سے کہا کہ میرے جہیز میں جو خزانے اور زر و جواہر آئے ہیں ان سب کو دے کر یوسف کو خریدے - لیکن خود بادشاہ یوسف کو حاصل کرنے کا آرزومند تھا - زلیخا کے سمجھانے پر عزیز مصر نے بادشاہ سے عرض کی کہ وہ لاولد ہے اور یوسف کو اپنا بیٹا بنا کر اپنے محل کو

رونق بخشنا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے عزیز مصر کی درخواست قبول کی اور یوسف بڑی عزت و توقیر کے ساتھ عزیز کے محل میں قدم رنجا ہوئے اور زلیخا کو گویا دولت کونین مل گئی۔ زلیخا نے یوسف کے لیے کئی قیمتی پوشاکیں، زیورات اور آرام و آسائش کے تمام سامان مہیا کر دیئے۔ وہ دن رات یوسف کی خدمت اور دلجوئی میں لگی رہتی۔ زلیخا کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا لیکن رفتہ رفتہ اس کی امید مایوسی میں تبدیل ہونے لگی۔ یوسف کبھی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتے بھی نہ تھے ع

زلیخا دِشت اس مُکھ پر دھن ہار ۔۔۔ دلے یوسف سو جھک اپنے دیکھیں ہار
......
دردں قلتے کیرے وہ مُکھ نہ دیکھے ۔۔۔ نین قلتے سو دھن کے جھک نہ دیکھے

پہلے تو زلیخا نے یوسف کے اس رویئے کو ادائے محبوبیت پر محمول کیا لیکن آہستہ آہستہ اسے احساس ہونے لگا کہ یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا آسان نہیں ہے۔ اس صدمے نے زلیخا کی حالت تباہ کر دی۔ اس نے کھانا پینا، ہنسنا بولنا چھوڑ دیا اور سارے سنگار ترک کر دیئے۔ دائی نے جب اس کا یہ حال دیکھا تو فکر و تردد کی وجہ دریافت کی زلیخا نے جواب دیا یوسف "میری چھاؤں" سے بھی بیزار ہے۔ میں اس کو جتنا رجھانے کی کوشش کرتی ہوں وہ مجھ سے اتنا ہی گریزاں ہے تو یوسف کو جا کر میرے حالِ زار کی خبر سنا اور اس سے رحم کی درخواست کر۔ دائی نے یوسف کو زلیخا کا پیغام سنایا تو انھوں نے جواب دیا۔ ع

زلیخا دام دے لی سو بندا ہوں ۔۔۔ بہوت اس کے کرم کا شرمندا ہوں
میرا تن من پران اس کا سبت ہے ۔۔۔ سبت دھاتوں سنے اس کا برت ہے
ولے جے جلائے پیارا جیو میرا ۔۔۔ نہ ان بھاتا کروں کرتار کیرا
......
عزیز آپیں ہیجے بیکٹرا کر آکھیا ۔۔۔ بیٹا کر آپنے گھر ماں راکھیا
نظر اس کے نمک پر کیوں نہ راکھوں ۔۔۔ اسی کی شرم لیون کیوں نہ دھاکوں

یوسف نے دائی کو سمجھایا اور کہا کہ میں پیغمبروں کی نسل سے ہوں۔ میں یعقوب بن اسحاق بن

ابراہیم ہوں، لہذا ان کی روش چھوڑ کر معصیت سے اپنا رشتہ نہیں جوڑ سکتا" اندران کی بیل میں "انگور نہیں لگتے" اور دھتورے کا پودا" "پھتّس" پیدا نہیں کر سکتا۔ میرے سینے میں "جبرئیل کا علم" اور "عزرائیل" کی "حکمت" پوشیدہ ہے اور ع

نہیں لائق زلیخا کوں بھی یہ بات   جو یوں چوری کرے اپنے دھنی سات

اُسے کہہ جے رہے اس فکر سے دور   رکھے اس بات تھے منج کوں بھی معذور

علامہ محمد باقر مجلسی نے "حیات القلوب" جلد اول میں حضرت یوسف کے متعلق لکھا ہے کہ آدم، نوح، صالح، شعیب ابراہیم، اسحاق اور یعقوب سے حضرت یوسف تک نبوت کا سلسلہ پہنچا ہے[۱]

جب دائی نے یوسف کا یہ جواب زلیخا کو سنایا تو اس کا "کلیجہ" "غم" سے "پھٹ" گیا اور وہ خود بے قرار ہو کر یوسف کے پاس پہنچی اور اپنی روداد محبت سنائی۔ یوسف زار و قطار رونے لگے اور کہا کہ افسوس کسی کی محبت مجھے راس نہیں آتی۔ میری پھوپھی مجھے جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی۔ لیکن اس نے چوری کا الزام لگا کر مجھے رسوا کیا پھر میرے باپ یعقوب نے مجھے چاہا تو میرے بھائی میرے دشمن بن گئے۔ اب نہ جانے تیری محبت مجھے کس مصیبت میں مبتلا کرے۔

زلیخا نے یوسف کا دل بہلانے کے لیے ایک پُر فضا باغ کی تیاری کا حکم دیا اس میں خوب صورت "داسیوں" کو یوسف کی خدمت کے لیے متعین کیا اور انھیں تاکید کی ع

بہو شوخی سوں شوخی سیکلا دے   بہو چھند بند کر اس کو دیکھلا دے

---

[۱] واجد علی شاہ اختر۔ مخطوطہ ریاض القلوب ترجمۂ حیات القلوب جلد اول از محمد باقر مجلسی ورق ۸ اب مخطوطہ نمبر ۱۔ داخلہ نمبر ۶۶۵ کتب خانہ سالار جنگ۔ حیدرآباد۔

دلے جس پر جیا اس رغبت کرے گا　　　جسوں مل سوں نے نس جیت دھرے گا

تو اول وہ خبر منج پاس لیاؤ　　　ترت وہ بات آ رمنج کوں سناؤ

زلیخا کی حسین و جمیل کنیزیں یوسف کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنے سے قاصر رہیں۔ یوسف نے "داسیوں" کو وحدانیت اور حقانیت کا درس دیا اور انھیں بت پرستی سے منع کیا۔ خدا کی عظمت و جبروت کے راز سمجھائے اور گناہ سے دور رہنے کی تلقین کی۔ جب زلیخا کی یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو سکی تو اس نے پھر دائی سے صلاح کی کہ یوسف کو کس طرح رام کروں۔ دائی نے بڑے غور و فکر کے بعد جواب دیا "میں یہ کام کر سکتی ہوں مگر اس کے لیے تجھے اپنے خزانے خالی کرنے پڑیں گے۔ میں ایک ایسی عمارت تعمیر کرواؤں گی جو اپنے محلِ وقوع اور خوب صورتی میں بے مثل ہو گی۔ دلکشا باغات سے گھری ہوئی اس عمارت کے درودیوار، فرش اور چھتوں پر ہر جگہ یوسف و زلیخا کی عریاں تصویریں کھینچی جائیں گی اور اور اس میں یوسف کی رہائش کا انتظام ہو گا اس تدبیر سے یوسف کے دل میں محبت کا تلاطم اور اس کے جذبات میں ہیجان پیدا کرنا ممکن ہو گا۔ جب یہ خوب صورت اور عالی شان عمارت تیار ہو گئی جس میں "سات گھر" اور سات دروازے تھے تو زلیخا نے ایک دن یوسف کو یہاں بلوایا اور یکے بعد دیگرے تمام گھروں سے گزرتی ہوئی اور ہر گھر کے دروازے کو مقفل کرتی ہوئی ساتویں گھر میں پہنچی۔ زلیخا کی نفس پرستی اور جسارت کا جو نقشہ یہاں احمد گجراتی نے کھینچا ہے وہ وہی ہے جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ جب زلیخا نے یوسف کو مادی آسائشوں کی ترغیب دی تو انھوں نے کہا ع

قیامت میں خدا کے قہر سوں اُٹھ　　　یکیلا ہوں پڑیاں تھے آپنے تھ

عزیز مصر سوں کیوں بے وفا ہوں　　　خدا کے قہر تھے کیوں نربھیا ہوں

زلیخا نے جواب دیا میں عزیز مصر کی شراب میں زہر ملا کر اسے اپنے راستے سے ہٹا دوں گی۔ میرے پاس مال و دولت کی کمی نہیں میں غربا اور مساکین میں زر و جواہرات تقسیم کر کے

بڑی آسانی سے اس گناہ کا کفارہ ادا کر دوں گی۔ یوسف نے جواب دیا "میری خاطر کسی کو اپنی زندگی سے کیوں ہاتھ دھونا پڑے۔ میرا خدا دلوں کا حال جانتا ہے اور اس کے قہر سے دنیا کی کوئی طاقت نجات نہیں دلا سکتی"۔

عمار علی "مصابیح القلوب" میں ابن عباس کی روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس واقعے کے بارے میں لکھتے ہیں :-

"زلیخا نے ایک مکان شیشے کا بنوایا تھا اور صورت اپنی اور یوسف کی اس میں منقش کروائی تھی اس طرح سے کہ دونوں آپس میں بغلگیر ہو رہے تھے۔ یوسف کو زلیخا نے حکم دیا کہ اس گھر میں جا کہ کبھی ایسا مکان نہیں دیکھا ہوگا۔ یوسف بموجب اس کے کہنے کے اندر گئے اور پیچھے سے زلیخا پہنچی اور دروازے اس کے بند کر دیئے کہ اس کے بھی سات دروازے تھے ...... زلیخا نے کہا میرے پاس مال بہت ہے کفارہ دیدوں گی تاکہ اس گناہ سے پاک ہو جائیں اور اگر تجھ کو عزیز کا خوف ہے تو میں اس کو زہر دے کر ہلاک کرتی ہوں"[1]

احمد گجراتی نے یہاں حضرت یوسف کا یہ بیان پیش کیا ہے ع

خدا معصوم کر پیدا کیتا منج
خطا کیوں آئے عصمت ہے عطا منج

سورۂ یوسف کی تفسیر میں اس موقع پر عمار علی نے امام رضا علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے کہ "فرمایا ہے کہ یوسف معصوم تھا اور معصوم قصد گناہ کا نہیں کرتا

---

[1] عمار علی ۔ عمدۃ البیان ۔ بارہواں پارہ ۔ صفحہ ۱۰۲

اور نہ مرتکب گناہ کا ہوتا ہے۔[1]

ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں "مہذب مصر میں بالعموم اور اس کے اونچے طبقے میں بالخصوص صنفی آزادی قریب قریب اسی پیمانے پر تھی جس پر ہم اپنے زمانے میں اہل مغرب اور مغرب زدہ طبقے کو فائز پا رہے ہیں"[2]

احمد گجراتی لکھتے ہیں کہ یوسف کو جب زلیخا نے اپنے دام ہوس میں گرفتار کرنا چاہا تو ان کی نظر ایک خوب صورت پردے پر پڑی انھوں نے سوال کیا کہ اس پردے کے پیچھے کون ہے۔ زلیخا نے جواب دیا "اس کے پیچھے وہ سونے کا بت ہے جس میں قیمتی جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ میں اس کو اپنا خدا مانتی ہوں اور اس وقت میں نے اس لیے اس پر پردہ ڈال دیا ہے کہ وہ میری اس نازیبا حرکت کو نہ دیکھ سکے۔ یوسف نے برجستہ جواب دیا ع

سو یوسف کہہ اٹھے ترت یہ سنے جوں	کہ جب بز جیو تھے توں لاجتی یوں
جو وہ نا سونتا نا دیکھتا ہے	نہ خوبی نہ برائی لیکھتا ہے
سو میرا تو خدا سب پر سکن ہار	سدا اک درشٹ سوں سب جگ دیکھن ہار
سو میں ایسے دھنی سے کیوں نہ ڈھاکوں	شرم ان دیکھنے پر کیوں نہ راکھوں

شاہ عبدالقادر کے "موضح القرآن" سے احمد گجراتی کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"حضرت یوسف نے دیکھا کہ اب بڑی خرابی ہوئی اور کہا جلدی نہ کر جو تو کہے گی سو کروں گا۔ سامنے ایک پردہ لٹکتا تھا حضرت یوسف نے پوچھا کہ اے زلیخا اس پردے کے پیچھے کیا ہے۔ اس نے کہا کہ ایک

---

[1] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ بارھواں پارہ۔ صفحہ ۱۰۳۔

[2] ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۹۴

صورت ہے کہ جس کی میں پوجا کرتی ہوں اس وقت شرم سے اس کے آگے پردہ ڈالا ہے[1]
شاعر کہتا ہے کہ یوسف نے اپنے آپ کو زلیخا کی گرفت سے اس طرح آزاد کیا جیسے ہرن پھندا توڑ کر نکل بھاگتا ہے۔ وہ جس دروازے کو انگلی دکھاتے کھل جاتا تھا۔ زلیخا دوڑتی ہوئی برابر پیچھے آرہی تھی اور ع

جو بات اس پر ستی راکھن پکڑ کر — پچھیں تھے پیرہن پھاٹا سنیپڑ کر

جب یوسف زلیخا سے دامن چھڑا کے محل سے باہر نکلے تو عزیز مصر سے مڈبھیڑ ہو گئی زلیخا نے جب معاملہ بگڑتے دیکھا تو اپنے شوہر سے کہنے لگی کہ یوسف نے ہتک حرمت کی کوشش کی ہے اس کو سخت سزا ملنی چاہیئے۔ عزیز مصر یہ سن کر "غصے" سے کانپنے "لگا اور کہا" میں نے تجھے اپنے فرزند کی طرح پالا تھا۔ مجھے تجھ سے ایسی بے وفائی کی امید نہ تھی۔ یوسف نے عزیز مصر کو سارا قصہ کہہ سنایا اور زلیخا اپنی پاک بازی جتانے کے لیے قسمیں کھانے لگی کہ یہ من گھڑت قصہ ہے۔ بالآخر عزیز مصر نے "بندی خانے" کے "شحنے" کو بلا بھیجا کہ وہ یوسف کو گرفتار کر کے زنداں میں بند کر دے۔ یوسف نے اپنے "گھٹ گھٹ ہارے گسائیں" سے دعا کی کہ اے خدا تو میری بے گناہی ثابت کر دے۔ زلیخا کی ایک سہیلی جو اس کی رشتہ دار اور ہم نشین تھی ہمیشہ اس کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ اس وقت بھی وہ وہاں موجود تھی اور اس کی گود میں اس کا شیر خوار بچہ تھا جس کی عمر تین مہینے سے زیادہ نہ تھی۔ اس نے خدا کے حکم سے عزیز مصر کو آواز دی میں گواہی دیتا ہوں کہ یوسف بے گناہ ہے اور ع

دوں تج کوں کہوں گا یک نشانی — جو توں اس تھے مجھے ہوئی کہانی
نظر کر دیکھ اس کے پیرہن پر — کہ پھاٹا کس طرف تھے اس کے تن پر
اگر آگے تھے پھاٹا ہوئے پیرہن — اچھے بے شک زلیخا پاک دامن
جو پھاٹا ہوئے پچھیں تھے پیرہن اس کا — اچھے اس تھے پوتر دامن اس کا ....

عزیز مصر نے جب پیرہن یوسف پر نظر ڈالی تو اس پر حقیقت منکشف ہو گئی کہ اقدام یوسف کی جانب سے نہیں تھا۔ احمد گجراتی نے یہاں زلیخا کی رشتہ دار عورت کے شیر خوار بچے کو

---

[1] شاہ عبدالقادر۔ موضح القرآن۔ صفحہ ۸۹

یوسف کا گواہ بتلایا ہے لیکن تفاسیر میں یوسف کے گواہ کی حیثیت سے مختلف اشخاص کو پیش کیا جاتا ہے۔ ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ قرآن نے گواہ کی تصریح نہیں کی ہے۔ حضرت یوسف کی راست گوئی اور زہد و تقویٰ نے گھر کے تمام افراد کو ان کا معتقد بنا دیا تھا۔" حتیٰ کہ خود عورت کے ایک رشتہ دار نے اپنی رشتہ داری کا لحاظ نہیں کیا، یوسف کی حمایت میں سچائی ظاہر کر دی۔"[1] عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں کہ بہت سے ائمہ تفسیر نے اس گواہ کو زلیخا کا چچا زاد بھائی اور "حکیم وقت" بتلایا ہے اور لکھتے ہیں کہ اس شخص کو تقرب سلطانی حاصل تھا۔[2] ابن کثیر نے ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ یوسف کی عصمت و نزاہت کی گواہی فرعون کی لڑکی کی مشاطہ کے لڑکے نے دی تھی۔[3] اور عمار علی کا خیال ہے کہ گواہ زلیخا کے چچا یا اس کی خالہ کا بیٹا تھا۔[4] فرمان علی نے گواہ کو زلیخا کا ماموں یا خالہ زاد بھائی بتایا ہے اور اس کی عمر چار ماہ بتاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ بچہ اس وقت اپنے گہوارے میں تھا اور اس کا نام خلیخا رکھا گیا تھا اور یہ کہ حضرت یوسف نے مصر کی عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد اس کو اپنا وزیر مقرر کیا تھا۔[5] مولانا مودودی نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ شیرخوار بچے کی شہادت کا قصہ دراصل یہودی روایات سے آیا ہے وہ رقمطراز ہیں: "اس معاملے میں خواہ مخواہ معجزے سے مدد لینے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔"[6]

---

[1] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۲۶۔

[2] عبدالماجد دریا بادی۔ تفسیر ماجدی جلد سوم۔ صفحہ ۴۹۰

[3] محمد ابراہیم (مترجم) بارہواں پارہ۔ صفحہ ۴۲۔

[4] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ صفحہ ۱۰۵

[5] فرمان علی۔ ترجمہ قرآن بارہواں پارہ۔ صفحہ ۳۷۹

[6] ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۹۴

انھوں نے گواہی دینے والے شخص کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ وہ زلیخا کے بھائی بندوں میں سے تھا" یہ شخص ایک معاملہ فہم اور جہاں دیدہ آدمی تھا۔ جو صورت معاملہ سامنے تھی اس کی تہہ کو پہنچ گیا بعید نہیں کہ کوئی جج یا مجسٹریٹ ہو"[۱] مختصر یہ کہ تفاسیر میں اس گواہ کے متعلق بیانات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ عوفی اسے طفل شیر خوار کہتے ہیں عکومہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ کوئی معمر" داڑھی والا شخص تھا" سدی اور ابن اسحاق بھی اس سے متفق ہیں۔ لیکن ابن اسلم اور سدی نے گواہ کو امراۃ العزیز کا چچا زاد بھائی بتاتا ہے[۲] احمد گجراتی کہتے ہیں کہ جب زنانِ مصر نے یہ واقعہ سُنا تو وہ زلیخا کو طعنہ دینے لگیں کہ تو ایک عبرانی غلام کے عشق میں مبتلا ہے۔ زلیخا انھیں یہ دکھا دینا چاہتی تھی کہ یوسف کا حُسن کتنا ہوش ربا اور مسحور کن ہے۔ اس نے ایک شاندار ضیافت کا اہتمام کر کے مصر کی معزز خواتین کو مدعو کیا۔ عمار علی تحریر کرتے ہیں کہ زلیخا نے مصر کے طبقہ امراء کی چالیس معتبر خواتین کو مدعو کیا تھا[۳] زنانِ مصر کی اس دعوت کے بارے میں سرسید اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب" عزیز مصر کی عورت" نے خواتین مصر کی چہ میگوئیوں کے بارے میں سُنا تو یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اگر وہ یوسف جیسے حسین شخص کے عشق میں گرفتار ہے تو اس کو موردِ الزام ٹھیرانا غلط ہے کیونکہ یوسف کا حسن ایسا سحر انگیز ہے کہ اس سے غیر متاثر رہنا ممکن نہیں، انھیں مدعو کیا تھا اور جمالِ یوسف کی ایک جھلک دکھائی تھی۔[۴] احمد گجراتی لکھتے ہیں کہ اس دعوت میں زلیخا نے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک" ترنج" اور سونے کی چھری"

---

[۱] ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم صفحہ ۴۹۵

[۲] سلیمان سلمان۔ الجمال والکمال صفحہ ۹۶

[۳] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ بارہواں پارہ۔ صفحہ ۱۰۶

[۴] سرسید احمد خاں۔ تفسیر القرآن۔ جلد پنجم۔ صفحہ ۹۷

دے دی اور دائی کو بھیج کر یوسف کو بلوایا۔ جب مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف کو دیکھا تو ہیبت وجلال اور رعبِ حسن سے ہوش وحواس کھو بیٹھیں ع

جو بے ہوش ہو ترنج کاٹن کیا سب

سو ہات اپنے نسنگ کاٹن لگیاں سب

بعض عورتوں نے اپنی انگلیاں قلم کرلیں، بعض کی ہتیلیوں میں چاقو اتر گیا اور بعض بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ ابن کثیر نے زید بن اسلم کے حوالے سے لکھا ہے کہ باقاعدہ ضیافت تو پہلے ہو چکی تھی اب صرف میوے سے تواضع ہو رہی تھی۔ سرسید لکھتے ہیں کہ ان عورتوں نے حضرت یوسف کو مبتلائے مصیبت کرنے کے لیے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے:

"ان عورتوں نے صرف حضرت یوسف کو جرم میں پھنسانے کے لیے خود دانستہ اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور اسی جرم کے اہتمام میں ان کو قید خانہ میں بھیجا۔"[۱]

شاعر کہتا ہے کہ زلیخا نے مصر کی بیبیوں سے کہا کہ جمالِ یوسف کی ایک جھلک نے جب تم کو ایسا بے خود کر دیا ہے تو میرے دل کی حالت کا اندازہ کر سکتی ہو جس کے پیشِ نظر ہر وقت حسنِ یوسف رہتا ہے۔ تم لوگ میری ہمدرد اور غمگسار ہو یوسف کو سمجھاؤ کہ وہ مجھ سے بے اعتنائی نہ کرے۔ زنانِ مصر نے یوسف کو بہت سمجھایا لیکن ان کی طہارتِ فکر کو متاثر نہ کر سکیں۔ حضرت یوسف نے خدائے پاک سے دعا کی کہ تو مجھے ان شیطانی ترغیبات سے بچا ع

جے کچھ منج تھے اُنوں کا منگتا ہے

بندی خانہ مجھے اس تھے بھلا ہے

یہاں احمد گجراتی نے رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ مصر کی عورتوں نے زلیخا سے کہا کہ یوسف جتنا "روپ دستا ہے اتنا ہی سرکش" بھی ہے ہم اُسے رضامند کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہیں۔ زلیخا نے عزیز کو سمجھایا کہ یوسف

---

[۱] سرسید احمد خاں۔ تفسیر القرآن۔ جلد پنجم۔ صفحہ ۹۷۔

کی وجہ سے میری رسوائی ہو رہی ہے۔ اس صورت میں یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے۔ عبداللہ شاہ لکھتے ہیں کہ مصر میں تین قسم کے قید خانے تھے[۱]" سجن القتل" جو چالیس گز گہرا تھا اور تہہ تک پہنچتے پہنچتے قیدی مر جاتا تھا۔ [۲] سجن العذاب : اس میں سانپ بچھو اور تاریکی کی اذیت بھی اور [۳] سجن العافیہ : زمین کے اوپر تھا اور عزیز کے محل کے قریب واقع تھا۔ جب کسی پر بادشاہ کا معمولی عتاب نازل ہوتا تو اس کو یہاں بند کر دیا جاتا تھا۔ یوسف اسی میں قید کیے گئے تھے۔[۲]

جب یوسف "بندی خانے" میں پہنچے تو زلیخا نے زندان کے داروغا سے کہا کہ یوسف کو دوسرے قیدیوں کی طرح پا بہ زنجیر نہ کرنا اور طوق و بیڑی کی تکلیف نہ دینا۔ اس کے لیے "ریشمی کسوت" اور "حریری سیج" کا انتظام کیا جائے۔ جب یوسف اس گوشۂ عافیت میں پہنچے تو خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے سازش کرنے والوں کے مکر سے انھیں محفوظ رکھا اور وہ حسب عادت عبادت میں مشغول ہو گئے۔ یوسف کے قید ہونے کے بعد زلیخا غم و اندوہ سے بے تاب ہو گئی۔ وہ اپنی ناشائستہ حرکت پر پشیمان بھی تھی اور یوسف کی جدائی سے دل شکستہ بھی۔ یوسف محل میں موجود نہ تھے۔ لیکن ان کا تاج، کمربند، قبا اور کفش رکھے ہوئے تھے۔ وہ انھیں دیکھ دیکھ کر آنسو بہاتی۔ ایک رات اس نے دائی کو بلایا اور کہا یوسف کے فراق نے مجھے دیوانہ کر دیا ہے۔ ہم تاریکیٔ شب میں سب کی نظروں سے بچ کر بندی خانہ جائیں گے اور وہاں میں دور سے یوسف کا دیدار کروں گی۔ جب رات کی خاموشی اور سناٹے میں یہ دونوں کسی طرح زندان کے احاطے میں داخل ہوئے تو یوسف کو مصلے پر رونق افروز دیکھا۔ در و دیوار سے نور ساطع ہو رہا تھا۔ مصلے پر سجدے میں جھکے ہوئے یوسف پر آسمان کے ہلال کا گمان گذرتا تھا۔ عبدالماجد

---

[۲] عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ صفحہ ۱۷۰

دریابادی توریت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یوسف "خوب صورت" اور "نور پیکر" تھے اور تقویٰ وعفاف میں اپنی مثال آپ تھے۔[1] جب سے یوسف قید خانے میں آئے تھے، ان کے "قدم" سے "بندی خانہ" "سرگ بن" میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اور قیدیوں کو طوق وزنجیر جنت کا زیور معلوم ہونے لگے تھے۔ اگر کوئی قیدی بیمار ہو جاتا تو یوسف کی دعا سے صحت یاب ہوتا اور ہر قیدی کی آرزو پوری ہوتی تھی۔ وہ خوابوں کی سچی تعبیر بیان کرتے اور انھیں ہر طرح دلاسہ دینے کی کوشش کرتے تھے۔ نذیر احمد اپنے ترجمہ قرآن میں رقمطراز ہیں "قیدیوں نے حضرت یوسف کے چہرے کی نورانیت کو دیکھ کر یہ سمجھا ہوگا کہ یہ شخص عالم قدس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور اسی لیے وہ یوسف سے اپنے خوابوں کی تعبیر دریافت کرتے تھے"[2] بادشاہ مصر کے دو "مقرب" بھی سزا کی پاداش میں گرفتار ہو کر اسی قید خانے میں مقید تھے۔ ابوالکلام آزاد توریت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان میں سے ایک بادشاہ کے ساقیوں کا سردار اور دوسرا نان بائی تھا اور بادشاہ نے کسی بات پر ناراض ہو کر ان دونوں کو قید کی سزا دی تھی۔[3] "بیان القرآن" میں اشرف تھانوی تحریر کرتے ہیں:۔

"یوسف علیہ السلام کے ساتھ یعنی اسی زمانے میں اور بھی دو غلام (بادشاہ کے) جیل خانہ میں داخل ہوئے۔ جن میں سے ایک ساقی تھا دوسرا اخبازاور ان کے قید ہونے کا سبب یہ تھا کہ ان کی نسبت شبہ ہوا تھا کہ انھوں نے کھانے میں اور شراب میں زہر ملا کر بادشاہ کو دیا ہے سو مقدمہ زیر تحقیق تھا اور یہ دونوں حبس میں بھیج دیئے گئے تھے۔[4]

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ساقی کا نام ہندارا اور باورچی کا بحلث بتایا ہے"[5] اور فرمان علی و عمار علی نے بادشاہ مصر کے ساقی کا نام یونان لکھا ہے۔ عمار علی طباخ کا نام محیلا اور

---

[1] عبدالماجد دریابادی۔ تفسیر ماجدی۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۹۱ [2] ڈپٹی نذیر احمد۔ قرآن مجید مترجم و بامحاورہ مع فوائد نامفید صفحہ ۳۲۳ [3] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۲۸۔ [4] شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ جلد دوم۔ بارہواں پارہ۔ صفحہ ۶۰ [5] محمد بن ابراہیم (مترجم) بارہواں پارہ صفحہ ۴۴

فرمان علی حیلہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دونوں بادشاہ کو زہر دینے کے شبے میں قید کیے گئے تھے۔[۱] اس کے برخلاف شاہ عبدالقادر نے اپنی تفسیر میں ایک کو "آبدار" اور دوسرے کو باورچی بتایا ہے۔[۲] تفسیر ماجدی میں عبدالماجد دریا بادی نے دونوں قیدیوں کو فرعون وقت کے سردار تحریر کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ ان میں سے ایک ساقیوں کا صدر تھا اور دوسرا نان پزوں کا داروغہ تھا۔ یہ دونوں کسی عام قید خانے میں نہیں رکھے گئے تھے بلکہ "جلو داروں کے سردار کے گھر" میں بند کر دیئے گئے تھے۔[۳] "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" میں ریان بن ولید بادشاہ مصر کے ساقی کا نام نابو (NABU) اور نان بائی کا نام مودلیب (Mudlib) بتایا گیا ہے۔ مولانا مودودی کا بیان ان سب بیانات سے مختلف ہے وہ لکھتے ہیں کہ بادشاہ نے باورچی کو اس لیے قید کیا تھا کہ ایک دعوت کے موقعے پر "روٹیوں" میں کچھ "کرکراہٹ" پائی گئی تھی اور شراب کے ایک جام میں مکھی نکل آئی تھی۔[۴] احمد گجراتی نے نہ ان کے نام ظاہر کیے ہیں اور نہ انھیں شاہی خدمت گار بتایا ہے۔ وہ انھیں "مقرب" کہتے ہیں۔ مثنوی کا قصہ اس طرح آگے بڑھتا ہے کہ ان دونوں قیدیوں نے دو خواب دیکھے تھے۔ ایک نے عالم رویا میں خود کو انگور سے شراب نچوڑتے دیکھا تھا اور دوسرے نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ وہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہے اور پرندے انھیں کھا رہے ہیں۔ جب ان دونوں نے حضرت

۱۔ فرمان علی ترجمہ قرآن صفحہ ۳۸۰ ۲۔ شاہ عبدالقادر موضح القرآن۔ بارھواں پارہ صفحہ ۹۵

۳۔ عبدالماجد دریا بادی تفسیر ماجدی۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۹۲

۴۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۴۰۰

سف سے تعبیر دریافت کی تو آپ نے ساقی سے فرمایا کہ تو دوبارہ بادشاہ کا مصاحب
ے گا اور اس کو شراب پیش کرے گا اور دوسرے سے ارشاد فرمایا کہ تجھے سولی پر چڑھا یا
ئے گا اور پرندے تیرے سر کے مغز سے شکم سیر ہوں گے[۱] حضرت یوسف نے ساقی
سے کہا کہ جب تجھے تقرب سلطانی نصیب ہو گا تو بادشاہ کو میرے حال سے آگاہ کرنا لیکن
ب وہ قید سے رہا ہوا اور بادشاہ کا مقرب بن گیا تو شیطان نے حضرت یوسف کا خیال
س کے دل سے محو کر دیا۔ ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ تیسرے دن فرعون کی سالگرہ تھی "سردار
قی" کو بحال کر دیا گیا مگر نان پزوں کے سردار کے لیے سزائے موت تجویز ہوئی[۲] شاہ
بدالقادر "موضح القرآن" میں لکھتے ہیں "آبدار نے حقیقت میں خواب دیکھا تھا لیکن شاہی
رچی نے محض حضرت یوسف کی صداقت کا امتحان لینے کے لیے دل سے خواب بنا کر آزمانے
ے واسطے کہا تھا"[۳]

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ کئی سال "تک یوسف قید خانے میں محبوس رہے۔ قید میں
ضرت یوسف کے قیام کی مدت ابوالکلام آزاد نے گجراتی کی طرح "کئی سال" بتائی ہے لیکن
بدالماجد دریابادی لکھتے ہیں کہ قرآن میں جو "بضع سنین" کے الفاظ آئے ہیں ان سے معلوم
وتا ہے کہ حضرت یوسف کا زمانہ قید تین سے نو سال پر محیط ہو گا کیونکہ عربی میں "بضع سنین"
ا اطلاق انہیں اعداد پر ہوتا ہے[۴] ابن کثیر اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت یوسف

---

[۱] مقبول احمد نے ترجمۂ قرآن میں تفسیر قمی کے حوالے سے لکھا ہے کہ باورچی نے خواب نہیں دیکھا تھا اور
محض جھوٹ بولا تھا" صفحہ ۳۸۲
[۲] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۳۰۔
[۳] شاہ عبدالقادر۔ موضح القرآن۔ صفحہ ۹۵
[۴] عبدالماجد دریابادی تفسیر ماجدی۔ جلد سوم۔ صفحہ ۴۹۴

سات سال تک قید خانے میں مقیم رہے۔ ابن عباس نے اس کی مدت بارہ اور ضحاک نے چودہ برس بتائی ہے[۱]۔ اشرف تھانوی نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ "بضع کا اطلاق عربی میں تین سے دس تک آتا ہے۔ پس اس کے درمیان جتنے عدد ہیں ہر عدد کا آیت میں احتمال ہے۔"[۲] "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" میں بھی یوسف کی مدت قید سات سال لکھی گئی ہے[۳]۔ عمار علی حضرت یوسف کے قید کا عرصہ سات برس بتاتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ جعفر صادق علیہ السلام کے ارشاد سے اس کی تصدیق ہوتی ہے[۴]۔

بالآخر خدا نے حضرت یوسف کی رہائی کا سامان کیا اور ریان نے خواب میں دیکھا ع

سو رایا مصر کا سُپنے میں یک رات	دیکھیا جے سات گایاں تازگی سات
یکس تھے یک موٹیاں ہور خوش رنگ	جو پھیلیں بات جے راکھیں چُپک اُن انگ
پچھیں تھے ہور سات آیاں جو ہر ایک	یکس تھے یک دسیں دبلی بہوتیک
سو دبلیاں سات موٹیاں سات کوں پی	سبھ کھائیں ہری جوں گھانس یو سی
دیکھیا بھی اس پچھیں بھرتے ہرے سات	جو نینوں سکھ پڑے جکھ دیکھنے سات
سُکے بھی سات آکر اس ہریاں سات	پلیٹے جا سکائے آپنی دھات

صبح بادشاہ مصر نے "حکیموں" کو بلایا اور اپنے خواب کی تعبیر دریافت کی۔ کاہنوں اور نجومیوں نے جواب دیا کہ یہ "خواب پریشان خیالی کا سپن" ہے اور اس کی سچی تعبیر بتانی مشکل ہے۔ اس وقت دربار میں ساقیوں کا وہ سردار بھی موجود تھا جس کے خواب کی یوسف نے سچی تعبیر بتائی

۱؎ محمد بن ابراہیم دمترجم بارہواں پارہ۔ صفحہ ۴۷

۲؎ شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ بارہواں پارہ۔ صفحہ ۶۲

۳؎ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ صفحہ ۶۴۷

۴؎ عمار علی۔ عمدۃ بیان۔ بارہواں پارہ صفحہ ۱۱۲

تھی "تفسیر سورۂ یوسف" میں عبدالحی فاروقی نے لکھا ہے کہ یوسف کا لقب "صدیق" تھا۔
اور اس صادق القول کی باتیں مستقبل میں تمام کی تمام سچ ثابت ہوتی تھیں [۱]۔ شاہی ساقی
کو یکایک حضرت یوسف کا خیال آیا اور اس نے بادشاہ سے عرض کی کہ قید خانے میں ایک
"روشن دل جوان" ایسا قید ہے کہ اس کے علم و دانش کا کوئی ذی روح مقابلہ نہیں کر سکتا۔
خواب کی حقیقی تعبیر سے آگہی حاصل کرنے کے لیے اس روشن دل سے رجوع کیا جائے۔
مقرب شاہی بادشاہ کے حکم پر جب زنداں پہنچا تو حضرت یوسف نے بادشاہ کے خواب کی
یہ تعبیر بتائی کہ سات سال مصر میں فصل ایسی اچھی ہو گی کہ اناج کے ڈھیر لگ جائیں گے اور
اس کے بعد کے سات سال قحط سالی کے ہوں گے اور آسمان سے پانی کے بجائے "دھوپ"
"برسے" گی۔ جب شاہی ساقی نے یہ تعبیر سنی تو دوڑا ہوا بادشاہ کے پاس پہنچا اور تعبیر خواب
بیان کر دی۔ بادشاہ حضرت یوسف کی غیب دانی اور فراست و دانائی سے بہت خوش ہوا۔
اور انھیں دوبار میں حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب ساقی رہائی کی خوش خبری لے کر زندان پہنچا اور
حضرت یوسف سے ہمراہ چلنے کی درخواست کی تو انھوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر بادشاہ مجھے
رہا کرنا چاہتا ہے تو ان زنانِ مصر سے میری بے گناہی کی حقیقت دریافت کرے جنھوں نے
مجھے دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ مثنوی کے اس حصے میں شاعر نے قصے کو بڑی تیز رفتاری
کے ساتھ آگے بڑھایا ہے اور صرف چند بیتوں میں ایک طویل قصے کا لب لباب سمو دیا ہے
احمد گجراتی کہتے ہیں کہ بادشاہ مصر کے دریافت کرنے پر مصر کی عورتوں نے سارا قصہ سچ سچ
سنا دیا اور کہا کہ یوسف ایک فرشتہ صفت انسان ہیں۔ ان سے شیطانی صفات منسوب
کرنا بھی گناہ ہے۔ زلیخا بھی موجود تھی۔ احمد گجراتی کہتے ہیں کہ اس عرصہ میں وہ آداب عشق سے
واقف ہو چکی تھی اور اس کی محبت نے "پختگی" کی منزلیں طے کر لی تھیں۔ اس نے بے تامل

---

[۱] عبدالحی فاروقی۔ تفسیر سورہ یوسف۔ صفحہ ۳۰۔

اپنی خطا کا اقرار کر لیا۔ ریان نے حکم دیا کہ یوسف کو فوراً آزاد کر کے انھیں انتہائی عزت و تکریم کے ساتھ دربار میں لے آئیں ع

کروں میں بخشش اس کوں تخت ہو تاج

نہ ساجے راج کو بن بخت ہور تاج

دربار میں حضرت یوسف کی آمد سے بادشاہ کی عزت افزائی ہوئی اور جب اس نے ان سے گفتگو کی تو اس کے دل پر اُن کے علم و فطانت اور تقدس کا سکّہ بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ جب سات سال تک بارانِ رحمت کے باعث اناج کی فراوانی ہوگی تو اس کی حفاظت کس طرح کی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ دانوں کو علٰحدہ کیے بغیر اناج رکھا جائے تو وہ محفوظ رہ سکتا ہے۔ یوسف نے فرمایا ع

کرے یہ کام توں میرے حوالے

تو جگ سب قحط میں جا دیں سنبھالے

سر سید احمد خاں نے اپنی تفسیر میں اس قحط کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ یہ قحط آفریقہ کے اکثر حصوں میں اور "بالخصوص یمن میں اور تمام فلسطین میں نہایت شدید تھا"۔ انھوں نے "عبری توریت" کے حساب سے اس قحط کا سنہ ۲۲۹۶ دنیاوی یعنی ۱۷۰۸ قبل مسیح بتایا ہے اور لکھتے ہیں کہ یہ قحط سنہ ۲۳۰۲ دنیاوی یعنی ۱۷۰۲ ق مسیح میں ختم ہوا۔[1]

عبدالماجد دریابادی تحریر کرتے ہیں:۔

"یہ قحط عالم کی تاریخ قحط میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ آگے چل کر یہ حدود مصر تک محدود نہیں رہا بلکہ حجاز فلسطین شام اور تمام ممالک ملحقہ میں اس کی شدت محسوس ہوئی۔ بلکہ توریت میں تو یہاں تک درج ہے کہ یہ قحط عالم گیر تھا"۔[2]

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ بادشاہ مصر نے یوسف کو شاہی لشکر، خزانے اور اقتدار سے

---

[1] سر سید احمد خاں۔ تفسیر القرآن۔ جلد پنجم۔ صفحہ ۸۴

[2] عبدالماجد دریابادی۔ تفسیر ماجدی۔ جلد سوم صفحہ ۲۹۵

نوازا اور عزیز مصر کے خطاب سے سرفراز کیا۔ کیونکہ اس اثنا میں عزیز مصر کا انتقال ہو چکا۔
مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ زمانہ قحط میں حضرت یوسف کی بہترین کارکردگی کو دیکھ کر بادشاہ مصر نے آپ کا نام "صفنات فعنیح" دنیا کا نجات دہندہ رکھا تھا۔[1]

ڈپٹی نذیر احمد نے "ترجمہ قرآن مجید مترجم دبا محاورہ مع فوائد نافعہ" میں لکھا ہے کہ مصر میں حضرت یوسف نے یہ انتظام کیا تھا کہ قحط کے لیے غلہ جمع کر رکھا تھا اور بادشاہ کی طرف سے اپنے اہتمام میں اس کو بکواتے تھے مگر لوگوں کو ضرورت سے زیادہ غلہ نہ دیتے تھے کہ کہیں جمع نہ کر رکھیں یا تجارت نہ کریں۔"[2]

حضرت یوسف کو کس عمر میں مصر کی سلطنت کے اختیارات ملے تھے اس کے بارے میں مفسرین میں اختلاف رائے ہے۔ ابن عباس، مجاہد اور قتادہ نے تینتیس (۳۳) سال ضحاک نے بیس (۲۰) سال عکرمہ نے پچیس (۲۵) سال حسن بصری نے چالیس (۴۰) سال اور سدی نے تیس سال بتائی ہے۔[3] ابوالکلام آزاد نے توریت کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر تیس سال تھی۔[4] عبدالحی تفسیر سورۂ یوسف میں لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف کا سن شریف بائیس، تیئس سال سے زیادہ نہ تھا۔[5]

احمد گجراتی کہتے ہیں کہ یوسف مصر میں اطمینان اور آرام سے زندگی بسر کرنے لگے زلیخا کا حال یہ تھا کہ اسے دولت و ثروت اور شہرت و نیک نامی سے ہاتھ دھونا پڑا تھا۔ غم دوراں نے اسے گوشہ نشین بنا دیا تھا۔

---

[1] ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم صفحہ ۴۱۲
[2] ڈپٹی نذیر احمد۔ ترجمہ قرآن مجید صفحہ ۳۸۷
[3] عبدالحق حقانی۔ تفسیر حقانی صفحہ ۱۱۵۶۔
[4] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم صفحہ ۲۳۵
[5] عبدالحق فاروقی۔ تفسیر سورۂ یوسف صفحہ ۳۴

احمد گجراتی نے زلیخا کے خزانے خالی ہونے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ جب کوئی شخص اسے یوسف کی خبر سناتا تو وہ خوش ہو کر اسے مالا مال کر دیتی اور اس طرح چند برسوں میں اس کے سارے خزانے خالی ہو گئے۔ شاعر کہتا ہے کہ جب زلیخا کو غربت نے آ گھیرا تو وہ یوسف کی رہگذر پر گھانس پھونس کی جھونپڑی میں رہنے لگی جس وقت یوسف اپنے گھوڑے پر اس راستے سے گذرتے تو شاہی نقیب حاجب اور چوبداران کے آگے پیچھے موجود ہوتے اور جس طرف سے اُن کی سواری گذرنے والی ہوتی وہاں ہٹو بچو کا غل برپا ہوتا اور لشکر کی گذرگاہ پر لوگوں کا ہجوم ہوتا۔ "قصص الانبیاء" میں لکھا ہے کہ یوسف کی حشمت اور اُن کے دبدبے کا یہ عالم تھا کہ جب وہ راستے سے گذرتے تو چالیس ہزار جوان سلح پوش اور چار ہزار جوان باکمر بند زرین اور ایک ہزار حاجب ہوش مند ہمراہ چلتے" [1]

جب یوسف کی سواری گذرتی تو ہنگامہ اور شور و غل سن کر زلیخا بھی اپنی جھونپڑی سے باہر نکل آتی تاکہ "مت" "کے راستے کی دھول" اس پر پڑے۔ لڑکے زلیخا کو ستایا کرتے تھے۔ جس وقت لشکر میں یوسف موجود نہ ہوتے۔ وہ چلا چلا کر زلیخا سے کہتے تھے کہ یوسف کی سواری آ رہی ہے جھونپڑی سے جلد باہر نکل آ لیکن زلیخا لڑکوں کے اس مذاق سے بددل نہ ہوتی اور جواب دیتی تھی کہ یوسف کی خوشبو خود مجھے بتا دے گی کہ وہ راستے سے گذر رہا ہے یا نہیں۔ شب و روز اسی طرح گذرتے رہے اور زلیخا کے بالوں میں چاندی چمکنے لگی اور اس کی کمر خمیدہ ہوتی گئی۔ ایک دن جب یوسف کی سواری راستے سے گذری تو زلیخا دادخواہوں کی طرح رہگذر پر کھڑی ہو گئی اور فریاد کرنے لگی لیکن ٹاپوں کی آواز اور لشکر کے ہنگامے میں اس کی صدا ڈوب کر رہ گئی وہ غم و غصے سے بھری ہوئی۔ اپنی جھونپڑی میں گئی اور اس "پتلی" کو جس کی وہ پرستش کیا کرتی تھی مخاطب کر کے برا بھلا کہا اور ع

---

[1] مترجم غلام نبی ابن عنایت اللہ۔ قصص الانبیاء۔ صفحہ ۱۱۷

مسلماں ہوستی بُت ہو زنار

زلیخا نے خدا سے دعا کی کہ وہ اس کے بے قرار دل کو سکون عطا فرمائے اور اس کی بے نور آنکھوں کو بینائی دے تاکہ وہ دیدارِ یوسف سے محروم نہ رہے جب یوسف راستے سے گذرے تو زلیخا نے کہا بے شک خدائے عزوجل کی شان نرالی ہے۔ وہ جسے چاہے تخت و تاج عطا کرتا ہے اور جسے چاہے دولت و ثروت اور جاہ و تحمل سے محروم بھی کر سکتا ہے۔ احمد گجراتی نے یہاں اس قرآنی آیت سے استفادہ کیا ہے:۔

"سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ الملوكَ عبيد بالمعصية وجَعَلَ العَبْدَ مُلُوكًا عَلَى الطَّاعَةِ"

(پاک ہے وہ ذات جس نے بادشاہوں کو غلام بنایا گنہگاری کے سبب اور غلاموں کو بادشاہ بنایا اپنی طاعت اور تابعداری کے سبب سے)

جب یوسف نے یہ کلمات سنے تو "بھالدار" کو حکم دیا کہ وہ "تسبیح خواں" کو ان کے محل میں لے آئے۔ جب یوسف اپنے محل میں پہنچے اور اپنے فرائض سے فراغت حاصل کی تو حاجب نے بڑھیا کو حاضر کیا۔ یوسف اُسے پہچان نہ سکے اور اس کا نام اور پتہ دریافت کیا۔ زلیخا نے جواب دیا میں وہی ہوں جس نے خواب میں تجھے دیکھ کر تجھ سے محبت کی اور تیرے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ جب یوسف نے زلیخا سے یہ باتیں سنی تو رونے لگے اور اس کی حاجت دریافت کی۔ زلیخا نے جواب دیا ؏

کہی اول جوانی روپ اجکل پھران منج کوں دیلا جیسی تھی اول
دلا اُس بعد نینوں نور منج کوں جو دیکھیں دو نین بھر پور تج کوں

حضرت یوسف نے خدا سے زلیخا کے لیے دعا کی اور اس کی جوانی لوٹ آئی اور بے نور آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اب زلیخا نے اپنی آخری خواہش کا اظہار کیا اور کہا۔ تیری سالہا سال کی مفارقت کو مژدۂ وصال سے بدل دے۔ یوسف نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور حکم الٰہی

کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں جبرئیل آئے اور تحفۂ درود و سلام کے بعد خدا کا حکم سنایا۔ ع

کہ ہم دیکھے زلیخا کی جو زاری — تیری بیرت منے بھو تیک خواری
سو ترت اس کو ہمیں من آس دیتے — اسی تج سوں عرش پر عقد کیتے
سو توں بھی عقد کر مل رہ اسوں جم — مدن بیلاس بھو تیک بھوگ سوں گم
نمیں جوں دو رتن دونوں میلے — چلے اولاد جگ میں ہور تن سر

مثنوی میں یہاں شاعر نے جو واقعات بیان کیے ہیں سورہ یوسف میں کہیں ان کا ذکر موجود نہیں ہے۔ "بیان السبحان" کے مصنف عبدالدائم جلالی لکھتے ہیں :۔

زلیخا کے متعلق آسمانی کتب خاموش ہیں مگر اہل سیرت نے لکھا ہے کہ یوسف کی شادی زلیخا سے ہوئی تھی دو بیٹے اور ایک بیٹی بھی پیدا ہوئی"۔[1] محمد باقر مجلسی نے "حیات القلوب" جلد اول میں حضرت یوسف کے فرزند کا نام "سبریا" بتلایا ہے۔[2]

"تفسیر حقانی" میں عبدالحق حقانی لکھتے ہیں" زلیخا جو عزیز مصر کی بیوی حضرت پر عاشق تھی۔ اس کا باقی حصہ نہ قرآن نے بیان کیا ہے نہ توریت میں موجود ہے مگر اہل سیر نے لکھا ہے کہ اس سے شادی ہوئی اور دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی"۔[3] اشرف تھانوی نے درمنثور کے حوالے سے لکھا ہے کہ عزیز مصر کے انتقال کے بعد زلیخا سے یوسف کا نکاح ہوا تھا۔[4] ابوالاعلیٰ مودودی کا خیال ہے کہ زلیخا سے یوسف کا نکاح نہیں ہوا تھا۔ "ایک من گھڑت قصہ" ہے۔ جس کی نہ قرآن سے تصدیق ہوتی ہے اور نہ اسرائیلی تاریخ سے وہ

---

[1] عبدالدائم جلالی۔ بیان السبحان۔ صفحہ ۱۳۷

[2] واحد علی شاہ اختر مخطوطہ ریاض القلوب ترجمہ حیات القلوب جلد اول از محمد باقر مجلسی مخطوطہ نمبر ۶۶۵۔ ورق ۱۸۔ ب کتب خانہ سالار جنگ۔ حیدر آباد۔

[3] عبدالحق حقانی۔ تفسیر حقانی۔ صفحہ ۱۲۔ [4] بیان القرآن۔ تیرھواں پارہ صفحہ ۴

تحریر کرتے ہیں "ایک نبی کے مرتبے سے یہ بات بہت فروتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جس کی بد چلنی کا اس کو ذاتی تجربہ ہو چکا ہو۔ آگے چل کر وہ لکھتے ہیں کہ قرآن میں کہا گیا ہے کہ "بری عورتیں برے مردوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے"[۱]

عبدالماجد دریابادی یوسف اور زلیخا کے عقد کے بارے میں رقمطراز ہیں :-

"مشہور یہ ہے کہ یہ (زلیخا) بعد کو حضرت یوسف کے نکاح میں آ گئی تھیں لیکن اس کی سند نہ قرآن مجید سے ملتی ہے نہ حدیث صحیح سے نہ توریت سے۔"[۲]

احمد گجراتی کہتا ہے کہ کئی سال تک زلیخا اور یوسف پُرمسرت ازدواجی زندگی گزارتے رہے اور بالآخر زلیخا کا دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا۔ اس نے زندگی کے ایسے نشیب و فراز دیکھے تھے کہ مادی آسائشوں اور دنیوی معاملات سے اُسے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی تھی۔ شاعر کے الفاظ میں اس نے "دوی کے پردے" سے باہر نکل کر "وحدت کے آنگن" میں قدم رکھا تھا۔

دوی پردے تھے باہر نیکلی تھی	سو وحدت کے انگن میلنے چلی تھی
دوی سب دور ہو یک نور دیکھی	چھٹک پھر جا دریا کی پور دیکھی
عبادت بندگی میں ایک چت ہو	سُمت ہو مت ستیں آپ مت ہو

جب یوسف نے زلیخا کا یہ حال دیکھا تو بڑے اہتمام کے ساتھ اس کے لیے ایک خانقاہ تیار کروائی۔ زلیخا اس میں بیٹھ کر رات دن ذکر الٰہی کرنے لگی۔ ایک رات حضرت یوسف نے اپنے ماں باپ کو خواب میں دیکھا کہ وہ ان کی جدائی سے بہت بے چین ہیں اور ملاقات کے مشتاق ہیں۔ یوسف جب صبح اٹھے تو دنیا سے دل سرد ہو چکا تھا خدا سے لو لگی تھی اور والدین کی زیارت کے لیے

---

[۱] ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۹۱

[۲] عبدالماجد دریابادی۔ تفسیر ماجدی۔ جلد سوم۔ ۴۸۸

بے چین تھے۔ یوسف نے حسب معمول شاہانہ لباس زیب تن کیا اور رکاب میں قدم رکھا ہی تھا
جبرئیل آئے اور یوسف سے کہا ع

ترے تن کی نگر میں جیو جو ہے راج
نکلتا ہے سحاری دور کی آج

یہ سن کر یوسف خوشی سے پھولے نہ سمائے اور تخت پر اپنے جانشین کو بٹھا کر
آخری ملاقات کے لیے زلیخا کو طلب فرمایا۔ اشرف تھانوی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت یوسف
کی وفات کے بعد سلطنت مصر سلاطین مصر کی طرف منتقل ہو گئی۔ اگرچہ مصر کے حکمران ریان
نے سلطنت کے اختیارات حضرت یوسف کے سپرد کر دیئے تھے مگر باضابطہ طور پر سلطنت
ان کے حوالے کر کے انھیں تخت نشیں نہیں کیا گیا تھا۔ اسی لیے حضرت یوسف بادشاہ مصر نہیں
"عزیز مصر" کہلاتے تھے[1]۔ "تفسیر حقانی" کے مفسر نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا ہے اور لکھتے ہیں
کہ فرعونِ وقت نے یوسف کو اپنی تمام "رعیت" اور سلطنت پر اختیار دیا "اپنی انگشتری
پہنائی تھی اور تخت نشینی کے سوا تمام مراعات دیئے تھے[2]۔

احمد گجراتی نے اپنی مثنوی میں حضرت یوسف کی وفات کا حال بیان کرتے ہوئے
لکھا ہے کہ جبرئیل کے پاس جنت کا ایک سیب تھا۔ حضرت یوسف نے جیسے ہی اُسے سونگھا
ان کی روح نے جنّت کی طرف پرواز کی۔ عبداللہ شاہ نے بھی "یوسف نامہ" میں حضرت
یوسف کی وفات کے متعلق یہی لکھا ہے[3]۔

---

[1] شاہ محمد اشرف تھانوی۔ بیان القرآن۔ تیرھواں پارہ۔ صفحہ ۲۲
[2] عبدالحق حقانی۔ تفسیر حقانی۔ صفحہ ۴۹۷
[3] عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ۔ صفحہ ۳۶۲

عمارعلی لکھتے ہیں کہ جب حضرت یوسف نے وفات پائی تو مصری سردار آپس میں جھگڑا کرنے لگے ہر سردار یہ چاہتا تھا کہ اس کے خاص خطے میں یوسف کا تابوت رکھا جائے تاکہ اس کا علاقہ بلاؤں سے محفوظ رہے اور اسے خیر و برکت نصیب ہو۔ بالآخر یہ طے پایا کہ پتھر کے صندوق میں لاش کو محفوظ کر کے رود نیل میں دفن کر دیں تاکہ اس پر سے پانی گذرے تو مصر کے تمام علاقوں تک خیر و برکت ساتھ لے جائے۔ ابوالکلام آزاد رقمطراز ہیں کہ مصریوں کے رواج کے مطابق حضرت یوسف کی نعش "ممی کر کے رکھی گئی تھی"[۱]

شاعر مثنوی میں یہ بتایا ہے کہ زلیخا یوسف کے انتقال کی خبر سن کر بے ہوش ہوگئی تھی۔ تین دن بعد جب اسے ہوش آیا تو وہ عماری میں سوار ہو کر حضرت یوسف کے مزار پہ پہنچی اور نالہ و فغاں کرتے کرتے وہیں اس نے جان دیدی۔ زلیخا کو غسل دے کر یوسف کی "پگڑی" کا کفن دیا گیا اور مرقد یوسف کے پہلو میں اسے دفن کیا گیا۔ حضرت یوسف کا مزار دریائے نیل کے کنارے واقع تھا۔ دریائے نیل کی طغیانی کی وجہ سے یہ مقام محفوظ نہ تھا اسلیے پتھر کے ایک صندوق میں حضرت یوسف کی لاش رکھی گئی اور اسے وہاں سے ہٹا دیا گیا اور اس طرح یوسف اور زلیخا پھر بعد مرگ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ اشرف تھانوی کہتے ہیں کہ حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کو وصیت کی تھی کہ جب وہ مصر کا توطن ترک کر کے اپنے آبائی وطن شام کو واپس جائیں تو ان کی لاش بھی ہمراہ لیتے جائیں۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ نے مصر سے کوچ کیا تھا تو حضرت یوسف کی نعش کا صندوق بھی ساتھ رکھا تھا۔ تفسیر حقانی کے مفسر نے لکھا ہے چار سو سال بعد حضرت موسیٰ سنگ مرمر کا وہ صندوق جس میں خوشبودار مسالہ بھر کر حضرت یوسف کی لاش رکھی گئی تھی ساتھ لیکر مصر سے روانہ ہوئے تھے لیکن راستے میں آپ فوت ہوگئے تھے اور بعد میں بنی اسرائیل نے حضرت یوسف کو کنعان میں میں بمقام نابلس دفن کیا تھا۔[۲]

---

[۱] ابوالکلام آزاد۔ ترجمان القرآن۔ جلد دوم صفحہ ۲۶۷ [۲] عبدالحق حقانی۔ تفسیر حقانی۔ صفحہ ۴۹۷۔

عمار علی نے لکھا ہے کہ حضرت جعفر صادق سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ پر وحی نازل ہوئی تھی کہ وہ یوسف علیہ السلام کی نعش کے صندوق کو رود نیل سے نکال کر شام لے جائیں۔ کہتے ہیں کہ انھیں بیت المقدس میں ان کے آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا تھا۔[1] "الجمال والکمال" کے مصنف محمد سلیمان سلمان کا خیال ہے کہ یوشع نے حضرت یوسف کے تابوت کو ان کے جدی گورستان میں لا کے رکھا تھا۔[2]

احمد گجراتی کی مثنوی میں برادرانِ یوسف کے زمانۂ قحط میں واردِ مصر ہونے کے بیان اور اس سلسلے کی ضروری تفصیلات مثلاً حضرت یعقوب کا اپنے قبیلے کے ساتھ کنعان سے مصر کو کوچ کرنا اور قصۂ یوسف زلیخا کی بعض دوسری جزئیات سے شاعر نے کوئی سروکار نہیں رکھا ہے۔ قصے کے اس حصے کو حذف کر دیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احمد گجراتی نے قصۂ یوسف کے مذہبی اور اخلاقی پہلو سے زیادہ اس داستان کی رومانی فضا اور رومانی مزاج کی مناسبت سے اپنی مثنوی کے واقعات کا انتخاب کیا ہے۔ وہ اس مثنوی کو ایک ایسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا جو رنگین مزاج اور عشق پیشہ شخص تھا، زاہد خشک نہ تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکمرانِ وقت کی رنجانِ مرنج اور "سراپا رہینِ عشق" فطرت اور اس کی زندہ دلی و وارفتہ مزاجی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے قصۂ یوسف کو ایک خالص عشقیہ کہانی کی حیثیت دی گئی ہے اور "احسن القصص" کے اُن حصوں سے جہاں رومانی لطف اندوزی کی گنجائش تھی احمد گجراتی نے پورا پورا استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ احمد گجراتی کے اس قصے کی تان تصوف پر کیوں ٹوٹتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ احمد گجراتی نے قصہ کی پیش کشی کے ضمن میں جامی کی مثنوی کا تتبع کیا

---

[1] عمار علی۔ عمدۃ البیان۔ بارھواں پارہ صفحہ ۱۸۳ [2] سلیمان سلمان۔ الجمال والکمال۔ صفحہ ۱۹۔

تھا۔ جامی کے یہاں قصۂ یوسف زلیخا میں زلیخا کا یہی انجام بتایا گیا ہے اور چونکہ شاعر کے پیش نظر یہی مثنوی تھی اس لیے فطری طور پر اٹھوں نے آخر تک اس کی پیروی کی ہے۔ دوسرے یہ کہ احمد گجراتی شاہ وجیہہ الدین گجراتی کے مرید خاص اور خلیفہ تھے۔ ان کی زندگی کا بڑا حصہ خانقاہوں اور تکیوں میں گذرا تھا۔[1] محمد قلی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نے قصے کے رومانی پہلو پر زور دیا تھا۔ لیکن قصے کے اختتام تک پہنچتے پہنچتے یہ ملمع کاری پھیکی پڑنے لگتی ہے اور آخر میں احمد گجراتی شاہ وجیہہ الدین کے خلیفہ اور مرید بن کر ہمارے سامنے جلوہ گر ہوتے ہیں اور عشق مجازی کو قنطرۃ الحقیقت ثابت کرنے پر مصر نظر آتے ہیں۔

آخر میں قصۂ یوسف زلیخا کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ بعض دکنی شاعروں نے "احسن القصص" سے اپنی مثنویوں کو مزین کیا ہے۔ ہاشمی (۱۰۹۹ھ) امین (۱۱۰۹ھ) معتبر خاں عمر (۱۲۰۱ھ) اور فگار (۱۲۱۳ھ) وغیرہ نے اس مشہور قصے سے دلچسپی لی ہے۔ لیکن ان سب پر احمد گجراتی کو اولیت اور تقدم حاصل ہے۔ انھوں نے پہلی بار اس کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو "مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس اللہ سرہ العزیز" از نصیر خاں بن کمال خاں قریشی۔

جامی اور احمد گجراتی کی مثنویاں

احمد گجراتی اپنی مثنوی کی ابتدا میں کہتا ہے کہ میں محمد قلی قطب شاہ کی خدمت میں کوئی نمایاں شعری کارنامہ پیش کرنا چاہتا تھا۔ لیکن رہبری اور رہنمائی کے لیے میرے پاس کوئی اچھی کتاب موجود نہیں تھی۔ میں نے اپنے دوستوں کے پاس ایسے "نسخے" تلاش کیے جن سے استفادہ کر سکتا تھا۔ میری خواہش تھی کہ فارسی کی کوئی گرانقدر کتاب دستیاب ہو جائے۔ اگر "خسرو" اور نظامی کی کتابیں "ہاتھ آئیں" تو انھیں "ہندوی" زبان میں منتقل کروں۔ کئی دن بعد میرے ایک "برادر" نے مجھے یوسف زلیخا دی ع

دلے منج کن نہ ہووے تھی کتاب ایک — حوادث ہور وقائع تھے بہوتیک

کیا بہوتیک تفحص داستاں کن — کہ کچ نسخے مناسب ہوئیں اُنو کن

اگر خسرو نظامی کیاں کتاباں — جو بات آویں کروں ہندوی شتاباں

سو کئی دن بعد منج کو یک برادر — دیتا یوسف زلیخاں عاریت کر

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ احمد گجراتی نے اپنے قصے کے ماخذ کی بڑی صاف گوئی اور ادبی دیانت داری کے ساتھ نشان دہی کر دی ہے اور کھلے الفاظ میں جامی کی "یوسف زلیخا" سے اپنی خوشہ چینی کا ذکر کیا ہے۔

جامی کی مثنوی "یوسف زلیخا" فارسی ادب میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔

فردوسی نے بھی آل بویہ کے بہاء الدین دیلمی کے عہد میں اس کے وزیر اعلیٰ حسن موفق کی فرمائش پر مثنوی "یوسف زلیخا"، بغداد میں ۳۸۴ھ کے قریب لکھی تھی۔ اس کا ماخذ قرآن مجید سورۂ یوسف اور یہودیوں کی کتابیں ہیں۔ بعض محققین مثنوی "یوسف زلیخا" کو فردوسی کی تصنیف قرار نہیں دیتے۔ رضازادہ شفق نے اپنی تصنیف "تاریخ ادبیات ایران" میں اس سے بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک ایرانی محقق نے "یوسف زلیخا" کے ایک ایسے ہی نسخے کا پتہ چلایا ہے جس کے مقدمے کے اشعار سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ شعری الکتاب سلطان ملک شاہ سلجوقی (۴۶۵ھ-۴۸۵ھ) کے عہد کے ایک مصنف نے اس کے بھائی طغان شاہ بن الپ ارسلان کے نام سے پیش کیا تھا۔[۱] فردوسی سے منسوب یہ مثنوی شاہنامے کے وزن پر لکھی گئی ہے۔

محمود شیرانی اپنے مضمون "یوسف زلیخائے فردوسی" میں لکھتے ہیں کہ جامی کی "یوسف زلیخا" سے فردوسی کی "یوسف زلیخا" کا مرتبہ بلند ہے۔ لیکن بہت زیادہ مقبولیت جامی کی مثنوی ہی کو حاصل ہوئی:—

> "یوسف زلیخائے جامی اس قدر مشہور ہے کہ بچے سے لے کر بوڑھے تک سب اس کو جانتے ہیں۔ حالانکہ تاریخی حیثیت سے دیکھتے ہوئے خواہ باعتبار قدامت خواہ بہ لحاظ روایت قصہ یوسف زلیخائے فردوسی نہایت مستند اور یوسف زلیخائے جامی اس کے مقابلے میں بالکل بے قدر ہے۔"[۲]

نورالدین جامی نویں صدی ہجری کے معروف شاعر ہیں اور فارسی کی بلند پایہ ادبی شخصیتوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کی ولادت ۸۱۷ھ مطابق

۱۔ مبارزالدین رفعت (مترجم) صفحہ ۱۲۶

۲۔ محمود شیرانی۔ یوسف زلیخائے فردوسی (مضمون) مقالات شیرانی جلد چہارم صفحہ ۳۱۴

سنہ ۱۴۱۴ء میں قصبۂ جام میں ہوئی اور چونکہ انھیں شیخ احمد جام سے غیر معمولی عقیدت تھی اسی بنا پر انھوں نے جامی تخلص اختیار کیا تھا۔ چنانچہ خود کہتے ہیں ع

مولدم جام و رشحۂ قلمم جرعۂ جام شیخ الاسلامیست
زاں سبب در جریدہ اشعار بدو معنی تخلصم جامیست[1]

جامی نے نظامی کی مثنوی "خسرو شیریں" کے جواب میں مثنوی "یوسف زلیخا" لکھی تھی[2] ڈاکٹر زہرا خانلری (کیا) کے خیال میں جامی کی ساتوں مثنویاں نظامی گنجوی کے تتبع میں کہی گئی ہیں اور انھیں "ہفت اورنگ" کہا جاتا ہے۔[3] جامی نے ۸۹۸ھ مطابق سنہ ۱۴۹۲ء میں بمقام ہرات وفات پائی۔ نظام الدین میر علی شیر نے جو جامی کے معتقدین میں سے تھے ان کی تاریخ وفات اس طرح پیش کی ہے۔ ع

کاشف سرِ الٰہی بود بے شک زاں سبب
گفت تاریخِ وفاتش "کاشفِ سرِ الٰہ"

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے۔ یوسف زلیخا کے قصے نے دنیا کے بہت سے نامور شاعروں کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ یوں تو مختلف زبانوں کے کئی عظیم شاعروں نے اس قصے سے دلچسپی لی اور اس کو اپنے انداز میں پیش کیا ہے۔ لیکن بقول عبداللہ یوسف علی جامی کی مثنوی "یوسف زلیخا" کو ادبیات عالم میں ایک شاہکار کی حیثیت حاصل ہے۔[4] جہاں انگریزی میں گرای فت (Griffith) نے جامی کی مثنوی پر اپنے ترجمے کی بنیاد رکھی ہے وہیں احمد گجراتی نے دکنی میں جامی کی اس معرکتہ الآرا مثنوی سے استفادہ کیا ہے۔

---

[1] سید ضیاء الدین رفعت (مترجم) رضا زادہ شفق۔ تاریخ ادبیات ایران صفحہ ۳۴۲
[2] ڈاکٹر نور الحسن انصاری (مترجم) فارسی کی دلکش داستانیں۔ صفحہ ۲۳۰
[3] عبداللہ یوسف علی۔ دی ہولی قرآن۔ صفحہ ۵۹۴۔

جامی کی مثنوی "یوسف زلیخا" کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے کہ شاعر نے چودہ تمہیدی اشعار کے بعد "افتتاح نامہ بنام نامی یگانہ" کی سرخی قائم کرکے حمد کے اشعار کہے ہیں اور پھر "ترتیب دلائل ہستی واجب تعالیٰ نمودن و ترغیب بتامل دراں فرمودن" کے تحت بھی حمد کے مضامین باندھے گئے ہیں اور اس کے بعد مناجات شروع کی ہے جو دو عنوانات پر محیط ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی "یوسف زلیخا" کی ابتدا، دکن کی ادبی روایات کے مطابق حمد سے ہوتی ہے۔ لیکن حمد کے ضمن میں احمد گجراتی کے خیالات و افکار جامی کے تصورات کی آواز بازگشت نہیں۔ اس نے نئے نئے مضامین اور تصورات سے سروکار رکھا ہے اور یہاں اس کی انفرادیت کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد دونوں مثنویوں میں مناجات نے جگہ پائی ہے۔ احمد نے اپنے نام کی رعایت سے نبی کریم سے دستگیری اور مغفرت کی التجا کی ہے۔ اس کے بعد دونوں شاعروں نے نعت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ نعت کے مضامین میں جامی اور احمد کے یہاں یکسانیت نظر آتی ہے۔ جامی نے نعت میں سرور کائنات کی مدح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ حضرت آدم، نوح، ابراہیم، عیسیٰ اور حضرت یوسف کے نجات دہندہ تھے۔ آنحضرت کے رحمت للعالمین ہونے کے بارے میں جامی کہتے ہیں ؏

چو آدم در رہِ ہستی قدم زد	ز مہر روئے صبح آرائش دم زد
ز جودش گر نگشتی راہ مفتوح	بجودی کی رسیدی کشتی نوح
خلیل از وی نسیمی یافت کاتش	بروشد چون گلستاں خرم و خوش
مسیح از مقدم او مژدہ گوئی	کلیم از مشعل او شعلہ جوئی
بمصر جاہش او کنعاں رسیدہ	غلامی بود یوسف زر خریدہ

احمد گجراتی کہتے ہیں ؏

مدد اس ناؤں نیکے گن جو لیا یا	گنہ تھے بخشش آدم اس تھے پایا
جو اس تھے نوح کو ہوتی نہ کشتی	تو اس طوفان میں رہتی نہ کشتی

جو اس کی باس کی امرت پون تھے نکلا بن پائے ابراہیم اگن سے تھے
جیو روح اللہ جیو دیتے تھے دم تھے سو وہ گن آئے اس امرت قدم تھے
جو امرت روپ یوسف کا ادک تھا سو اس کے روپ سُوں دُور تھے چھٹک تھا

حضرت یوسف کے بارے میں یہاں جامی اور احمد کے بیانات میں اختلاف نظر آتا ہے۔ احمد نے ہر جگہ جامی کی کورانہ تقلید نہیں کی ہے۔ اس کے بعد دونوں مثنویوں میں ایک مشترک سرخی "معراج رسالت پناہ" مشاہدے میں آتی ہے۔ اس سرخی کے تحت احمد نے زیادہ شعر کہے ہیں۔ لیکن جامی کی متعاقب سرخی "ضراعت پوشیدن و در اقتباس شفاعت کوشیدن" احمد کی "یوسف زلیخا" میں موجود نہیں ہے۔ اس نے اس کے بعد "مدح امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ" کے تحت حضرت علی کے فضائل بیان کیے ہیں اور ان سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے اور آخر میں دعا کی ہے کہ ان کی مودت سے میرا خانہ دل روشن کر اور ان کی پیروی کی توفیق عطا فرما۔ اس کے بعد پھر ایک بار دونوں مثنویوں میں اشتراک موضوع کا احساس ہوتا ہے۔ جامی نے اپنے پیر و مرشد خواجہ عبید اللہ احرار کی مدح و ثنا کی ہے اور ان سے اپنے دلی لگاؤ اور وابستگی کا اظہار کیا ہے تو احمد نے اپنے پیر و مرشد قطب الاقطاب شیخ وجیہہ الدین کی تعریف و توصیف کی۔ جامی نے اپنے مرشد کی تعریف کرنے کے بعد سلطان حسین کے اوصاف حمیدہ اور ان کی پر عظمت شخصیت کی مدح کی ہے اور بادشاہ وقت کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

"در بیان آنکہ ہر یک از جمال و عشق مرغیست از آشیانہ وحدت پریدہ در شاخسار مظاہرت کثرت آرمیدہ" میں وحدۃ الوجود کے نظریے پر جامی نے اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ جامی فارسی کے سربرآوردہ صوفی شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ بقول زہرا خانلری

ایران کے صوفی شعرا کا سلسلہ جامی پر آکر ختم ہوتا ہے۔[1]

مثنوی کے اس حصے میں انھوں نے مسائل تصوف سے بحث کی ہے اور وحدت الوجود کے نظریئے کو خوب صورت تمثیلوں کے ذریعے سے واضح کیا ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی میں "تعریف شاعر خود" کا عنوان قائم کرکے شاعر نے شاعرانہ تعلی سے کام لیتے ہوئے اپنی علمیت، ہمہ دانی اور اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کا ذکر کیا ہے۔ یہاں احمد گجراتی نے "بچن" کی اہمیت واضح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ "بچن" یا شاعری ہی سے ساری دنیا کی رونق ہے۔ جنت دوزخ خیر و شر" "مصحف و پیغمبر" "دیا" "دان" اور راجاؤں کے راج" کا انحصار اسی پر ہے۔ اس کے بعد قصیدے کے گریز کی طرح شاعر اپنے مدعا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اپنی "زبان" اور "بچن" کے اعتماد پر بادشاہ وقت کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کر رہا ہوں اور اس بادشاہ کے درِ دولت پر حاضر ہوا ہوں جس کی تعریف کا کوئی شاعر حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس سلسلے کی دوسری کڑی "تعریف قطب شاہ محمد قلی" ہے جس میں گولکنڈے کے پانچویں حکمران سلطان محمد قلی قطب شاہ کا سراپا پیش کیا گیا ہے اور پھر اس کے اوصاف و فضائل کی مدح کی گئی ہے۔ جامی کی مثنوی میں عشق کی تعریف اور پھر مثنوی کے سبب تالیف کی وضاحت کی گئی ہے۔ "بر سبیل تمثیل" کے زیر عنوان ایک حکایت بھی بیان کی گئی ہے۔ "دستہ گل از چمن فضائل چیدن در رشتہ اتمام نظم کتاب بران پیچیدن" میں جامی نے "سخن" کی لامحدود اثر آفرینی اور اس کی ہمہ گیر خوبیوں کو سراہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درمیان کی دو سرخیوں کو چھوڑ کر احمد نے "تعریف شاعر خود" میں "بچن" کے اسرار و رموز پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ جامی کے تتبع ہی کا نتیجہ ہیں۔ اس کے بعد کی سرخی اصل قصے کی طرف پہلا قدم معلوم ہوتی ہے اور اس میں "فریفتن آدم بر جمال یوسف"

[1] مترجم ڈاکٹر نورالحسن انصاری صفحہ ۲۳۰

کی تشریح کی گئی ہے کہ کس طرح حضرت آدم یوسف کے جمال کو دیکھ کر مبہوت رہ گئے تھے احمد کی مثنوی میں ایک زائد سرخی "شاعر تعریف بخت خود گردند" ہے جس کے بعد اس نے جامی کی کی طرح "پیدا شدن آدم پیغمبر علیہ السلام" کے زیر عنوان آدم کی پیدائش اور یوسف کے حسن دل افروز سے ان کے متاثر ہونے کا حال بیان کیا ہے۔ یہاں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ احمد گجراتی نے جامی کی مثنوی کے اکثر اشعار کا آزاد ترجمہ پیش کر دیا ہے۔ جامی کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں ع

صفوف انبیاء یکجا پس و پیش — ستادہ ہر صف بر پایۂ خویش
صفوف اولیاء قائم دگر جائی — نہادہ در مقام پیروی پائی
گروہ باشکوہ پادشاہی — بتاج شوکت شاہی مباہی
ستادہ صف بصف دیگر خلائق — بترتیب خوش و دستور لائق

احمد گجراتی کہتے ہیں ع

صفاں سب انبیاء کی یک طرف کر — پچھیں ان کے ولیاں نیکیاں کی صف کر
جماعت بادشاہاں کی دوجی دھر — کھڑے سب راج کیرا تاج دھر سر
کھڑے یوں صف بصف باقی خلائق — کہ جوان ہر یکن کا ہوئے لائق

یہاں فرق صرف یہ ہے کہ جامی نے یوسف کے حسن کا مفصل سراپا پیش کیا ہے اور احمد دو چار اشعار کہہ کے آگے بڑھ گئے ہیں۔ جامی کی مثنوی میں اس کے بعد کی دو سرخیاں بھی اسی موضوع سے مربوط ہیں۔ حضرت آدم کا یوسف کو دیکھ کر تعجب کے ساتھ ان کے بارے استفسار کرنا دونوں مثنویوں میں ایک ہی انداز سے پیش ہوا ہے۔ جامی اور احمد کے بیانات میں یہاں بھی یکسانیت نظر آتی ہے۔

جامی

ازاں ماہ وجلال آدم عجب ماند — بہ عنوان تعجب زیر لب راند

کہ یارب ایں نہال از گلشن کیست   تماشا گاہ چشم روشن کیست

احمد

رہے بھوتیک عجیب اُس دیک آدم   لگے پوچھن عجب ستیں کہ ہر دم

کہ یارب کس چمن کا پھول ہے یہ   نیلی چنبلی کسی ہو کر رہے یہ

احمد گجراتی نے اپنی مثنوی میں اس موقعے پر اختصار سے کام لیا ہے اور ایک دوسری سرخی قائم کرنے کے بجائے اسی سرخی کے تحت حضرت یعقوب کے گھر، یوسف کی ولادت اور باپ بیٹے کی غیر معمولی محبت کا حال بیان کیا ہے۔ احمد گجراتی نے بعض اشعار میں جامی کے بیانات کا چربہ ضرور اتارا ہے لیکن مجموعی طور پر ان کا طرز ادا پیشکش کا انداز اور خیالات و افکار جامی کے تتبع کا نتیجہ نہیں معلوم ہوتے۔ انفرادی غور و فکر، شاعرانہ محاسن اور قصہ گوئی کا اثر طرز احمد گجراتی کی مثنوی کی تقلیدی حیثیت سے زیادہ اس کی انفرادیت کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس کے بعد دونوں مثنویوں میں ایک اور مشترک بیان جو زلیخا اور اس کے والد بادشاہ مغرب طیموس سے متعلق ہے ہماری نظر سے گذرتا ہے۔ یہاں دونوں شاعروں نے زلیخا کے حسن و جمال کی تعریف و توصیف کی ہے۔ احمد نے تفصیل سے کام لیا ہے اور جامی کا سراپا مختصر پیش کیا گیا ہے۔ دونوں شاعروں نے تشبیہات و استعارات سے پیکر زلیخا کی تصویر کشی کی ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ احمد گجراتی نے اپنی تشبیہات اور اپنے استعارے اور کنایے ہندوستانی معاشرت اور ہندوستانی تہذیب سے اخذ کیے ہیں اور مثنوی میں قصے کی ابتدا ہی سے ایک مانوس فضا تخلیق کی ہے۔ انھوں نے زلیخا کی زلفوں کو ناگ اور کیس (بالوں) کو "ہندو سحر" سے جوڑے کے پھولوں کو سنبل میں کیوڑے کی "پھنکڑی" سے، جیب کو کنول کی پنکھڑی سے آواز کو کوئل سے اور خرام ناز کو مور کی چال سے تشبیہہ دی ہے۔

اس کے بعد دونوں مثنویوں میں زلیخا کے خواب بیان کیے گئے ہیں کہ کس طرح

وہ حضرت یوسف کو خواب میں دیکھ کر ان کے عشق میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اور کس طرح رفتہ رفتہ سوزِ عشق اس کے وجود کو بھسم کر ڈالتا ہے۔ محل کی کنیزیں اس کا یہ حال دیکھ کر پریشان ہو جاتی ہیں کوئی کنیز کہتی ہے کہ شائد اس کو کسی کی نظر لگ گئی ہے، کوئی اس کو بھوت، پری، آسیب اور جادو کے اثر سے تعبیر کرتی ہے، لیکن ایک جو سب سے زیادہ دانا تھی اُسے "آثار محبت" بتلاتی ہے۔ جامی کہتے ہیں ع

یکی گفت کسی منگلش ندیدست — ہمانا کز کسی چشمش رسیدست

یکی گفتا ہمانا سحر سازی — کہ سحرش بستہ بر دامن طرازی

یکی افتاد ایں معنی پسندش — کہ از دیو و پری آمد گزندش

یکی گفت ایںہمہ آثار عشق ست — دلش بیشک ہزیر بار عشق است

جامی کے اس بیان سے احمد گجراتی کے مندرجہ اشعار کا مجازانہ و مقابلہ کیجیے ع

یکن سجو تیک گماناں سوی کہی کی — اسے شائد نظر لاگی کسی کی

کہی کوئی یہ جھڑپ ہے بت پری کی — کوئی آکھی یہ نشانی ہے سحر کی

کہی کوی یوں کہ یہ آثار نیہہ کے — جے کچھ یہ چیشٹی سکلی برہ کے

پھر دای کے استفسارات اور زلیخا کا حالِ دل بیان کرنا دونوں مثنویوں میں موجود ہے۔ یہاں ایک اعلیٰ لا احمد نے جامی کے اشعار سے براہ راست انداز میں استفادہ کیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں۔ دائی زلیخا سے اس کے محبوب کا پتہ دریافت کرتی تھی۔ کہتی ہے ع

اگر بر آسماں باشد فرشتہ — ز نور قدسیاں دانش سرشتہ

تسبیح و دعا خوانم چنانش — کہ آدم بر زمیں از آسمانش

اگر باشد پری در کوہ و بیشہ — عزائم خوانیم کارست و پیشہ

احمد گجراتی کہتے ہیں ع

اگر ہوئے فرشتا آسماں پر — جو ہوئے نور سوں سرجیا سراسر

دعا تسبیح ایسا کر پڑوں میں — جو آٹھویں آسماں تھے اس حضرت تئیں
اگرچہ گھاٹ ڈونگر میں پڑے ہوے — تو میری بات بھی کچھ ساحری ہوئے

خواب میں حضرت یوسف کی زلیخا سے گفتگو، طیموس کا زلیخا کے عشق کی خبر پانا، مختلف ممالک کے شہزادوں کا زلیخا سے شادی کی درخواست کرنا۔ طیموس کا اپنے حاجب کو مصر بھیجنا اور زلیخا کی مصر کو روانگی ایسے واقعات ہیں جو دونوں مثنویوں میں سلسلہ وار بیان کیے گئے ہیں اور دونوں مثنویوں میں ان سے متعلقہ سرخیوں کی ترتیب بھی وہی نظر آتی ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی کی تمام سرخیاں فارسی میں ہیں وہ چاہتے تو جامی کی سرخیوں کو اپنا سکتے تھے لیکن انھوں نے قصے کو اسی سمت میں متحرک کرنے کے باوجود اپنے طور پر سرخیاں قائم کی ہیں۔ مثلاً زلیخا کے مصر پہنچنے پر عزیز مصر کو دیکھنے کے واقعے کی سرخی جامی کی سرخی "دیدن زلیخا عزیز مصر را از شگاف خیمہ و فریاد بر داشتن کہ ایں آنکس کہ من او را بخواب دیدہ بودم و سالہا بمحنت کشیدہ نیست" کی جگہ احمد نے "عزیز مصر چوں نزدیک آمدند زلیخا دائی را گفتند کہ بنمایند" کی مختصر سرخی قائم کی ہے۔ اسی طرح بعد کا قصہ بھی واقعات کی یکساں کڑیوں کو جوڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے لیکن احمد نے علیحدہ عنوانات قائم کیے ہیں اور اپنے طور پر اس قصے کو پیش کرنے کی کوشش ہے۔ جامی نے زلیخا کو عزیز مصر کے محل میں پہنچا کر مثنوی کے قصے کو اسی منزل کی طرف آگے بڑھانے کے بجائے اسے ایک نئے موڑ سے آشنا کیا ہے۔ اور ابنائے یعقوب کے حسد کی داستان شروع کی ہے۔ ان ہی کی تقلید میں احمد نے اپنی مثنوی میں "داستان یوسف علیہ السلام تولد شدو پرورش یافتند" کے زیر عنوان حضرت یوسف کے پرورش پانے اور یعقوب سے عصائے زبرجد حاصل کرنے کی روئیداد بیان کی ہے۔ وہی واقعات بیان کرتے ہوئے احمد نے جامی کی سرخیوں کو نظر انداز کر کے اپنے طور پر نئے عنوانات قائم کیے ہیں مثلاً:

جامی۔ بردن برادران یوسف را از پیش پدر و در چاہ افگندن

احمد۔ برادران یوسف را بردند و در چاہ افتادند

جامی۔ باب نیل درآمدن یوسف و غبار سفر شستن و بر ہودج اعلی نشستن۔

احمد۔ مالک بعد چہار روز یوسف را غسل دادند در دریائے رود نیل۔

جامی۔ بغرض بیع آمدن یوسف و خریدن زلیخا او بہ قیمت دو چند۔

احمد۔ در دربار بادشاہ آوردند یوسف را برائے خریدی بہا کردند

کہیں کہیں درمیان میں احمد نے نئی سرخیوں کا اضافہ کیا ہے مثلاً

"یوسف در چاہ سہ روز ماندہ بودند، جبرائیل ہمراہ او بودند یا" "مالک یوسف را در چاہ بیرون کردند در دیرۂ خود نہادند"

جامی کی مثنوی میں قصے کے سلسلے میں قائم کی ہوئی آخری سرخی "وفات یافتن حضرت یوسف و ہلاک شدن زلیخا از الم مفارقت آن حضرت" ہے جس کے اختتام پر انھوں نے ایک حکایت نقل کی ہے کہ جب حضرت یوسف کا تابوت دریائے نیل کی ایک جانب رکھا گیا تو دوسری جانب کا علاقہ انکے برکات سے محروم ہو گیا اور وہاں مختلف قسم کی بلائیں لازم ہونے لگیں ع

بدیگر جانبش قحط و وبا خاست

بجائے نعمت انواع بلا خاست

بالآخر مجبور ہو کر حضرت یوسف کے تابوت کو دریائے نیل کے درمیان ایک سنگ بستہ تابوت میں رکھا گیا تاکہ اس پر سے گذرنے والا پانی دونوں کے خطوں کو اپنی برکات سے مستفید کرے اس کے بعد کے عنوان کے تحت "فلک کج رفتار" کی شکایت کی ہے۔ اس کتاب کا آخری عنوان قائم کر کے شاعر نے اپنے فرزند کو مختلف کارآمد نصیحتیں کی ہیں اور سب سے آخر میں مثنوی کے ختم ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے "تاریخ اختتام" پر روشنی ڈالی ہے۔ احمد کی مثنوی کا اختتامی حصہ اس سے بالکل مختلف ہے یہاں اس نے اپنے عقائد کا اظہار کیا ہے اور خود کو بادشاہ کے ہوا خواہوں میں بتاتے ہوئے اس کے دشمنوں کے لیے بددعا اور

دوستوں کے لیے دعا کر کے اپنی مثنوی ختم کی ہے۔

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے احمد گجراتی نے اپنی مثنوی میں اختصار سے کام لیا ہے اور قصے کی جن جزئیات کو وہ غیر ضروری تصور کرتے تھے انھیں حذف کر دیا ہے۔ مثلاً جامی کی مثنوی میں قوم عاد کی ایک شہزادی بازغہ کا کردار بھی قصے کے درمیان میں اُبھرتا نظر آتا ہے۔ اس کردار سے ہم بازارِ مصر میں یوسف کے داخلے کے وقت متعارف ہوتے ہیں۔ بازغہ کا کردار یکایک اور بالکل غیر متوقعہ طور پر مثنوی کے قصے میں نمودار ہوتا ہے اور اپنا مختصر سا رول ادا کرنے کے بعد اسی تیزی کے ساتھ روپوش بھی ہو جاتا ہے۔ بازغہ کا عشق حقیقی کی طرف مائل ہونا، دنیا کے ہنگاموں سے کنارہ کشی اختیار کرنا۔ اپنی دولت مساکین میں تقسیم کر کے یادِ خدا میں مشغول ہونا اور دریائے نیل کے کنارے معتکف ہونا، مثنوی کے اصل قصے کے انجام کی طرف ایک اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ عبداللہ شاہ نے بازغہ کا نام فارغہ بتایا ہے اور لکھتے ہیں کہ وہ مصر کی ایک رئیس زادی تھی جو ایک ہزار خچر مال و دولت سے بھرے ہوئے لے کر حضرت یوسف کو خریدنے آئی تھی۔[۱] شاہ صاحب رقمطراز ہیں کہ جب اس نے یوسف کو دیکھا تو اس کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں "صنعت" کو دیکھ کر اسے "صانع" کا خیال آیا۔ اس نے حضرت یوسف سے سوال کیا "آپ حسن کا مجسمہ ہیں آپ کو پیدا کرنے والا کون ہے"؟ حضرت یوسف نے جواب میں اُسے خدا کی حقانیت اور وحدت کا وہ درس دیا جس نے اس کے تصورات کی کایا پلٹ دی اور بول اٹھی ع

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا با جانِ جاں ہمراز کردی
ز مہرِ غیر بگسستی دلِ من
حریمِ وصل کردی منزلِ من

---

[۱] عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ صفحہ ۵۸۔

عبداللہ شاہ صاحب اس کے انجام کے بارے میں لکھتے ہیں "سارا مال گھر دار خدا کی راہ میں لٹا دیا۔ پھر وہ دریائے قلزم کے کنارے مکان بنا کر عبادت کرتے کرتے مرگئی"[۱] احمد کی "یوسف زلیخا" میں کہیں بازغہ یا فارعہ کا کردار نظر نہیں آتا۔ چونکہ یوسف زلیخا کی داستان سے اس کے قصّے کا براہ راست تعلق نہیں تھا اور یہ مثنوی کا ایک ذیلی قصہ تھا، غالباً اسی بنا پر احمدؔ نے اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ احمدؔ نے غیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا ہے مثلاً جامی اپنی مثنوی میں کہتے ہیں کہ زلیخا کے محل میں آنے کے بعد سے یوسف کا اس ماحول میں دل نہیں لگتا تھا انھوں نے زلیخا سے کہا۔ میری" خواہش ہے کہ میں اپنے آبا و اجداد کی طرح گلہ بانی میں وقت گذاروں"

زلیخا نے فوراً گڈریوں کو حکم دیا کہ یوسف کے لیے بھیڑیوں کا ایک گلہ اکٹھا کریں اور خود دور سے نگرانی کرتے رہیں تاکہ یوسف کو کوئی جنگلی جانور گزند نہ پہنچا سکے۔ جامی کے الفاظ میں حضرت یوسف جنگل میں بھیڑوں کو چراتے اور محل میں زلیخا کے دل پہ حکمرانی کرتے تھے۔ جامی نے اس واقعے کو "تمنا کردا یوسف شبانی را بحکم آنکہ ہیچ پیغمبر نبودہ است کہ شبانی نکردہ" کی سرخی سے مزین کیا ہے۔ احمدؔ گجراتی کی مثنوی میں اس کی طرف کوئی اشارہ موجود نہیں۔

اپنی قصہ گوئی کے بارے میں احمدؔ کہتے ہیں کہ میں نے جامی کا "تتبع" نہیں کیا ہے۔ کہیں "روایت" کی پیروی کی ہے اور کہیں اپنی ذاتی اپج، تخیل اور انفرادیت کو بروئے کار لا کر مثنوی میں واقعات کی کڑیاں جوڑی ہیں ؎

نا تابع ہوں جو جامی کا کدھیں میں
روایت بن کہیں تابع کہیں نئیں

۱؎ عبداللہ شاہ۔ یوسف نامہ صفحہ ۸۹

آگے چل کر شاعر کہتا ہے کہ میں نے اپنی مثنوی میں شاعری کے فنی تقاضوں کو بطور خاص پیش نظر رکھا ہے اور جامی سے زیادہ معانی و بیان کی طرف توجہ کر کے زور بیان اور محاسن کلام کو اپنی مثنوی میں جگہ دی ہے جس کی وجہ سے جامی کی مثنوی میری مثنوی کے سامنے "سست" معلوم ہوتی ہے ع

جے کچھ اس کا شعر ہوئے سو لیاؤں　　زیادت شاعری کے فن دیکھاؤں

معانی ہور عبارت کی توفیق　　ادک لیاؤں جے کچھ لیایا اچھے اُن

سو کچھ باندھوں کوت پر زورات بل　　جو دیسے سست اس کا نظم اس تل

حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ بعض جگہ احمد گجراتی کی مثنوی جامی کی "یوسف زلیخا" کا چربہ معلوم ہوتی ہے اور واقعات کی ترتیب میں تقلیدی عنصر کے باعث اکثر جگہ اشتراک مضامین اور قصے کی یکسانیت کا احساس بھی ہوتا ہے، لیکن بہ حیثیت مجموعی احمد گجراتی نے اپنی طباعی اور ذہانت سے قصے کو ایک نئی آب و تاب اور دل کشی عطا کی ہے۔ شاعر نے چونکہ ایک مشہور و معروف اور بار بار سنے ہوئے قصے کو اپنی مثنوی میں پیش کیا تھا اور چونکہ پلاٹ یا ترتیب واقعات میں کثیر بیونت اور ندرتِ فکر کے اظہار کی گنجائش کم تھی اس لیے اس نے اپنی بہترین شاعرانہ صلاحیتیں اور اپنی فن کاری کا سارا زور تازگی بیان اور طرز ادا کی اثر آفرینی، صنائع بدائع کی پر لطف پیشکش اور صوری قدروں پر صرف کر دیا ہے۔ کیونکہ مثنوی میں یہی ایک ایسا پہلو تھا جس میں وہ اپنے انفرادی جوہروں کی داد پا سکتا تھا۔ دوسرا اہم نکتہ یہ تھا کہ احمد گجراتی نے جس قصے کا انتخاب کیا تھا وہ ایک معروف قرآنی قصہ تھا اور اس میں کہانی کی اٹھان سے تحیر پیدا کرنے یا محیر العقول بیانات سے دلچسپی بڑھانے، سحر و طلسم دیو، پری اور مافوق الفطرت اجزا ر قصہ سے قاری کی توجہ اسیر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے طرز بیان اور صوری حسن ہی وہ واحد وسیلہ تھا جو تعریف و تحسین، اعتراف کمال اور بادشاہ

کی قدر افزائی کا سبب بن سکتا تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مثنوی میں جہاں جہاں شاعر کو موقعہ مل سکا ہے اس نے خوب صورت تشبیہات، اچھوتے استعاروں اور دل کش صنعتوں اور طرزِ ادا کے دیگر محاسن سے اپنے بیان کو پر زور، انگیز آفریں اور دل فریب بنانے کی کوشش کی ہے۔ اُس عہد تک زبان نے زیادہ ترقی نہیں کی تھی۔ اس پس منظر میں شاعر کی یہ سعی حیرت انگیز اور قابلِ تعریف معلوم ہوتی ہے۔

یوسف زلیخا

نام ایں کتاب یوسف زلیخا تصنیف شیخ احمد شریف

پہلیں لیوں اس اللہ کا ناؤں ۔۔۔ جو رحمٰن و رحیم اس کی صفت پاؤں

سراؤں حمد سب اس کو سہاوے ۔۔۔ جو وہ قدرت ستیں سب جگ پیاوے

اگر یوسف عزیزا چھیں وھوں ٹھار ۔۔۔ کمینہ ایک بندہ اُس کیرے دار

اُجکل روپ اگر یوسُف کوں دیتا ۔۔۔ نہ کچھ اس پہ بلا تیئں عار کیتا

نوازیا سو بنلا یعقوب اگر تھا ۔۔۔ زلیخا کوں بی صورت خوب اگر تھا

اُنوں دو نوں کوں بخشا تھا بڑائی ۔۔۔ سو آخر پھر کیا ایسی خدائی

جو کیتے دھات دُکھ خواری دکھایا ۔۔۔ دُکھوں رُولا رُولا نیوں چھنایا

کیا ان کو ملامت کا نشانہ ۔۔۔ کرن ہار آپ تس پر لائے بھانہ

نہ کچھ پروا اُسے سب تھے غنی وہ ۔۔۔ جکچھ لوڑے کرے سب کا دھنی وہ

ہمارے سر ڈھولایا عشق کا بھار ۔۔۔ جس انیر دھر تیرے ڈھونا سکن ہار

دیتا عاشق کیرے دل کوں سو حالت — جو مانے جیو کہنا آپ راحت
دُکھ بھرے دُکھ میں ذوق دھرتے — زیارت درد کے تیئں شوق کرتے
رکت رُو جن لہو سوں مونھ دھوئے — سو سارے عاشقاں میں سرخرو ہوئے
لہو گھٹ گھٹ کلیجا پھٹ مرے جن — بڑائی سب شہیداں میں دھرے تن
جسے سولی چڑاویں عاشقی مائیں — شہادت کی سہیلی اُس اُپر گائیں
جکچ لوڑے کرن اُس پر سکن ہار — سکت یک دھات سب کچ پر رکھن ہار
نہ کس کا فہم اس کی ذات لگ جائے — نہ اس کا کام کس کی فہم میں آئے
سنبھالے تھانب کر بن تھانب انبر کوں — دوا دس نام دیتا یک چندر کوں
چندر کو رات کا سنگار کیتا — سورج سوں دیس کوں سنگار دیتا
زمیں کو آدمیاں سیتیں سنواریا — ستاریاں سات سات انبر سنگاریا
جکچ پیدا ہوا ہے سب جگت میں — سدا مشغول ہے اس کی صفت میں
دھوں جگ ینبر اگر مس کر بھریں گے — دھرت کھن پات رکھ کاغذ کریں گے
قلم سب ہات ہور دوہ جگ کیرے جھاڑ — جو گھٹ گھٹ پھیر پھیر نیچے کیتے ہار
فرشتے جن پری مانس لکھیں سب — سراوں اُس سرادن نا سکیں سب
جو اُس کے لطف کا بار لہے جکھ — جگت بن کھیل پھول تازا کرے مکھ

جو اس کا قہر یک بھڑ کا دیکھا لے — نہہ انبر کوں پتالوں سات جالے

جگت کوں بن لکھے بانٹے سو نعمت — کہے ابلیس ہیں بی پاؤں قسمت

فرشتے عرش پر کے سُد گنوا دیں — جو بات اس قہر کی ان کو سناویں

نہ جاگا اُس نہ اس بن کوئی جاگا — نہیں اس باج نس دن کوئی جاگا

جکچ ہے سو وہی اس باج کچ ناہ — کہیں اس باج کُچ ہستی کوں رُچ ناہ

نہیں اس روپ ہور سب روپ اُسی کا — کہ ہے سب روپ تیں نیر روپ اسی کا

نہ شکر اُس نعمتاں کیرا کیا جائے — نہ انت اس نعمتاں کیرا کہیا جائے

کہ جس کوں شُکر کا توفیق بخشائے — جو وہ بھی نعمتاں میں پھر گنت آئے

سو اس نعمت اپن بھی شکر لوڑے — اُسوں بھی جے زنجیری شکر جوڑے

تو بھی اُس پر سو لوڑے شکر ناچار — سو کیوں ہووے یہ زنجیری کو سر کنار

نشاں اُس بے نشانی بن نہیں کچ — نہیں اس کی نشانی بن کہیں کُچ

فرشتے نور کے جے عرش پر ہیں — سو اُس کوں پوجنے میں بے خبر ہیں

نہیں بن عاجزی اس کی صفت میں — صفت اسکی بھری ہے سب جگت میں

نہ عارف کوئی اُس بن کچ دیکھے — نہ اس بن ہور کچ کوں کچ لیکھے

جو وہ اپنا اپیں پر دا ہوا ہووے — سو وہ پردا اچا دن کیوں سکے کوئے

جکچ دیکھے اسی دیکھے ولیکن — نہیں پوچھا نہیں دیکھا اُسے کن

جہاں جاوے جگت اس بن نہ کچھ پائے — دسے یا دل ہوے سب اس ڈھنڈا جائے

اپے بے رنگ ہور دکھلائے یہ رنگ — اسی بے رنگ کی رنگ جگ ان اچھے ٹک ار

جو وہ یہ بھیس ہور یہ رنگ یہ روپ — نہ لیکھیا جائے سو بہتر رہن چُپ

مناجات باری تعالیٰ

الٰہی میں سدا تج سوں سرن سات — نہ آوے بن شرن ہور کچھ میرے ہات

سرن بن ہور خوبی نا رکھوں میں — سرن بن تج لائق نا سکوں میں

الٰہی میں اگر بھوتیک بُرا ہوں — تو بھی ہر حال سوں بندہ ترا ہوں

الٰہی جو گنہ بندیاں تھے نا آئے — تو قہر و مہر تیرا کیوں پوجھا جائے

سُہے تُج کُوں جو پکڑے مہرستیں — سکے بخشش جو لوڑی مہرستیں

الٰہی میں گنہ جیتا کروں گا — تو بھی آس اُو تنی اگلی دھروں گا

کہ جتنا پاپ مرا ہوئے زیادت — سو کر حاجت تھے توں رحمت زیادت

میرے پاپوں کوں ہور حاجت کوں ہے انت — ولیکن نا تیری رحمت کوں ہے انت

الٰہی جے گناہاں کے پیٹ سب — اچھیں چوڑے جتے چوڑے انبر سب

تیری رحمت سمندر کی ہتک ہوئے — تو یک تل ماں نامے سب دھوئے

الٰہی منج بن ہے تج بہوت کوئے — جو تیرا قہر اُن ستین نکٹے ہوئے

ولے تج باج دوجا منج ناہیں — جو ہوئے منج بخشن ہار سائیں

الٰہی جے بخشش نا تھیس منج — تو بخشن ہار کن مل سی کہیں منج

جو چالے منج ستے تج تھے وہی توں — جو بخشش کیا گھٹے سب تھے غنی توں

الٰہی توں منجے بخشے تو منج لاب — کہ میرا لاب تجکوں نشٹ کس باب

جو ناہیں نشٹ تج منج فائدے ماں — سو یوں کر جو منجے رنج نشٹ ہوے ناں

الٰہی تج رحیمیں سوں کروں یار — اسی یادوں سوں جیت اپنا دھروں شاد

سو کر منج پر رحیمی کا تجلا — رحیمیں سات دے منج من تسلا

الٰہی منج سدا تج یاد میں راکھ — میرا من راکھ دوجی یاد تھے پاکھ

نہ اپنے غیر پر میری نظر پاڑ — منجے اپنی خُدی تھے تو بھر کاڑ

الٰہی غیر پر کیوں نین کھولوں — جو لاموجود الا اللہ بولوں

نہیں تج ٹھاؤں ہور ہر ٹھاؤں تج پاؤں — نہیں تج روپ ہور ہر روپ تج پاؤں

الٰہی دے سعادت دو جہاں میں — نہ کر منج کوں شقی کر دوزخیاں میں

کتھیں دیوے سعادت ہور شقاوت — کرے کرتار توں جی کو جے بھاوت

الٰہی منج کوں ایمان سوں مار | نہ بن ایمان میری گُگ کر خوار

شہادت سوں میریاں انگلیاں کھڑیاں کر | شہیداں میں میریاں ڈھالاں کھڑیاں کر

الٰہی درد دُکھ بھو تیک دھروں میں | ولے اس پر بھی شکرانا کروں میں

سو شکرانے کی بھی توفیق دی توں | سو تیرا شکر کریس دھات سکسوں

الٰہی منج جتا دیئے درد دُکھ | منجے دے عاقبت اسکے بدل سُکھ

سو کچ منج اشت دُکھ تھے دکھ روندھیا | جواب رُندھن تھے سکھ کی دار سوندھیا

الٰہی دکھ میرا توں خوش جو مانے | تو دکھ منج خوش لگے جتنا رنجانے

جو کچ ان بھاوتا میرا جو تج بھلائے | سو جے کچ بھاوتا تیرا سو منج بھلائے

الٰہی دُکھ میرا اسکھ کا سبب کر | نہ یہ دکھ عاقبت دکھ کا سبب کر.

سدا رہتے سو جگ میں منج نہ کر خوار | نہ کر دوں تھاوں بھی منج کوں نسیاں کار

الٰہی منج دنیا میں بخشش توفیق | جو سیدھی پنتھ چل تج پاوں تحقیق

ترا ان بھاوتا کرنے نہ دے منج | بُرائی پنتھ پگ دھرنے نہ دے منج

الٰہی کیوں سہوں تج عدل کا ڑا | نہیں تج فضل کے تئیں کوچ آڑا

نہ دیکھلا عدل منج پر آخرت کوں | نہ کر بن فضل منج پر عاقبت کوں

الٰہی میں جلکچ دل تھے منگوں گا | سو لائق آپنے تجھ تھے منگوں گا

دلے توں بخش اپ لایق کی بخشش ‏ میرا مقصود سب دے باج کوششش

الٰہی تج نبی احمد محمد ‏ جو اس کا نام کاڑے ہوں میں احمد

سو اسکے ناؤں کے صدقے تھے منج ماں ‏ جو اس کے ناؤں پر دو جگ قرباں

الٰہی بھیج ان پر نت لکھ بار ‏ بہو صلواۃ تحفے دوں جگ بھار

جو ہے اس کی شفاعت کی منجے آس ‏ سو دے اس کی شفاعت تھے منجے آس

نعتِ سیّد المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلم

محمد جو رسول اللہ ہے وہ ‏ رسولاں انبیاں کا شاہ ہے وہ

وہ ہے راجا دھوں جگ لشکر اس کا ‏ چلے فرمان سارے جگ پر اس کا

جو اسکی چھاؤں تل ہے عرش کا تھاون ‏ سو دھرتی پر پڑے کس دھات وہ چھاؤں

جو وہ چھاؤں اس جگت ظاہر نہ پائے ‏ رکھیا ہے مت چھپیا محشر کے دن چھپائے

جو نیزے وار زجت بھیجے پکاوے ‏ سو تب امت کی سر وہ چھاؤں چھائے

اچھے اچھات آچھے جیو تھے وہ تن ‏ سو اچھا کیوں نہ ہوں اچھے یو جیون

دھوں جگ نور اسکے نور تھے ہوئے ‏ نہ دیکھے چھاؤں جگ میں نور تھے کوئے

جو نور اپنا اندھارا سب کرے دور ‏ اندھارا چھاؤں کیوں دیوے سو وہ نور

نہیں اس چھاؤں ہور اس چھاؤں تل جگ ۔۔۔ منگے جوں چھاؤں اچھن اس پاؤں تل جگ

اگرچہ جدا نہ تھا اس ایک سبندا ۔۔۔ تو کیوں اس کی اشارات سات چندا

آپس کوں ترت ٹکڑے دوئی کیتا ۔۔۔ انبر تھے بھوئیں پر آپس سٹ جو دیتا

جگت کرتار اس تئیں جگ نپایا ۔۔۔ دھوں جگ بادشاہی اس دیلایا

سبہ آکاش دھرتی کھان سمندر ۔۔۔ نہیں جگ میں کچ اسکے حکم تھے ور

خدا بن اس نہ دوجا کوئی ساقی ۔۔۔ خدا اور ان نکیں کے ئیک ساقی

بڑا ہی اسکی امت کی جو بھو سول ۔۔۔ کیتے موسیٰ اس کی امت ہوں

جو اس کے پیرواں ہوئیں انبیا سار ۔۔۔ سو اس کی قدر کوں کیوں ہوئے مقدار

سو کچ ہے مرتبا اس پیرواں کوں ۔۔۔ جو ان کی ریس اچھے پیغمبراں کوں

جکچ بولیا آن اسکا سو سبہ ست ۔۔۔ خدا کے اولیاں تئیں ہوے حجت

جگت اس دشٹ تل کم ایک تل تھے ۔۔۔ نہ بولے وحی بن یک بات دل تھے

کھیا سو ہے جی کچ کھیا خدا سو ۔۔۔ نہ بولے کچ خدا تھے وہ جدا ہو

جسے مانیا تسے مانیا خدا بھی ۔۔۔ جسے رانیا تسے رانیا خدا بھی

جن اس کی کھوج پر سر راکھ چل سے ۔۔۔ سو سدہ پنتھی دھنی سوں جائے مل سے

جو آدم کی پیشانی میں نہانی ۔۔۔ ملک اس نور کی دیکھے نشانی

بھو تعظیم کر سر بھوئیں رکھے اس | سبھہ سجدے کے تئیں قبلہ دیکھے اس
موداس ناؤں نبی کن جو لیا یا | گنہ تھے بخشش آدم اُس تھے پایا
جو اُس تھے نوح کوں ہوتی نہ کشتی | تو اس طوفان میں رہتی نہ کشتی
جو اس کے پاس کی امرت پون تھی | پھلا بن پائے ابراہیم اگن تھے
جو روح اللہ جیو دیتے تھے دم تھے | سو وہ گن آئے اس امرت قدم تھے
جو امرت روپ یوسف کا اوک تھا | سو اسکے روپ سُمدر تھے چھٹک تھا
دیا ڈول اُن جو بائیں میں نہ بہتا | اچھوں لگ یوسف اس بائیں میں رہتا
نبی کر جن اسوں ایمان لیا وے | ولی ہو کر خدا کا قرب پاوے
سپے کوئی فرمان اس کا سیس لیتا | ملک اسکے چرن آپیں لیتا
ادب سیتی جن اس کا نام لیوے | سرگ بن سر پر اسکے پاؤں لیوے
وجود اس کا سبھہ عالم کوں رحمت | جگت سر جیا اُس راکھہ محبت
جگت سمدر سب اسکے نور کا بُند | دیا سمندر سوں دوزخ کوں کرے کند
جیو احمد جیو سوں اس کا بندا ہے | درود اس کا سدا اسکوں دھندا ہے
گنہ میرے گگن پلٹے نہ مادیں | دھرت پربت پٹوں تھے بھار آدیں
دلے امید اچھوں بھی ناسٹوں میں | کرمت اسکی شفاعت سے چھٹوں میں

جدھاں اسکے کرم اندیش دیکھوں ‏ ایس کوں اولیاء کی سار یکھوں

عجب کیا جو کرم سوں منج چھوڑا دے ‏ خدا کے اولیاء ستیں ملادے

جو اُس اسکے کرم تھے جم نہ راکھوں ‏ تو چھاتی پھٹ مروں پاپوں کے دھاکوں

نہ ڈر ہووے منجے اس دوں جگ میں ‏ جو اسکا ناؤں کاڑے ہوں جگت میں

سدا اُس پر خدا تھے ہوے صلواۃ ‏ جو نا ہوی اس گفت ہورا کوئی دھات

صفت شبِ معراج رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سلونی سانولی لکھی لکھن رین ‏ سُہادین جس نگہ تیں سارگی نین

سہاگن کیاں پٹیاں کالیاں سُہن ہار ‏ سو اس میں مانگ سیدھی کہکشاں سار

سو اُس مشکیں پٹیاں میں مشک چھنکائے ‏ تھنڈا چندنا چندن سہاگ کالائے

بھُلیا جوڑا دیکھت اس کے شمائل ‏ کھڑا اس بین گل لیکر حمائل

سو جب وہ نار سانولی ہوے کردہس ‏ تلاسن آئی تلوے مصطفیٰ پاس

سو سُکھ کی نیند سوں موندے نین دوئے ‏ ولے بخت ہور من اسکا نہ کدسوئے

جو اتنے میں یکایک جبرئیل آئے ‏ جگت کرتار تھے صلواۃ انپڑائے

کتے نبیؐ بہو دھاتوں سرا کر ‏ کہ اٹھ چل آتما شا عرش کا کر

جو شاہِ انبیاء اوبھے اُتا دل — براق اس تیئں کیتے جبرئیل آگل
جو سر تھے پاؤں سب تن نور نرمل — دسیں گُند اس کیرے تیزی سوں بجلّی
نیچے دو نین زہرا مشتری سار — جھمکتے تار جوں سورج کیرے تار
سو کچ نازک دیسے ریشم انگ پر کا — جو ریشم سُرگ کا نا ہووے سر کا
سو کچ باریک ساقاں اس ترنگ کیاں — جو انگلیاں ہوئیں حورانی سرک کیاں
سُم اس کے چار جیسے چودویں چاند — ہلال اُس تل دیکھائے نعل اُس باند
سہادے دوم اس کی جب ہِلاوے — کہ جالوں حور کا جوڑا سُہاوے
ترنگ اول مانس مکھ مورت — بچن ہور بُد مانس سار پورت
فرشتیاں سار اسے دو پنکھ نرل — ایال اس بال پر حوراں کے ٹلبل
دسن موتیاں کوں پانی دین ہارے — اَدھر کوثر تھے پانی لین ہارے
سُرگ امرت کا سبزا چر نہار — فرشتے اہتمام اس کا کرنہار
جگت میدان اسے یک پھال تیئں تنگ — اُس آگل فکر اندیشے کا ترنگ لنگ
جو من جنتا انبر لانگھن تہیں بار — سو وہ اتنے میں کئی پھیرے پھرنہار
جو جیتا زر سوں کئی برس دھاوے — تو اس یک دُک کی پورت ناکھتاوے
بہشتی باغ کیرا زین گھالے — بہو رنگ رنگ نقش اس پر دیکھالے

ریکیاں دو ہی جوں دو نور کے طوق | کرن گل ہانس راکھے اچھریاں شوق
جو شاہِ انبیا اُس پر چڑے ترت | سو جا بیت المقدس انپڑے ترت
وہاں کیتے دوگانے تیئں اقامت | کیتے سب انبیاں کے تیئں امامت
وہاں تھے اُڑ چلن لاگے ہوا پر | ہوا ہو باولی اس کی ہوا دھر
اگن کا دائرا نیڑے جو آیا | نبی کی نیہ میں ایسی کرم پایا
دلے اس کے قدم کی آس پر پھول | اگن سب ہو رہیا گلزار کھل پھول
وہاں تھے انبری پہلی انبر پر | کیتے روشن چندر کوں یک نظر کر
دیتے بندگی کیرا داغ اس پیشانی | سو دیسے اُس پیشانی وہ نشانی
ہوا روشن دوجا اسماں اُس تھے | عطارد پایا عطار دگیان اُس تھے
سو وہ اُپکار دیک لیتا قلم ہات | کہ جم اسکی صفت لکھے بہوت دہات
چلایا جب ترنگ نیچے انبر پر | سو زہرا پایا تری ناچے خوشاں کر
سجن کے روپ کی اس پر پڑی چھاؤں | سو اُس تھے پائیں سب جگ روپ کا ناؤں
جو دیتا نور سورج کی انبر کوں | سو لیتا سور بھی نور اس نظر سوں
جو تھا سورج بھی ہوا اُس پرم تھے | ہوا امریت چشماں اس قدم تھے
جو کیتا پانچویں انبر اوپر بھار | کیتا اردا اش سر بھوئیں دھر سلحدار

که منج مریخ کوں کیتا قوی توں
ہوس دیک چھوڑکر دشمن قوی سوں

چھٹے ڈکھن پر چڑیا جب وہ پرُاپکار
سکیا آبوج قاضی علم آچار

جو اُس دوں جگ گرو تھے لاب لیتا
گرو ہوکر جگت کوں لاب دیتا

زحل کتوال انبر ساتواں سب
سنکاریا جی رکھے شہ یگ دہاں تب

سو جب سب جائے کا شہ اُس پر آیا
خبر اپنی نگر کی انپڑ ایا

وہاں تھے روک سدرے لگ جو آئے
سو رحمت میگ ہو اس کوں جیو آئے

فرشتے سب وہاں کے ہوئے حاضر
جکچ احوال واں کا لیائے خاطر

جو جبرائیل تھے سنگات واں لگ
رہے اس ٹھاوں آگل نار کھے پگ

سو لاکھے یا اخی جبرئیل منج کوں
یہاں تھے کیوں بکیلا چھوڑتا توں

کہے جبرئیل جے آنکھیں رکھوں پاؤں
تو نورِ غیب سوں سر لگ جل جاؤں

سو میکائیل اس سنگات آئے
وو آدس برج کی کھن پر چڑائے

دیکھلائے سب سُرگ بن ہاں ہنڈلائے
سرگ میں جیا ٹھاریاں کوں بھی دیکھلائے

جو گے زغرب مشرق ہو گزر کر
سٹے لوح و قلم پر بھی نظر کر

وہاں تھے جب عرش پھیلار لا نگے
نہ دو جا کوئی واں پیچھے نہ آگے

نہ کچ اس ٹھاؤں عالم کی نشانی
اشارت ہور نشاں اس تھے برانی

نہ ٹھاؤں ہے وہاں نا اشٹ دِک ہے ‌ ‌ ‌ ‌ جلکچ ہے فکر اندیشے تھے ادک ہے

بنی میں تھا جو مخلوقی کیرا رنگ ‌ ‌ ‌ ‌ سو دریا خالقی ہیں نا رہیا تنگ

ہوا تھا جوں چھٹک سمدور تھے دور ‌ ‌ ‌ ‌ پڑے پھر جا چھٹک سمدور کی پور

نپٹ رہیا دوئی تھے ہوئے خالی ‌ ‌ ‌ ‌ نہ رہیا ہور کچ بن ایک جالی

خدائی ہیں سو کچ کھویا خُدائی ‌ ‌ ‌ ‌ خدائی بن نہیں گویا جُدائی

جلالت کبریا پر دیا ہیں چھپ جائے ‌ ‌ ‌ ‌ بھتر لا ہو رہیا پرکٹ تھے باز آئے

ازل ہیں تھا جلکچ سو ہے ہوا پھر ‌ ‌ ‌ ‌ ہوا باطن جلکچ تھا ہوئے ظاہر

دیکھن ہارا دیسن ہارا نہ بن ایک ‌ ‌ ‌ ‌ کہیں ہارا سُونن ہارا نہ بن ایک

آپس سوں آپ بولیا ہور سنیا بھی ‌ ‌ ‌ ‌ آپس کوں آپ دیکھتا ہور دیسیا بھی

جو باطن بھیس ظاہر کا لیتا پھیر ‌ ‌ ‌ ‌ لیتا بھی بندگی کا مرتبا پھیر

سو بندگی سوں کھڑا ہو کر سرن سات ‌ ‌ ‌ ‌ کیتا امت کوں بخشانے کے تئیں بات

جلکچ اس وقت جو مانگیا خدا تھے ‌ ‌ ‌ ‌ سبھہ حاصل ہوا اس کی دُعا تھے

بہوت تحفے لے کر آیا امت کاں ‌ ‌ ‌ ‌ لیتا امت کے تئیں منگ مان ہوداں

وہاں لگ جائے کیتا کام کیتا ‌ ‌ ‌ ‌ تعظیم سوں بہوڑا جو لیتا

نچھانا گرم اچھے لگ پھر کر آیا ‌ ‌ ‌ ‌ قدم امرت سوں دھرتی کوں جیوایا

جو ہوں اسکا ہور اسکی آل کا داس | دھروں اس تھے ہور اسکی آل تھے آس
الٰہی اس پر اس کی آل سنگات | کرم کر باج لیکھے نیت صلوات

مدح امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ

جیوں بھاؤں سوں اس پر نیت بَل جاؤں | علی المرتضیٰ جس کاں کہ ناؤں
فرشتے ناؤں کوں اس کے کریں ورد | پھریں ہوں پاسباں اس گھر کیرے گرد
وہی ہے مصطفیٰ کی ٹھاؤں ہمنا | دھوں جگ میں بس اسکی چھاؤں سُہنا
علی ہور مصطفیٰ کوں دو دیکھے جن | جو یک دو کر دیکھے دھیرا دیکھے تن
نبی بولے تن اس کا آپنا تن | سو یک تن کوں جدا کر دوسے ناگن
مدینہ علم کا سو مصطفےٰ تھے | ولے دروازہ اس کے مرتضیٰ تھے
خلیفہ مصطفیٰ کا سو وہی ہے | دھنی صدر و صفا کا سو وہی ہے
جگت کوں روز محشر عیٹے ھانکن | کرے بس مرتضیٰ کا پاک دامن
خدا کا پاک ناؤں اس کا خدا تھے | سبھہ پر غالب اس نیجا خدا تھے
ولیاں کو سب دیے بخشے ولایت | بنیاں کوں پھیر پھیر اس کی حکایت
وہی ہے حوضِ کوثر کا دھنی سو | وہی ہے فقر سوں سب تھے غنی سو

خدا کا دین کیتا آشکارا
کیتا اس کفر جگ میں تھے نوارا

ہوا اس کی مدد سوں غالب اسلام
نبی اس کی مدد سیتی کیئے کام

جو کوئی دل سوں سدا اس دوست راکھے
سدا بھو تیک خدا اس دوست راکھے

جو کوئی اس دوستی میں ہوئے کامل
سبھہ مقصود اس کے ہوئے حاصل

جو کوئی جو مرتضیٰ سوں ہوئے دشمن
سو وہ اپنے خدا سوں ہوئے دشمن

جکوئی دشمن اچھیگا مرتضیٰ کا
سو وہ کیوں یار ہوئے مصطفیٰ کا

جکوئی اس کوں نہ مانے دشمنی رکھ
خدا تھے لعنت اس پر نت سہس لگ

علی المرتضیٰ جس کوں قبولے
خدا ہور مصطفیٰ تس کوں قبولے

جکوئی مردود ہوئے مرتضیٰ کا
سو مردود ان خدا ہور مصطفیٰ کا

جکوئی تعظیم رکھے مرتضیٰ کی
بہو تعظیم پاوے ان خدا تھے

وہی ہے پوج ہور گن کے آگو پار
جو اس میں دوں جگت گم ہیں چھٹک سار

سو کچ اس میں تھے اپجے دوئی موتی
جو ان پگ کے تھے ہوئے سور جیوتی

نبی بولیا جنوں کوں کاج اپنا
بھر یا ان کی پریت سوں رچ رچ اپنا

بڈھے جی کوئی کی گود بھیتر
چڑے کھاندے ہور اس کی پیٹ اپر

خدا کی بن رضا کچ کیوں کریں وہ
خدائے پاک تھے عصمت دھریں وہ

انوں معصوم ہور فرزند انوں کے
سدھی بینتھ پائیں اماماں وہ جنوں کے

جکوئی ان کی امامت کوں نہ مانے
خدا تھے ہوے جوں ابلیس رائے

انوں کی پیروی جن سٹ چلے گا
سو جوں ابلیس دوزخ میں جلے گا

انوں کی بندگی منج بخش الٰہی
جو پاؤں دوں جگت کی بادشاہی

انوں کی پیروی کر دین میرا
انوں میں تیئں قوی کر دین میرا

بندا احمد سو کیا ان کوں سراوے
بہو دہاتاں خدا ان کو سراوے

سلام اُن پر خدا کا نت لکھ بار
انوں پر کھول دے صلواۃ کی دار

تعریف شیخ وجیہہ الدین برخود

جکوئی جو فخر سوں دو جگ کرے اچ
وجیہہ الدین دنیاں کا اچھے آج

سُہاوے اس جو روح اللہ کہاوے
کہ ہر دم کیتے مردے جیو آوے

سدا اسرو نگ حق کے نور میں غرق
نبیاں ہور اس منے یک حرف کا فرق

نبی جے نہ نبی جیسا تو ہے وہ
نبیاں تھے بھی کرم پایا تو ہے وہ

خدا سوں جوں خلیل اللہ کیتا عہد
دنیا میں جو خلیل اللہ رکھیا جہد

جو خضر استاد تھے موسیٰ کیری تائیں
سو حاضر ہوئیں اس کے مدرسے مائیں

نبی کا آل ہے دو دھات سیتی
حسب کے ہم نسب کیرے سبب تھیں

سبھہ علما میں حاوی مرتضیٰ سار
بہو تصنیف اسکے دوں جگت بھار

شریعت ہور طریقت کا ندھانی
وہی کھولے حقیقت کے معانی

خطاب عجیب تاج الاولیا اُس
ولایت کا سنگاسن زیر پا اُس

وہی ہے قطب اکبر دوں جگت میں
جگت حیران ہے اسکی صفت میں

جگت یک تل تھے اسکی دشت تل خوار
نہ وہ کرتار بن ہور کچ منگن ہار

چلنہارا نبی کی کھوج پر کھوج
ولایت کی ولایت بخشتا بھوج

مسلم اُس مقام استقامت
دیکھلے معجزے اس کی کرامت

قدا اسکا دین کے گھر کوں رکھے تھانب
وہی اسلام کوں رکھن سکے تھانب

جکوی اسکے پگ اپنے سیس لیوے
سو اپنے پگ انبر کے سیس دیوے

جتنے ہیں بال بال اس انگ ماں ہیں
سبھہ تسبیح تئیں لک لک زباں ہیں

اگرچہ وہ دھرت پر دیہہ سوں ہے
سدا معراج اس کی جیو کوں ہے

دوئی تھے دور اس کے پیروان سب
دیکھیں یک نور اسکے پیروان سب

جو اس کے ناؤں کیرا کوئی کرے ورد
سو پاوے آرزو جے کچ دھرے ہرد

گنگاران اُپر جی دشت بھاوے
گنہ بخشا خدا کوں انپڑا وے

جو ہے احمد کمینہ ایک بندا
سو ناہیں پاپ بن اُس ہور دھندا

ڈوبیا ہے پاپ سمدور مانہہ سب تن | جو ناہیں لنغٹ تن کیوں پائے نکلن
رہیا دو سوں تھے تن من ہوئے کسمل | سونا ہوئے سات سمدر سات نرمل
جو جاؤں کسملی سوں اس نرگ مائیں | نرگ وہ نرگ کی سب لوک کندرائیں
سو وہ اپنے کرم ستیں دیا مان | قبولیا منج مریداں میں جمع آن
وہی ہے رحمۃ اللعالمیں اب | منج ایسے رحمت اس تھے پاوے جب
کرامت منج کیا اپنی خلافت | دکھیو اندیش کر اس کی کرامت
دھرد ں اسکی کرامت تھے بہو آس | جو رضواں ہوئے منج سیو کے تیئں داس
جسے ایسا (ٹھکانا) دوئے جگ میں | اسے کون ہوئے سمکھارو ے جگ میں
جنے پیر دستگیر ایسا دھرے سو | پڑے کیوں پلصراط اوپر تھے گرا و
جو محشر مانہ نیرے دار آجت آئے | اسے کیا ڈر جو چھاؤں ایسی ٹھنڈی چھائے
الٰہی چھاؤں اسکی جم ٹھنڈی راکھ | جو ہیں اس چھاؤں تل عالم سہس لاکھ
الٰہی منج رکھ اسکے پیرواں میں | منج اس کی پیروی دے دو جہاں میں

تعریف شاعر خود

کیتا پھر جوش منج من سمد آپار | نوا انبر ہوا موتی سٹن ہار

جو مول اس ایک موتی کا نہ پاوے — جو دوں جگ سار کیتے جگ نہ پاوے

بچن مانک جو مہنہ دو جگ تھے ولوں — جگت ستیچکار اسکا نا قبولوں

بچن کی دومی اپچھر تھے دُیے جگت ہوئے — سو کیوں ستیچکار اس کا ہوئے جگ دُیے

اچھوں بھی جی کریں اس اچھراں سات — انت آپار جگ ہوئیں دوی جگ دھات

جو مانس کاڑنے دوں جگ نیاوے — سو مانس بات تھے مانس کہاوے

سبہہ برتن جگت میں بات تھے ہے — بھی گن وگن جگت میں بات تھے ہے

سُرگ دوزخ کریں سو بات پر تھے — انوں دوکھو بھریں سو بات پر تھے

فرشتے مان دیئے سجدہ جو کہتے — سو آدم بات پر تھے مان لیتے

کتاباں ہور مصحف بات تھے ہوئی — نہ پیغمبر کوں بوجھے بات بن کوئی

چلیا ہے دین سنت بات تھے سب — دلیسے ست ہور اوست بات تھے سب

جی کچھ ہے لین دین اس دوی جگت ماں — سبہہ ہے بات تھے کچھ بات بن ناں

نہ چل سے راج راجیاں کا بچن باج — نہ حاجت پاوسے بن بات محتاج

بچن تھے پائیں مسکیناں (ں) نیا دان — بچن تھے شاعراں کوں دیں شہاں مان

سو بھو تیک ماں تیئں یہو آس رکھ میں — کروں کچ شاعری شاہ جہاں تیئں

گرت ما نیک امولک دیے جگ ماں — جو جگ اسکے دلائے پاوسے ناں

سو مانیک شہ کی کیرت کاں پرتوں ‏ جو دیوے شاہ بھوتیک ماں پرتوں

سو کیرت شاہ کا آکھوں جگت میں ‏ جو جگ رہا ہے ملک رہا سوں جگت میں

شمع جیا گار کھے جب سور ہوئے ور ‏ نہ اس یک کس کا جیا گار کھے سور

چلے رکھ پا پدم جب پنتھ وہ کنٹھ ‏ سو کیا اس پنتھ کی سو کیچ دھسے پنتھ

چندا تیرے ترنگ کی کھوج لے ریں ‏ ہوا اس کھوج پر گھٹ گھٹ ہر یک نیں

تلنگ کریں ترنگ کا نعل جھڑ کر ‏ تو اچندا دیسے انبر کے سر پر

نینوں تھے جب یک تیر چھوڑیں ‏ سرب دل کے سرب دل بھار پھوڑیا

کھڑک بیجل ہنکارا مار جھمکائے ‏ تو جیوں گرجن اتھے مریخ اڑ رائے

جیسی کڑدی نظر دیکھے جو یکبار ‏ مرے بس چڑھ جو امرت پوئے لکھ بار

بکٹ فولاد کی بھراں بلند ہوئے ‏ توان کا ناؤں سن کر جل سمندر ہوئے

سو توں یک شاہ عادل ہے جگت میں ‏ جو تا ہیں ملک یکس سوں یک پرتیں

جو ہوئے طوفاں یاں آ چلن ہار ‏ نھنا دیوانہ ہوئے اس تھے ہلنہار

کہیں سب عدل جگ میں مشتری تھے ‏ سکیا وہ عدل تیری داوری تھے

سخاوت معتدل ہے مشتری کا ‏ اسے کھاں لاف اچھے تج سروری کا

ترازو داں کی توں راکھیئے جب ‏ نہ یا سنگ ہو سکے گا مشتری تب

اچھل روپ زہرا نار تب پائی
پڑی جب چھاؤں تیری اس اپر جائی

کھیں جگ یوں جی کچھ ہے روپ اگلا
سو وہ تاثیر تھے زہرا کی سکلا

سہتا با زی خوشی خوشبو کی اسباب
سبہ کچ ناچ گادن بھرت کی بات

جتا کچ ہوئے مٹھاؤں سنگاؤں
جی کچ جو سارگی کوں ہوئے کارن

جو کچ ہے کوک ہور کام آرتی سکھ
نہیں تاثیر بن زہرا کیری چکھ

جو کچ تاثیر دھرتا امرت نیر
سو تج بندگی تھے (وہ)[الف] پائے تاثیر

علم سرمایہ تیری زر نگاری
سُھے چھتری نکٹ سوں بھو سنگاری

سو اس چھتری علم کی چھاؤں پڑ کر
دیسے چندا سورج تاریاں سوں انبر

جگت میں راج تجھ سا کوئی کیوں آئے
جو تج سیوک مہاراجاں کوں ہیں رائے

سجن جگ میت جگ راجن جگت پال
جگت آدھار جگ رکھے جو سنبھال

جگت کوں قطب توں ہور قبلہ گہ بھی
تھیں ماں باپ جگ کوں ہور شہ بھی

خدا کی چھاؤں توں تج چھاؤں جگ پر
خدا کی چھاؤں تج سر چھاؤں چھتر

سدا جگ راج تج تھے تج سدا راج
جرم تج کاج تھے جگ کوں خوشیاں کاج

الف یہ لفظ مصرعے میں زائد تحریر کیا گیا ہے

جو شیخ احمد شریف اپنی زباں رکھ | سرن آیا سرا دن تج ثنا سک
کہ جے سو لاکھ دفتر ہور لکھے | تو بھی وہ گن نیکے لیکھن نہ سکھے
جتا بوبوں بھوتیک تج کیرت | اچھے تھوڑا تیری کیرت کی نسبت
ولے من سمند کوں بھر جوش آوے | کہ موتی بن لکھے باہر لیاوے
ولے بھی من منیں راکھوں چھپا لے | کہ مت سب جگ نہ سکیں اس سمالے
انت موتی جو بھر دیسے نہ ہاروں | ڈروں جی مت جگت کچرائے بھاروں
ولے جتنے دیکھایا ہوں سو موتی | جو سب جگ کوں دیا دن ہار جوتی
نہ بن تیری دیا کچ مول اپنوں کا | نہ بن تج دان راکھے تول اپنوں کا
سرن ستیں کروں تج تئیں دعا اب | کہوں تیری دعا میں روز ہور شب
کہ جن لاہی دعا گو ہو شہاں کاں | شہاں تھے پائی بھوتیک ماں ہور دان
جدھاں لگ چاند تاریاں ماں دستا | رہے توں شاہ لشکر سات بستا
جدھاں لگ دیس اجالا ہور ہے سور | سو تیرے موکھ تھے منگتا رہے نور
جدھاں لگ سمند رہا رہے موج پر موج | ادک ہوئے تجے نت فوج پر فوج
جدھاں لگ جل منگے بادل سمند پاس | دے سمندر تیری دان تھے پیاس
جدھاں لگ ہوئے جگ میں آس کا ناؤں | خدا تھے پائے توں من آس ہر ٹھاؤں

تعریف قطب شاہ محمد قلی

جو شہہ کا یاد تل تل من بھرے منج
سرا سے باج یک تل نا سرے منج

بہو دھاتاں سراپا شہ کوں اول
سراؤں اب سخن کا روپ آ چکل

بکھانوں سیس تھے پگ لگ بہو دھات
جو سر تھے پاوں منج ڈوبے کتک سات

دیا ونتا گسائیں روپ سو دھن
جگت موہت ترے توں جگ موہن

جو درسن باج موہے جگ تج کوں
دیکھت کیوں نا پھلے جیو لگ تج کوں

نین دیدار تج کوں دیکھن آئے
نین منج سمدآ پار دیکھن آئے

توں اب کیوں ہوئے وہ تج بندھن آلی
پائیں بھی تج رویوں درس آلی

نین جی کچ ہیں جو خوبصورت
سو تسرا بھاگ ہے یوسف کی تشبیت

تیرے سر ہے سبھہ کچ بھاگ دولت
سُہے سر تاج تج ہور راج شوکت

شہانی تاج جب توں سر چڑا دی
سُہے دنیاں عروسانی پہ جادی

لگیا جلوا دیون دیتا انو آس
کہ جی آوے تیرے نزدیک ایں داس

توا اپنے ہات تیرے سیس پرواز
لگا دے سیس اپنے لکھ لکھ باز

جو ات نیکا سلکھن سیس مونڈائے
روپے ہیرڑیاں تھے مشک اچھر کھرونچائے

جھمکتا اُسترا جیسا جھمک سُور — دکھائے دیس تھے لے رین ہوئے دور

سو کُچ برق اُسترے پانی دھرن ہار — جو نیلم پر اَدِک پرجون بھرن ہار

نہ کچ اس اُستریاں کی کند ہوئے دھار — جو کھوئے گے سہس نیلم کیرے تار

نویلی بال پھٹتے سو سُہے یوں — سرگ سہرے کی مُلکے پُھٹت رہے جوں

جو میں تج کوں سراوں بھاگ دولت — نہ کم ہے منج تیرا جو سر سلامت

سُہے سر پر تکٹ کا لال سربند — طرا مونیاں اُس پر دیسے چند

سُہے اُس لال سربند طرا یوں — کنارے پر شفق کے سنبلا جوں

پشانی بی دیسے سربند نیچے — شفق جوں اُدیہم کے چند نیچے

للاتی کر بیٹی کاچی سُنے کی — لکھی بات اس میں دو جگ بھوگنے کی

کمانا فتح کیاں نیکیاں بھنواں دے — جو وہ تیراں کٹاری چھوڑتا ہوئے

جکوئی ایسے چتر ہووے کماں دار — سو کیوں نا ہوئے جگ پاڑ کرن ہار

سلونے نین سُدمد سوں، ڈُلن ہار — جوبن مدپان ات رنگوں کھلن ہار

ڈھلکتے نین ڈُھالے چھند سوں جب — تو حیرانی میں گھالے جگ کوں سب

جو تھرکیں نین جوں گوریاں چنچل — تو باندھے جائیں کھنداییت آن گل

ہرن مانس کوں جگ پاڑ کرن ہار — سو دو لوین تیرے پھاندے دھرن ہار

جسے توں دِشٹ تل یکبار دیکھے — توسب جگ دِشٹ تل اُن خوار دیکھے

تیری یک دِشٹ پر میں آس لاکر — رہیا ہوں سب جگت تھے دِشٹ اچا کر

بڑای دِشٹ کی کہہ کیوں سکے کوئی — جو سب جگ اس مینیں یک تل تھے کم ہوئی

نیکی وہ ناک الف سو ہے سوں دیکھے — جو اُس خوش خط تھے یاقوت سیکھے

لکی چنپے کی دیکھ وہ ناک نیکی — رہی نیہہ لائے پیلی ہوئے پھیکی

جو سو ون ناک تھے دم دم مہکتا — سُرگ چنپے تھے وہ خوشبوئی رکھتا

سبہہ جگ دیپ نخشتار سے نچھل نور — ہنم چنداریں کوں دیس ہور سور

نیکے دو گال روشن آرسیاں دوے — نہ نرم اس دھات مخمل جگ منیں ہوئے

لگے چنداجلے سورج ہوس کم — کہ ہوئیں اس گال کے اِسپند کوں مجمر

جو سبزا رنگ خط چھٹیا نویلا — سو جوں ریحان جنت کا چھبیلا

جے کوئی وہ گال ہور خط دِشت تل لیائے — سو اس کوں ضحیٰ و لیل یاد آئے

جڑے نیلم سُنے کیاں پتریاں پر — بھنور بیٹھے کمل کی پھنکڑیاں پر

کلنگ دھرتا سو چنداجس کہیں ناؤں — سو وہ اس گال ہور اس خط کی چھاؤں

سورج پر چھاؤں پڑتیں نا دیکھے کِن — نہ یوں ملتیں دیکھی کوئی رات ہور دن

میٹھے لب پر دیسے ہیریا خط اپروپ — دیسے برادیں شکر میں چُونٹیہ سب ڈوب

کھڑا جوں حضرا آمریت جل پر
پھوٹیا جوں پاچ گردا گرد کوثر
ادھر یاقوت کا خوش خط دیکھو
اسی سر خط کو سب خط سیکھو
جسے کوئی لیکھیا نہ دیکھا ہوئے جل پر
سو اس لب پر نگارے دیکھو احمر
جل امریت تھے سہاوا ناج نکلیا
نیکے مانک تھے سو دن پاچ نکلیا
تیرے امریت تئیں ہوئے سو دھیانی
اندھیارے میں رہیا امریت پانی
ادھر اچھے سو امریت نیر نرمل
چھپے کیوں اس دسن کی جوت اس پل
مگر تیرے دسن کی چھاؤں پڑ کر
دیسے انبر منیں نیکی نکھیتر
ستاریاں سار نازک دانت سکلے
دلے ہیں جوت کوں سورج تھے اگلے
دسن کا مینہ رکھے سمندور چھاتی
سو موتیاں سوں ہوا بھرپور چھاتی
گگن جب اس دسن کا دھیان لایا
سب اپنا دیہہ تاریاں میں چھپایا
جنوں اس لب دسن دھیانوں سوں دئیں
رتن کے درجگ ان کے نین ہوئیں
دیکھو اس راج لالن کے بہو رنگ
جو یہ رنگوں دیکھلائے دانت سو رنگ
کبھیں زہرل کے سارا چلے اجلے
کدھیں راکھے زحل جوں جن کالے
کبھیں بھو دھات لسنگ میں رنگ دیوے
جو رنگ ان تھے عطارد منگ لیوے
کبھی مریخ جوں رتری دیکھا دے
جو امرت گن تنبول آمول کھائے

تجے نیکے تنبول اُجلے چندن سار سُنے پتر دُں سے کیتے سورج آکھار

کیتے سو ڈن سپاری کوں جو سُوھن ٹٹے پرمل مینن پر مّل ہو و ن

کدم کستوری ہور کافور پھُل نیر چڑادے بھوت اس ح اتیاں کوں پھر پھر

جو تھے وہ دال دانے مانکوں سار ادک گُن لے ہوئی یہ باس مہکار

مڑے ہیں اُن یہ سب کوندن کے پتر ہوئے پیلے جو تھے یاقوت احمر

کھیرولیاں کاٹ کیاں شکیں بندھاے جو نیلم سنجکاران کا نہ پائے

بلیٹیاں ویساں جڑے کوندن جھاں ہاں جو ویسیاں مچھلیاں کس سمدوریں ناں

انوں میں تھے گھڑا کر وہ بٹیاں پان دیوس بھو دھات ہیڑیاں کر سجن کان

جو کھاوے وہ جیتر تنبو ل نرمل سو منہ کی باس لگ ہوئیں باس اچکل

جڑت کی پیک دانی میں سٹے پیک تو اس تھے امرت چشماں ٹنکے بھیک

چھٹنک اس پیک کی جی سمندر میں جائے سمند امرت ہوئے ہور لال رنگ پائے

سورج اس پیک دانی کی دھرے ریس جلے سب دیس اس تھے ہور گئی نیس

اُگال اُس گال میں کا جن سکے پائے سدا اس تھوک تھے نرجیو کو جیوائے

نیکیا امرت چشماں وہ دہاں ہے مچھی آچھے سو اس میں وہ زبان ہے

نہ اس گن کی مچھی ہوسی کسی ٹھار جو اس سرونگ تھے امرت جھڑن ہار

اچھیہ موتیاں کی سیپنی تھے سمند میں — سو اس چشمے تھے اس مچھلی تھے نکلیں

جگت میں کیوں نہ ہووے امول اوچھیہ — جو اس تھے بن لکھے موتیاں کی اوچھیہ

سو کچ موتی سجن کے بول امول — جو موتی واریں اس موتیاں تول

سجن کے بول سب جیو دینے ہارے — دلویں اس بول پر سب جیو سارے

ادا آواز پر سو کچ بھلیں دل — جو ہوئیں اس بول کے معنیاں تھے غافل

جو دائم مسکتے ہیں وہ میٹھے لب — سو کھل میٹھی ہنسی سوں ہنس اٹھے جب

تو اس کے بول امرت گن شکر تھی — بھرے میٹھائی سوں آکاش دھرتی

دتا امرت ہنسی نے جب چھٹک نم — سرگ سنگھار بن ہنسار ہے جم

تھڈی بٹول نورانی ستارا — جو اس تھے جوت سورج کا نوارا

سہاوں اس تھڈی کا ات پرت لک — دھویں جوں کوئی سجن کو دان دل جگ

جو روشن مکھ تھے برسے نور پر نور — جگت سب ہوئے اسی تھے نور سمند در

جھڑے اس مکھ تھے جب یک جھٹک خوبے — دسیں جگ میں چندا تارے سورج ہوئے

جہاں اس مکھ تھے خوبی یک چھٹک دیکھیں — تھاں اپنا سب لرکت جگ لپیٹیں

سرگ بن یاد اس مکھ کا کیا جوں — سدا کھیلیا بھلیا تازا رہیا یوں

مگر بھو دھیان اس مکھ کا رکھیا چت — جو یوں روشن ہوا اس رونگ آدت

صدف موتیاں کی لائے اس کان ٹھالاں | جو راہی ہوئے کو سو ونگ چھالاں
صدف کانوں کی ینہہ ہیں تھے جو صادق | بھری خوشبوی اس کانوں موافق
پڑے حاجت جو جس کی شاہ کے کاں | سو حاجت تھے زیادت پائے وہ داں
نہ گردن کی لکھن لیکھن سکے کوی | جو جگ کیاں گردنا پہ حکم اُس ہوی
سو کچ گردن فراز اس جگ ہیں وہ رائے | جو رایاں اُس کنے بھی منڈ لڑکائے
صفا ہور نور سوں سیتھو رسینا | سدا عشرت نگر معمور سینا
عجب گنبھر وہ دریا دروتا | نو انبر اس ہیں یک بند کا نیمونا
بھریا ہے اُس منیں دو جگ خزینا | اچھوں پو رہے نہ وہ صندوق سینا
مہا یہ جبل بھو بلو ند رایا | جو کوہ قاف کوں جوں بالے اُچایا
سو کچ سلول بانہاں ہیں سُہن ہار | نیکے طوبیٰ کوں جوں ڈالیاں پھُٹن ہار
ادنڈ وہ دنڈ ات بلوند پُربل | جو تنکے سار ان آگل پہاڑ پربل
جو نرمل ڈنڈ پہ پرمل چندن لائے | ڈنڈوں کی باس تھے چندن کوں مہکائے
ڈنڈوں کا رنگ چمکے سور کی دھات | چھپے کس دھات وہ جھمکیں چندر سات
سو کچ تیریاں ہتیلیاں نور نرمل | جو چھپتا سورج ان کی جوت کی نَل
ہتیلیاں کی لکھن لیکھن سکے کون | نشانیاں جس ہیں دوں جگ بادشہ ہون

لے نال

سو کچ آچھیاں ہتیلیاں لال سُو رنگ
جو مہندی کوں چڑے اُن تھے بہو رنگ

ہتیلی میں جو مکڑے پانچ آچھا
دیسے ات لال جوں مانیک سا چا

ہتیلی میں جو لے موتی دیکھاوے
تو پھانسے ہنس کی آتش خوار آوے

ہتیلیاں سورج جیسیا جوت انگلیاں
سورج کے تار دیسیں نرمل زنگیاں

انگوٹھیاں انگلیاں گھالے نوے چند
سورج تاروں کو جوں ہوئے نوے چند

جو نیکے نگہ جھمکت انگلیاں پر
ستاریاں کوں لیتا مت انگلیاں پر

سکیاں کی انگ تاریاں سار تک لائے
تو اس تاریاں تھے ھیلی چاند دیکھلائے

جو مہندی سوں نکھوں کوں رنگ دیوے
تو موتی مانکوں سکا رنگ لیوے

کندن تختا سروپا روپ وہ پیٹ
سیدھی سُہاونی تختی سنکی نیٹ

سو کچ نازک دیسے وہ پیٹ نرمل
جو چوبے بچھانا جیو ہوے اُس تل

حریری سیج پر کھیلے بھول بھر
جو لیسے نقش اتھے اس پیٹ اوپر

لکھن کیوں اس شکم کی کوئی سکے لیک
جو کوتر منبر تھے آچھا بہو تیک

اس امرت جل میں وہ ناف ہے کمل سا
جو اُس باس امرت تھے مشک مہار

کمر باریک پتلی ات سُہانی
نہ کوئی بوجھن سکے اس کی نشانی

جو شہزادا اس کمر کی مینہہ میں بیٹھا
سو ناؤں باج کوی اس کوں نہ دیٹھا

کمر ہے بال باریک نا دیسے سو
دلے ٹانگے کنک پربت اُسے دو

گسائیں مرد مردانا مہابل — جو مردی کی علامت سب اُس انگل

کریں جب نین بازی نت ہوس سوں — پڑ(ی) حلقہ دبانے عادت اس کوں

امول الماس شہہ کے پاس ہے خاص — جو موتی بند گھڑّے مانکوں راس

ات اچھے ماچھ نرل انگ اُتم — تیرے بن نیر کے چشمے مُنین جم

عجب کیلی جو نکھ طبلیاں کی دن رات — ہر کلف دھات کے کھولیں اسی سات

سُرگ میں پیڑ کیلے کے جو اوٹھے — ہیا اسکا انوں راناں) تھے جھوٹے

چندن کی کھانب پر کوندن مڑھاوے — صندل کھس کر بھی اس پر گڑاوے

توکچ اس ران کیرا رنگ لیاوے — دلے اس ران جوت اس کیوں نہ آوے

نیکی ساقاں سو بلور ہیں عجب نغز — دیسے موتیاں کے سر جوں اس میں تھے مغز

بہو لکھن سلکھن پا پدم ہے — سجن امریت گُن امریت قدم ہے

جہاں اس کے قدم امریت کن آئین — امر ہوئیں جیوتی تو جیو جیو پائیں

جو راجن راج ہنس چالوں سوں چلتا — تو چلتا جگ کے جیواں کوں چھلتا

جکوی سرور جو سر شہہ کے چرن لائے — چرن اپنے جگت کے سر دھرن پائے

نہ سکے کوی وہ تلوے نجھانے — کہ ان کی جوت دشٹی کوں رنجانے

جو اس تلویاں پر اچھرن داشت بہاویں — تو پلکھا چھاوں چُب آزار پاویں

نہ سکیں بول شہ کا روپ سنگار | جو سب جگ میں بولیں بول سنوار

کہ رومارو م تھے اس کے جھڑے نور | جو نکلے ہر جھڑی تھے نور سُمندر

سراسر قامت اس کا نور کا تھانب | جو راکھے حسن کے گھر کوں وہی تھانب

سو کچ وہ نور سوں جو نور اُسے تھے | جو لیتا نور چندا سورا اُسی تھے

جو ذرّے پر پڑے اس نور اُجالا | تو اُس ذرے تھے لیوے سُور اُجالا

مگر اُس قد تھے طوبی چھاؤں پایا | جو سکلے سُرگ بن پر چھاؤں چھایا

ڈولے نت سُرو ہو کر متوالا | جو اس قد تھے پیا پیرم پیالا

گنت اس کسوتاں کیوں کیا جائے | جو نت کیتے پرہاوے ہیں مٹکائے

مرصع کسوتاں پہنے جو آمول | نہ ستچکارا یک نگ کا جگ محصول

پرھاوے رنگ رنگ تلتل بھراوے | سو اس اپنے رنگوں سوں رنگ جھراوے

عطارد لیکھنی لے لیکھنے آوے | تو اس رنگ رنگ کے لکھنے میں رہیا جائے

جھکنا رنگ شہ کا نور نرمل | سو کیوں وہ نور چھپے کسوتاں تل

رنگوں ماتا چُرہ جے رنگ دکھلائے | سو اُس رنگ رنگ تھے وہ رنگ سوہائے

سُگھڑ مٹکا ونا ہے روپ سنگار | سبھی سنگار کوں اس تھے النکار

سنگیت سا ہیت لُولت گُن نِدھانی | چتر جو سٹ اودھانی سُبحانی

جو مہرا ی اشٹ الیسو راشٹ بھوگی — مدن مورت مدن مد سکھ سبنوگی

سُمت مِت لالنا جگ جیو بھُلانا — سہت چیت ساجنا جگ من مُٹھانا

نہ کرا گلی فضولی بس کر احمد — نہیں اُس روپ کی سنگار کو حد

کتا یاں لکھ سکے اُس باب میں توں — بہو قدرت رکھے اس باب میں توں

دلے توں شاہ کوں جیتا سرا وے — تو اس نسبت سوں بھی تھوڑا کہاوے

جنے شہ کو سراپا سر تھے پگ لگ — سو دیکھا اب شہ تھے سکھ رہے تلک جگ

قیامت لگ رکھیا توں شہ کی کیرت — قیامت لگ دیسے تج شہ تھے نسبت

کیا توں شاعری کوی ناکیا سو — دلیوے تج دان شہ کوئی نا دیا سو

دعا سوں سار اپنی بات کوں اب — جو تج دھندا وہی دن رات کوں سب

جدھاں لگ جگ منے ہے راتا ہور دیس — رہے یک حال اچپل روپ کا بھیس

جدھاں لگ رنگ ہے دنیا کوں قائم — اچھے یک حال وہ انگ روپ دائم

جدھاں لگ جگ سورج تھے جگمگاوے — سو سورا اُس روپ تھے بھو نور پاوے

جدھاں لگ نس سنگاریں چاند تارے — سجن کا روپ اُچال ان کوں سنوارے

جدھاں لگ روپ رنگ جگ سوں سنگارے — منجے رنگ رنگ خلعت سوں سنوارے

جدھاں لگ روپ رنگ کا سکھ لیوے — دعا گو کوں سکھیا رکھ دان دیوے

ثنا تعریف بخت خود کردند

جو ہووے بخت میرے فتح کی دار — ہوا منج دار پر اقبال بردار

جو اُس تھے نامرادی ہور دُلدّر — چلے نر آس لکڑیاں کھائے سر پر

سو اس لکڑیاں کی دھاکوں تھے جو ہے منہ اس — دلدّر نامرادی بھوئیں سٹ آکاس

اُنوں کا سر پھٹیا سو وہ رکت بھر — وہی شائد شفق دیسے انبر پر

گگن جو اس غریباں کا دیکھیا حال — لگیا احوال پوچھن لاگ دنبال

کہے جس سات تھے دائم ہمیں یار — سو اب اس وار ہے اقبال بردار

ہمیں اس دار جا بولے بھیتر چھوڑ — سو ہمنا یوں کھیدڑیا مار سر پھوڑ

فلک سے جرم بیری کاں مرا — ہوا یہ بات سن بھوتیک بھیرا

سو اتنے میں بلایاں کا جو لشکر — فلک تھے نامرد تھا جرم منج پر

سو میرے بخت کیرے فتح کوں دیک — نکل نھاٹیا فلک لگ ڈر تھے بھوتیک

سو تیرے آپڑیا جب یہ برا دُکھ — سو اس دکھ تھے فلک نیلا کتیا مکھ

سبب جب فتح کا پوچھیا عجب سوں — سبھ لشکر بیاں کیتے سبب کوں

کہ اس کا چاو شہ خاطر کوں لیایا — نوازش نامہ نامی بھیجایا

جو سب اس میں پلیٹے فتح دولت | سبد مضمون اس کا عزو حرمت
اماں ہور امن تئیں اس میں پیتیارا | بھروسہ دیوتے دلخواہ سارا
سواد اس کا سدا عشرت کے تئیں رات | بیاض اس کا ظفر کی صبح کی دھات
سب اس کے لفظ و معنی سو کرم کے | حرف اس کے عنایت کی رقم کے
دیسے اس میں تھے اس تئیں استمالت | عیاں عنوان تھے اس کی سلامت
دیسے آکار سطراں کا سڑیاں ساز | جو نا ہیں اس سڑھیاں تھے باج اتار
دلسے پڑتا اتر کر آئے جو کوئی | اسی سو ہے اترنا پھر جنت ہوے
شہنشہ کا مبارک ناؤں اس پر | نکوئی اس ناؤں کوں سیکے صفت کر
جسے کوئی وہ ناؤں لیئے یک تل زباں پر | سدا سب دکھ دسیں ہوئے نکوز منتر
جے کوئی ناؤں کوں لیکھے پتر مانہہ | بڑا تعویذ ہووے جیو کی بانہہ
لیکھے وہ ناؤں جب شہہ صاد کر کر | سو کیوں نا ہوئے جیو تئیں حرز اکبر
سدا اس صاد تھے جیوں صاد انکھیں | کھلیاں راہیں جیوں جاگن جو انکھیں[1]

---

[1] حاشیے پر اس شعر کے ساتھ یہ نامکمل مصرعہ بھی تحریر کیا ہوا موجود ہے ع
کھلیاں راہیں جیوں جاگن جیواں کیاں

انبر یو بات سن مُنج سوں ہسرن آئے — بچھانا ہور ہیا میرے چرن جائے

سو وہ نامے کوں سر اپنے چڑا کر — پک اپنے او پنچ انبر کی سر پیٹرا کر

ہمس سوں شاہ کی خدمت کو دھایا — اہاں منج تھا سو سب تھے چت اُچایا

کہیں نعمت خدا کا کم نہ تھا منج — کدھیں روزی کے تئیں کچ غم نہ تھا منج

نہ کد ردڑی کے تئیں کوڑی ہنڈیاں — نہ کس دروازے جا حاجت ڈھنڈیاں

سدا منج کوں خدا عزت سوں راکھا — جو عزت کوں مری کم کوی تاکیا[۱]

ولے میں شاہ کا گُن سُن لبد کر — پتیارا راکھ کر شہہ کے سبد پر

ہوا پر اس ملک کی بھی ہوس راکھ — ترت اس تخت گہ لگ اپڑیا ٹاکھ

سنیا تھا در دستے کیرت سخن کی — ادھک پایا اہاں سیرت دکھن کی[۲]

نگر میں شاعران باہر گنت تھے — کدھیں خالی نہیں شہہ کی صفت تھے

عجب شاعر میلے ہیں شاہ کے پاس — جو کالیداس اُنوں کا بھئے اپس داس

فصاحت میں رکھیں سبحان پر بول — بلاغت میں رکھیں بی معجزے کھول

سبد بھاس انترا کوں جوں حلیم بھاس — سکن بارا اعطارد علم اُنوں پاس

---

۱ ٹاکیا ۲ تھی

جگت داتار راجا ابت سُبحانی — جو ہے وہ بھوگنی سنیت ندھانی

انوں سب شاعراں کو مان دیوے — ہوس رکھ شعر پر بھو دان دیوے

سو تھا جب شعر کے تئیں منج کوں بھی — کچھ استعدادِ طبیعی و کسبی

کہ کئی دن تھا منج اہل علم کا سنگ — جو بھیدا اذات میں کچھ ان کیرا رنگ

کتیک دن صرف کر کے صرف لیتا — دل اس آواز تئیں میزاں کیتا

کتیک دن محو کر کر نحو لیتا — جو وہ منج کوں عبارت فتح کیتا

معانی کا بیاں بھی کچھ سینا یا ہوں — جو اس لگ درۃ المنطق چنیا ہوں

کھیا علمِ کلام استاد منج کوں — الٰہیات آموز عامہ سوں

ہدایت علم و حکمت بھی پایا — وصول و فق سوں کئی دن گنوایا

عروض و قافیہ کی بھی رسالے — رہیا ہوں دیکھ سینے میں سمائے

نجوم و طب ستیں بھی آشنا ہوں — بھوتیک رس رساین رس کیا ہوں

اینوں گن ہور کیتے علم راکھوں — بنی ہوے یا ب جب مرسل آکھوں

تلنگی سو سنسکرت اچھی زباں سوں — کوِت و دوانوں سان تھے بھی سنیا ہوں

دیکھیا ہوں فارسی بھی شعر بھوتیک — رہیا ہوں کچھ عربی کا شعر بھی ایک

اب استعداد طبعی کی کروں بات — جو ہے منج شعر کیرا ذورہ بھو دات

جتنے اصناد ہوں گے شعر کیرے | کہن مشکل نہیں نزدیک میرے

خیال و خاص طرزاں خاص لیاؤں | غرائب ہور بدائع لیا دکھاؤں

سبہہ معنی میرے بھی اُوریچ ایکل | جو نور آکاس دسیں نیچ اُس تل

میرے بولاں کیرے پرواز کے سات | سہد جگ مل کے یک فرے کیرے دھات

پتال آکاس کوں جوڑا ای جیرا | کریں جوں سوت کا یک تار بکھیرا

تو اس بولاں کی ڈونگائی کی نسبت | سرے وہ تار سکلا گنٹھ لاگت

جو یک ساعت قلم جگ ہات پکڑوں | سُکی کاڑی تھے امرت سُمند کھُدوں

جو اس سمدر چھٹیک ہیں جگ سمدور | چھپے سمدور میں جیوں یک چھٹک چور

بچن موتی بڑے ہور ڈھال ڈھالوں | جو اس ہیں دو جگت سمدر دکھاؤں

چھپے راہیں ایوں موتیاں ہیں بے غش | پتال آکاس جوں دریا میں شش خش

اگر تمثیل کے عالم میں آؤں | بن اس عالم نوا عالم دکھاؤں

کبھیں نرجیو کوں جیو دے چھڑاؤں | کبھیں جیو جیوتی کا جیو اُڑاؤں

کبھی دھرتی کوں انبر کر اُچاؤں | کبھی انبر کوں دھرتی کر بچھاؤں

نکھیتر نین کر نرجیو جو دیکھتا | بین میج فہم کی لیکھن نہ سکھتا

سو اس نرگن نین تھے یک نین نور | دیا وے سور کوں ذرے کوں جوں سور

خیال ایسے کروں باریک باریک — جو دیسے دھنکرا جوں اسکے نزدیک
جے کوئی ملکوت میں ارواح دیکھے — خیالوں کوں میرے دیکھن نہ سکے
جنوں کوں مرتبے جبروت دیسیں — خیالاں میں میرے مبہوت دیسیں
نظر لاہوت ہور ناسوت کی جس — اشارت پنج خیالوں کی دیسے تس
دھروں ہاروں کیرا صندوق سینا — جو سب اس میں بھریا غیبی خزینا
جو استعداد آیا تھا منجے جب — سو لوٹریا شاہ کے تئیں خرچنے سب
کہیا بھو عید نامے ہور قصیدے — جو ہیں وہ سب گوٹ بارگ میں سیدھے
کہ مت راجن کبھیں سنے ہوس رک — ہوس تھے ہور کوت بولوں سہس لک
کوت پر جیک ہوس رکھ کان دیوے — سو بہتر جے سہس لک دان دیوے
ولے درگاہ شہہ کا اوپنچ انبر — سو کیوں ہوے ہر یک کوں بار اس پر
جو شہہ کی مدح میں ہے فکر مری — شہنشہ گن کرے گن ذکر میری
سو اس تھے شعر میرا کم سنے شاہ — ولیکن جب سنے کم نا گنے شاہ
ولے بن یاد شہہ کی ناگمیں منج — نہ گذرے باج شہہ کی یاد میں منج
سو منگتا تھا سو شہہ کے ناوں ستیں — کتاباں رس کروں بہ چاو ستیں
تردد دل میں تھا بھوتیک منج یوں — کہ بولوں نظم ستیں کیا کتاب ہوں

ولے منج کن نہ ہوۓ[1] تھی کتاب ایک | حوادث ہور وقائع تھے بھوتیک
کلیا بھوتیک تفحص دوستاں کن | کہ کچ نسخے مناسب ہوئیں اُناگن
کہ جے کچ علم کے نسخے لگیں ہات | کروں منظوم اس کوں فارسی سات
کہ جے کچ علم ہے مشغول مقبول | اسکوں واضح کروں میں نظم سوں بول
اگر خسرو نظامی کیاں کتاباں | جو ہات آویں کروں ہندوی شتاباں
سو کئی دن بعد منج کوں اک برادر | دینا یوسف زلیخاں عارت کر
سو کیتا ابتدا ہندوی زباں سوں | یہو چھند بند اُیم ہور صنعتاں سوں
ناتابع ہوں جو جامی کا کدھیں میں | روایت بن کہیں تابع کہیں نیں
جے کچ اس کا شعر ہوے سو لیاؤں | زیادت شاعری کی فن دکھاؤں
معانی ہور عبارت کی توفن | اَدِک لیاؤں جے کچ لیایا اچھے اُن
سو کچ باندھوں کوت پر زورات بل | جو دیسے سُست اس کا نظم اس تل
عرب الفاظ اس قصّے میں کم لیاؤں | نہ عربی فارسی بھوتیک میلاؤں
نہ بھوتیک زن تیئں لولاں کو توڑوں | عبارت کوں نہ تک سرپاؤں جوڑوں

---

[1] ہوی

جے کوئی شہہ کا مخالف ہو کر آوے
کپٹ اس کا اُسے مانی ٹھیلاوے

بھوتیک مان سوں دیگا دیا دان
کریں یہ مان منج شاعر نکٹ مان

نکت دانی سخن شاعر نکت میں
جو بولوں شعر دائم اس نکت میں

سنگاروں شعر میں شہ تئیں بہو رنگ
سنگارے شہ منج کسوت سوں ہر رنگ

قیامت لگ چلاوے شاہ کا ناؤں
قیامت لگ ہرے ناسو سنیت پاؤں

انبر صندوق میں ناماوے سو بخشے
شہانی کسوتاں کی منج بخشے

گنے یہ جائزہ سب یک اچھر کا
سخن ایسا ادھارے دان اچر کا

جہاں اس کی سخاوت کی نظر ہے
سبہ جگ جون مچھر کا ایک پر ہے

الٰہی جب کیتا اس جگ کا راج
سدا اس راج سوں کر جگ کا کلاج

پیدا شدن آدم پیغمبر علیہ السلام

بڑے تاریخ بولن ہار یو لے
کہ جب آدم کوں جیوں دے نین کھولے

دیکھالی اس سبہ اولاد اُس کی
ایسی صورت ستیں جے ہوے جسکی

صفاں سب انبیاں کیاں یک طرف کر
پیچھن اُن کے ولیاں نیکیاں کی صف کر

جماعت بادشاہاں کی دوجی دھر
کھڑے سب راج کیرا تاج دھر ہر

کھڑے ہیں صف یہ سارے خلایق — کہ جوں اُن ہر یکن کا ہوے لایق

جو آدم اُن سبھوں پر دِشٹ بھایا — تماشا ایک تو ہر یک تھے پایا

یکایک دِشٹ یوسف پر پڑی جائے — دیا یگ وہ سُبحانی سبھہ گن رائے

جو سارے جمع میں جوں سور دِپتا — سُورج اُس نور تھے جوں چاند چھپتا

عجب صورت سُہانی من بھولانی — فرشتیاں ہیں نہ اس صورت نشانی

لکھن منہہ پر کہ یہ بھہ راج رانے — خدا پیغمبری دے کر بھی مانے

عَلم ڈھالاں فرشتے لے کھڑے تب — پیچھن آگل کھڑے ہیں انبیاں سب

رہے بھوتیک عجب اس دیکھ آدم — لگے پوچھن عجب سیتیں کہ ہر دم

کہ یارب کس چمن کا پھول ہے یہ — نین پُتلی کسی ہو کر رہے یہ

لکھن دولت کیرا اس پر دیتا کیا — بڑای مان ہور لشکر دیتا کیا

جواب آیا کہ تج فرزند ہے یہ — سدا تج نین مہاں آنند ہے یہ

سُروپ اس روپ کوں یعقوب ہے پن — زمین مصر پر اُس ہے سنگاسن

ہوا فرمان آدم کوں کہ اب توں — سبھوں تھے حسن بھوتیک بخش اسکوں

جتا تج حسن سر جیا تج بُتاں تئیں — اسے دو بخش یک باقی سبھاں میں

سو آدم مہر سوں سینے لگا کر — چومیا تینوں پیشانی پر آدھر دھر

پرت پورت ستیں سنتوس سنگات
دعا کوی کیتا اس تیئیں اچاہات

دیتا دو بھاگ خوبی اُس پشانی
سبھوں کوں یک دیتا بانٹے سوانی

چلی اس بعد تھے جب نسل آدم
وجود ظاہری ستیں گھڑ دم

پچھن یعقوب کی نوبت جو آئی
کیا انپڑاں امانت خدائی

وہی اسحاق ابراہیم نندن
جو مرسل تھے خدا تھے خلق کوں دن

گنت تھے نیک چھلیاں باہر اس کوں
پُتا یوسف یکا دس پُترا اس کوں

ولے سکلیاں تھے یوسف پر پرت اُس
کہ تھا ات جیو بھولائی مورت اُس

جمال یوسف اس کوں نین اُجالا[1]
خیال یوسف اس کوں چیت بھالا[2]

رہیا دو سال ماں کی گود بھیتر
بڈھیا تب لاک ماں کا دود پی کر

چلی اتنے میں مایاں صد تاسف
رہیا دُو یتیم یک ہوے یوسف

جو دیکھا باپ اس موتی کیرا حال
بہن کی گود ستیں کر دیتا ڈھال

پھپھی کن پرورش جب پائے یوسف
چلن بولن لگت سب پائے یوسف

پھپھی یوں جیو پر توں سوں دیوانی
جو دو جا جیو اُس بن کو نہ جانے

---

[1] اُجالا [2] بھالا

جو سوئی سووتا اُس لاگ چھاتی
جو کھیلی کھیلتا اُس ہو سنگاتی

بھوتیک باپ بھی مشتاق اس کوں
اسے یوں دور راکھن شاق اس کوں

کہ اس کوں ناگمے کدمت دیکھن سات
منگے من جی گمانے دیکھ دن رات

بہن کو بولیا اے مائی من منت
رکھی یوسف کے حق توں مائی کا ونت

نہ یوسف کی برہ کا اب سکت منج
نہ جیون اس ہے بن اس دیکھت منج

بھیلی بھیج منج مندیر اُس کوں
نہ کر منج تھے کنارے بھیر اس کوں

بہن جب بھائی کا کھیّا سنی یوں
کیتے ظاہر کوں جوں بھائی کھیا تیوں

ولے بھتری بھتر حلہ تو کیتی
جو اس بدلیں بھیرا اس آن لیتی

کمربند ایک دھرتی تھی مبارک
جو اُس یک تار داری دھن گدز لگ

جو باندھیا تھا کمر اسحاق اس سات
سو وہ باندھی کمر یوسف ڈھٹی دھات

ولے یوں کچ چھُپا باندھی کمر بند
کہ سکلیاں تئیں کیتی گویا نظربند

جو اس حیلے سوں بھائی کن بھیجائی
کمربند وہ گیا کر شور لائی

دھنڈن لاگی بہرکیں کی کمر تھے
لگی سو دھال یوں کپڑیاں بھتر تھے

جو دھنڈتی دھنڈتی یوسف کن[1] جو آئی | کمر بند اس کمر تھے ڈھونڈیں پائی
تدھاں یوں حکم شرعی تھا انوں پاس | جو جن جس کا چرائے اس ہوئے داس
سو اس بھانے لے گئی یوسف کوں اپ گھر | جھوٹیں چوری ستیں بدنام کر کر
کہیں سب کوئی کہ عاشق ہوئے بدنام | سو اس کا عکس دیکھ یوسف کیرا کام
جو کئی دن اُس پرت تھے جیوتی تھی | سو آخر اس پرت میں جیو دیتی
پھر آ یعقوب یوسف کوں لے کر آئے | پھر ایا سب تھے مکھ اس سات جیو لائے
نہ کس فرزند کوں دیکھے نین کھول | رہیا یوسف کی صورت سات من بھول
نہ موہے کت دیکھت وہ روپ یعقوب | کہ تھا وہ روپ اس جگ ناں اروپ
خیال اس کا زلیخا سو دتیں ڈیٹ | بسیلا جیت میں پرت بینٹ[2]
جو جن دیسیں اسی موھیت ہوئیں کوئے | تو دیکھت نت کیوں موھیت نا ہوئے

در ولایت مغرب بادشاہ نام اوطیموس زلیخا دختر او بود

کہ مغرب کی زمیں پر ایک تھا راج | جو تھا طیموس نیکا نام اس کاج

---

[1] لفظ "تیہہ" مصرعے میں زائد ہے۔ [2] اصل مصرعے میں ایک لفظ چھوٹ گیا ہے۔

زلیخا نام یک بیٹی اُسے تھی — نہ جگ میں اس لکھن بیٹی کیسے تھی
سروپ اپروپ سرونگ انگ سنگار — مہا لکھی لکھن من منت الذکار
نہ اس سکار وپ کوئی سکے سرادن — نہ چتاری سکے چتر کھادن
ولے طبع آزمائی تو کروں میں — پھبے تتنا سرادن چت دھروں میں
سراون انپڑوں مرجھتے حیران لگ — سکوں یہ دیکھ کس اس کے لگے پگ
بسیالے ناگ سر کے بال کالے — گھنگر والے کنڈل آسان کھالے
جو عنبر کستوری چارا کھلادیں — پھولوں کیری پیٹاری میں چھپادیں
نہ بھیدے ناگ کا یس ین لڑکے کس — سو یہ سوناگ جو دیکھت چڑھے بس
عجیب وہ کیس ہندو سحر گر ہیں — جو پھریوں دو دیس دائم منبر ہیں
کبھیں جب آئے لے کردین کا بھیس — دکھاویں پھول تاریاں سار کا دیس
بدل کر بھیس جب آویں بدل ہوئے — سبھوں پر سات سب جگ انجھواں رو دے
کہیں زنجیر کیرے روپ سوں آئیں — جگت کو باولے کر قید میں لیائیں
کہیں اندکار کر آپس دیکھادیں — جگ اندھیاری تھے سُدھ بُدھ گنوائیں
کہیں دلیس جو لیکھے مشک آکار — پھولیں سب جگ لے کر باس مہکار
جو سلیم ہوے کر آپس دیکھالیں — نین تھے جگ موتی ڈھال ڈھالیں

دھنوئیں کے رنگ سیتی جب دیکھیں جگ | جھڑیں پانی نین تھے جوں دُھنواں لگ
جو بالوں مانہ دسیں مانک اجلی | جھمکتی ابریں تھے جوں کی بجلی
دسیں دونوں پیٹاں جوں مشک سطران | بیاض اُجلا سُہے وہ مانگ اُس پاں
بیٹھے اندھاری بن میں جیوڑے کی | سُہے سُنبل میں پھنکڑی کیوڑے کی
رین میں صبح کاذب جوں ہوا ہے | اندھارے مانہ امرت کا لوا ہے
دیکھت امول کستوری کیری داس | گیھونلا ناگ لیدیلے تیوں پاس
پیشانی چاند آدھا نور ادک ہوئے | جو دسیں اُس تلیں چندر توے دوئے
انوں دو چاند بھیتر دو نکھٹ کر | نہ کھن پر چاند تارے اس نکٹ کر
پیشانی نور بیجل کی پٹی کر | لکھی ظلمات سوں دونوں اہی پر
انوں دونوں مینن دو صاد نیکے | سو یہ خوش خط قلم قدرت سوں لیکھے
پیشانی نور کا منبر سُٹھن بار | جو اس میں دو دسیں محراب اندکار
ہر یک محراب میں دیوے جگائے | دلے محراب نور اس تھے بھی پائے
رسہے وہ ناک میانے موکھ کے یوں | بنی انگلی ہمن چند دو کیئے جوں
ادہر دو لال جوں مرجان جوتی | دسیں بتیس ۳۲ نیکے ڈھال موتی
دہن موتی ادھر چشماں جل امریت | دیکھو چشمے مینن موتی نوی ریت

دسن ہنستے ادھر میں تھے دسیں یوں — کلی جا سوں ہیں موتیاں کی بھرے جیوں

کمل کی پھنکڑی ہے جیب آمول — جو لیا وئے بار امرت باس کے پھول

کمل کی پھنکڑی جا سوں ہیں دیکھ — جو اس پھنکڑی تھے نیکے ہوں بہوتیک

نیکے دو گال روشن آرسیاں دوئے — جو اُن کی چھاوں پر چندر سورج ہوئے

کھلیا ہنس مکھ چمن پھولوں رنگا رنگ — دکھیت یک دسٹ پھولیں نین یہ رنگ

دسیں اس مکھ اُپر وہ تل جو کالی — رہے حبشی بچی بن کی نہالی

کوندن کی گیند ٹھڈی پنہہ کے میدان — ہلا اس تا سکے دو زلف چوگان

دسیں موتیاں کیریاں سینیاں سو دو کان — عجب سیپیاں جو ہے دونوں رتن کھان

کھڑی گردن چندن کوندن گلا کر — گلا کنٹھے کنٹھے کو کل کلا کر

دسے خوش صحن سینا صاف کوثر — پڑے دو بڑ بڑے نورانی اُس پر

گھڑیاں کا غور کیاں جھنڈوں گھڑیاں سو — رکھے اُن پر بجھاڑے مشک کے دو

بھرے مدرس کی دو نارنگ دیٹھے — بھنور کب نا اُٹھے بھل کر جو بیٹھے

چندن کا دو کہ لیا یا بار انار — جو اس دو بانہہ دو ڈالیا سُہن ہار

نیکے پھانٹے سو کونلیاں انگلیاں جیوں — نکہ اس پر لال تازیاں کونپلیاں جیوں

تنک پتلی کمر جوں بال آدھاک — جو آت اُس نازکی تھے باد کا دھاک

ولے ٹانگے کنک پر جب اُسے دوئی ۔۔۔ عجب ایسا نہ دیٹھا ہو ویسے کوئی

ادک آمرت نرمل پیٹ آچھا ۔۔۔ پڑیا جن ناف کی بھنوری نہ یانچا

ولے اب ناف تھے زانوں کی حد تئیں ۔۔۔ نہ کچ ایسا نہ ویسا کر کھوں ہیں

وہاں لگ بھی اندیشے کو نہیں ٹھار ۔۔۔ نہ اس عصمت کیرے دربار کس یار

جو ساقیاں دو دسیں نرمل امولک ۔۔۔ کیتے گھر حُسن کا یہ تھانب ڈوُرک

پنجے نازک جو ریشم کے کھرے ہیں ۔۔۔ پتر کوندن اُپر جانو مڑے ہیں

نجانو سار تلوے کیوں چھپیا جائے ۔۔۔ جو انپڑے جک یون اِسو اُس کملائے

جو بھارن سات آہستہ چلے چال ۔۔۔ برک جون مند مارت تھے ڈھلے ڈھال

نہ سکوں اُس زرینے کی خبر تول ۔۔۔ گنوانرے رائے کی دھن پر تیان تول

زرینے تھے سنگار اس تھے چڑے جب ۔۔۔ زرینے سوں نہ اُس حاجت پڑے کب

بھر نت اسکے انگن اینٹیاں سُنے سوں ۔۔۔ تماشں اعلیٰ لجپانا اس تنھی کوں

زرینے دھات دھات اسکوں نیتے جو ۔۔۔ نہ کوئی اُس گن سکے نا کوئی سکے دھو

جو سر تھے پاؤں لگ بینی زرینا ۔۔۔ جگ آمن مول یک مانک کمینا

رتن مانک ستیں موتیاں میں ڈوب ۔۔۔ لٹکتی مُھور جوں بہہ رنگ ابروپ

بھری غسل معین کسوت رنگا رنگ ۔۔۔ دوبارہ ایک کسوت نا کرے انگ

حبشنیاں، ترکنیاں ہور ہندوانیاں ‏ سلکھن دو اسیاں بلکے ملک کیاں

سو اُس رانی کی خدمت سوں کلکتیاں ‏ کریں سیوا سیو ے کا اُن ھلکتیاں

نپیھی سن کیاں وزیراں کیاں کنواریاں ‏ اسے ڈنڈوت کرن آویں سنواریاں

کریں بھوتیک خوشامد چاپلوسی ‏ جو مت ہوئے میسر پانے بوسی

زلیخا ہور ہم سن کیاں سہیلیاں ‏ گڑیاں کھیلیں گڑیاں ہو کر چھبیلیاں

نہ اس کے دل اُپر کچ عشق کا بھار ‏ مدن من مت کوں اس من میں نہ تھا ٹھار

رین بیتائی نرگس سار ہو کر ‏ گما دے دیس کھیلیاں بھول ہو کر

اسکوں کھیلن ستے نس دن نہ سوجے ‏ نہ پر تو چھاؤں نازک ناؤں پوچھے

اینوں چاؤں سوں اس دن رات جاوے ‏ سکیاں سوں کھیل بن اس یاد ناوے

سو اُس ستیں فلک بیتھ کھیل کھیلا ‏ جو اُس اوچیت مدن دن ہان ہٹھیلیا

زلیخا در خواب یوسف را دید و بر صورت او عشق بستہ مبتلا شد

بہو لکھن سُلکھن رین فیروز ‏ ادک سکھ دیوے جوں روز نوروز

موں کا میسر آدھی جوں جوانی ‏ مدن موہن لپوتاں کا گت سمانے

جو را ہے سبھہ باجت تھطبل ڈھول ‏ نہ رہیا کوئی نکھیتر بن نین کھول

زلیخا بھی حریری سیج سج کر — کدم پر مل گلا رگڑے سو پھول بھر

شریر اس کا جو پھولوں راس سارا — کیتے اُس راس تئیں وہ سیج ٹھارا

رہے بالوں تھے بالش مشک میں ڈوب — دیسے نقش انگ ریشم ہور پھول چوب

نیندالے نین موندے نیند بھر سوے — وے من درشٹ باندھن نا سکے کوئی

جو ادچت یک مدن موہن پڑیا دِشت — لِکا یک آئے کر آ گل کھڑا اینٹ

جو سر تھے پاؤں لگ نرمل نچھل نور — چھپے اس چھاؤں اُجالا دیکھ ابر سور

سرگ اُس مکھ تھے مانگے خوی کا نم — جو اُس نم تھے آپیں تازا رہے جم

لٹکتی زلف جوں زنجیر یک لگ — جو باندھیں سُدبُد کے ہات ہور پیر

جو دوسیں دوئے رخ دو زلف دو گال — دسیں دو رین ہور دو دیس یک حال

دِسیے تِل مکھ کا جوں باغ میں زاغ — کیا پھول پر سُہاوں مشک کا داغ

لٹکتی لٹ چھبیلی مُکھ پر یوں — جھیلا ناگ کھیلے دھن اُپر جوں

نیندالے نین ات نیند دن اندے — جو بن مدیان متوالے کھلیندے

جتے کوئی وہ دو نین دیکھے نین سوں — رہیے بن مدماتی ہو مدن سُوں

کلے دونوں کلے نا بات کے ہوئے — شکر باری سو امرت سکے اُدھر دوئے

منتر تے عشق کے منتر شکر پر — لب اُس کے آپ منتر تے سو شکر

دریلا جے چھٹک اس ہونٹ کی یاد ے / تو کھارا ہے سو شہد امریت ہوئے

سُرگ کا ناگ اس لب کی لہو لگ / شہد ہور مدسوں تد پورسے ابد لگ

کھلیا ہنس مکھ دسیں لب مسکتے جم / جو بولے من منیں اَمرت سُٹے جم

قد اس کا عشق کے مندر تئیں تھانب / پڑے فتنے کوں اُچا کر رکھے تھانب

سبہہ کوئی دانت ستیں گانٹھ کھولنت / سو نیہہ کی گانٹھ گھالے من میں وہ دشت

جو یک یگ ڈھال چالی سوں چلی چال / دھرے جن دشٹ کھولے آپنا حال

چلی وہ نور کیرا سرو جس ٹھاول / رہے سب جگ کے جیو اس سات جوں چھاؤں پاول

بنیادم میں نہ اس روپیاں دیکھیا کوئے / فرشتیاں میں نئیں اس صورت انپڑ ہوئے

زلیخا جو دیکھی وہ روپ اپروپ / اُسی یک دشٹ نیہہ سمدور رہی ڈوب

اُٹھیا بھڑکا پرت کا من منیں تھے / جے کچ دیکھی دیکھی اس دیکھنے تھے

جو وہ سروے رواں دیکھی نین بھر / رواں کیتے نین دو کالوے کر

چمن جیت میں محبت رکھ لائی / پٹی من ماں موہ اچھر لکھائی

کمل آکار ہر دا اُس لٹ کوں لڑ جائے / کیتے قرباں کالج اُس بھواں جائے

رہے اُس زلف تھے سنجر سرگ مان / جو اس کوں اُس سُرگ تھے پھر چھپکناں

دیکھی وہ نین باندھی نین سب تھے / نہ کھولے باج انجھو تیں تب تھے

دیکھی وہ جگ دیا دن مکھ کا دیو — سٹی پروانہ کر اُس جوت پر جیو

دیکھت جوں چاند آدھا وہ پیشانی — رکھے جوں چاند اپ گھٹ تئیں نشانی

دیکھ اسکے ہات جیوتھے ہات دھوئے — دیکھ اسکے پاؤں تل سر پاؤں ہوئے

اُجال اسکا دِک سورج تھے دیٹھے — سورج کو دیکھ شرک ہوئے بیٹھے

رکھے وہ روپ جیؤ میں جیؤ کر مان — پرم پیالے لیسے مینور مد مان

خواب دوم زلیخا یوسف را دیده مطلق عاشق شد

جو کالا کاگ رنس پرواز کرتا — خروس صبح کی آواز دیتا

بھنور بن ماں بہہ چٹکارے اچھائے — صبا کی اوس پھولوں مکھ دھلائے

کمل کھیت دیکھت آدت کمل میت — سپن والے اُٹھے سب جیوں چلی ریت

زلیخا پاس سب سیوک داسیاں سب — اتا ول اُو بھیاں جے پگ چمے کب

سکیاں مل کھیلتیاں حاضر ہویاں سب — اٹھے مشتاق بیٹھیاں جے اٹھے کب

کھڑی کوی ہات لے طشت آفتاوا — کھڑی کوئی لے وہاں آچھا سہاوا

کھڑیاں سب آپنی اپنی ویلی جان — جے کوئی جس کام کی اس کام کی دھیان

جو اتنے میں زلیخا ات انندی — مدن مدہان کی ماتی کھلندی

نین کھول دشٹ دکھ دیکھی نظر کر ۔ نہ پائی رات کا دیکھی سو دلبر
بھرا دو نین حسرت سات موندی ۔ نیٹ وہ روپ اب من مان گوندی
رکھن من گھٹ کرن پرگت اٹالا ۔ سنبھالی دھیر ہو من کا اُلالا
کلی جوں داغ سینے میں چھپالی ۔ برانی دشٹ مکہ تازا دکھالی
سہلیاں سات مل بولی میٹھے بول ۔ گھٹی بھتری بھیتر سو یرہ بس گھول
نظر ظاہر دھرے اغیار کے رخ ۔ ولے دل تو دھرے جم یار کے رخ
نہ کوئی محرم جو اُس کن راز بولے ۔ نہ کوئی اُس کن جو گھٹ اُس پاس کھولے
ہزاراں بار جیو ہو نٹاں منیں آئے ۔ کہ کب ہوئے گا جو یہ دکھ دسیں سر جائے
کب آوے رین جو اَن گٹ سمانی ۔ جو دکھ بیتوں اپی آپ میں نہانی
جو نس ہوئی کاند کو دن مو کھ کرکر ۔ لگی بھو تیک بیٹھن دو کھ بھر بھر
انجھو ڈھالن لگے اُسواس بہہ بہہ ۔ اُبال اپنا بھر دی دو کھ کہہ کہہ
سروپ اپروپ اپنے مت کی صورت ۔ نین سامن بٹھالی من میں پورت
کرن لاگی کر ملانا اس کے سنگات ۔ رتن بیٹھن لگے نینوں ادھر سات
کہی اچھے رتن کس کھان کا توں ۔ رتن بیٹوں سو تج تجھے دکھینا توں
دیتا دکھ ہور نام اپنا نہ بولیا ۔ لیتا چیت ہور مقام اپنا نہ بولیا

نہ ہوئے منج سارات جگ کو بی گرفتار　　نہ منج دل تھار نا منج تھار دلدار

سپن میں دیکھ تج کھوئی سین نین　　تپن لاگی تیرے تیئں دیس ہور رین

کدھاں لگ یوں گمے گا سو نہ بوجھوں　　بھلی تس جے نہ بوجھوں کیوں نہ کوجھوں

سہوں کب لاگ من میں دکھ بھرکے　　جو توں اس آگ پر پانی نہ چھڑکے

کھلیں سو پھول میں بن جاؤ کیرا　　دیتا توں باؤ پر سب جاؤ میرا

بیٹھاتی رین سگلی ات جھنڈوں سات　　دکدیوں بیٹھی پیو روپ سنگات

اذیاں جب ہوئی لیٹی سیج پر سج　　نہ دیسن دی کسے وہ بین یک وج

ایوں جھنڈوں گماوے دیس ہور رات　　نہ بولی لاج کر کس سات یہ بات

(ن)
زلیخا در عشق چنا مبتلا شد خود را فراموش کرد

نیہ کی جیسے مارے مدن بان　　ودھن اوپ وہاں چلیے نہ کر جان

درونا جب کرے وہ تیر خسدیر　　نشاں اس ہوے کیتے دھات باہیر

جو ڈھاپنے مشک کوں کیتے پدر کر　　جو مہکن باس پرگٹ دیئے بھر کر

زلیخا عشق کوں ڈھانکن رکھیں بھاے　　ولے اپنیاں نشانیاں عشق دکھلائے

کدھیں دو نین دو کھوں نیر پیٹے　　کبھیں کالج رکت باہیر پیٹے

ینچا جیب سوں یہ گھونٹ نہ کھولی ۔۔۔ ولے عشق آگ کی جیبیاں سوں بولی

ٹی کھانا پینا تمتل لگی رون ۔۔۔ شرر اس کا گلیا پانی میں جوں لون

بھا جا سوں ترار تنگ سورنگ ۔۔۔ رہیا جا سوں وہ جل ہوئے کورنگ

لگاتیاں ہور سکیاں یہ حال دیٹھیاں ۔۔۔ بچارن آپ میں آپ ماں بیٹھیاں

ین لاگیاں کہ یہ حالت عجب ہے ۔۔۔ نہ بوجھے کوئی اس کا کیا سبب ہے

ن بھوتیک گماناں سوں کہی کی ۔۔۔ اسے شاید نظر لاگی کسی کی

ں کوئی یہ جھڑپ بت پری کی ۔۔۔ کوی آکھی یہ نشانی سحر کی

ں کوئی یوں کہ یہ آثار ینہ کی ۔۔۔ جے کچ یہ چیشٹی سکلی برہ کی

لے جاگت نہ دیٹھے کس نین سات ۔۔۔ مگر دیٹھے کسی کوں سوتیں رات

ں میں ایک تھی شائستہ رائی ۔۔۔ جو منتر دعوتاں سب آزمائی

تب عاشقی سب بوجتی سو ۔۔۔ کدھیں عاشق کدھیں معشوق تھی سو

اون سنگ موہن سات موہت ۔۔۔ امر ساہیں کوں بھی کر دیوانی میت

یک رات آئی کیتے پاؤں بوسی ۔۔۔ کیتی بھوتیک خوشامد چاپلوسی

یں کہی سر اون سوں اسرار داد ۔۔۔ دلائی خدمتیاں اپنیاں اسے یاد

یں مکھ تیرا ریٹھی سو میں ہوں ۔۔۔ تجے سیتے لگا لیتی سو میں ہوں

جو نالا کاٹ کر گاڑی سو میں ہوں ‏ ‏ ‏ ایس تج پر ادک واری سو میں ہوں

ترے تیئں رات کر کر نیند ماری ‏ ‏ ‏ صبا کھڑ اٹھی ہور تج سنگاری

جہاں ہنڈی ہنڈی تج کو دلی کر ‏ ‏ ‏ بڈھائی تج اپنا دود دے کر

جو توں پھول ڈال اب ہوی سرو گن ‏ ‏ ‏ اجھوں چھوڑی نہ ہٹ تھے تج دامن

جہاں تو جائے مٹکن سرو ہو کر ‏ ‏ ‏ رہوں جوں چھاوں ہو تیرے برابر

جہاں بیٹھی تہاں سیوک کھڑی ہوں ‏ ‏ ‏ جو توں سووے تیرے پگ تل پڑی ہوں

ولے توں کی منجے یوں دور دھرتی ‏ ‏ ‏ جو منج تھے گٹ تیرا مستور رکھتی

نیکے گلال نخشارے پھیکے کی ‏ ‏ ‏ نین متوالے یوں گیلے رہے کی

سورج توں جوں جیندا تج یہ گھٹن گت ‏ ‏ ‏ ہنسیں یک ریت سوں یک تل ترا چت

نہ کھاوے آن نہ پیوے نیر نہ مل ‏ ‏ ‏ سو ضائع ہووے رکت ہور ماس گل گل

اجھوں کیتا چھپاوئے آپنا حال ‏ ‏ ‏ نہ ہووے یوں کوئی آپین آپنا کال

یقین جانو کہ ہووے توں پرکھ روپ ‏ ‏ ‏ جے کچ ہوئے سو منج سوں کہہ نہ رہ چپ

اگر ہوئے فرشتا آسماں پر ‏ ‏ ‏ جو ہوئے نور سوں سرجیا سراسر

دعا تسبیح ایسا کچ پڑ دل میں ‏ ‏ ‏ جو آٹھواں آسماں تھے اُس دھرت تیئں

اگر جو گھات ڈونگریں پڑے ہوئے ‏ ‏ ‏ تو میرے ہات بھی کچ ساحری ہوے

کردن اس تئیں منتر ایسے مہابل — جو تیشے کھال کر آنوں تج آگل

اگر ہووے آدمی کی جنس کا کوے — تو اس تج سوں ملانے بار نا ہوئے

کن ایسا ہوئے جو تج کوں نہ مانگے — سنے تج ناؤں جن دل کیوں نہ ٹانگے

زلیخا جوں دیکھی یہ مہربانی — ہوی اس کی بیتا دلی کوں پشانی

بغیر سچ بولنے بہتر نہ جانی — سبہہ تھے سچ کوں بہتر کر پچھانی

انجھو بیٹن لگے دکھ سات بھوتیک — کہی اے مہرباں مائی منجے دیک

سر کہ تلتل ہووے منج رونا گلے کانٹ — نہ سکوں بول جے توں دکھ لیوے باٹ

کہن لوڑوں ولے کہہ نہ سکوں میں — تجے منجے تھے جدا کرنا دیکھوں میں

عجب مشکل کھڑیا ہے کام میرا — نہ ہوئے تدبیر اس کا کام تیرا

ہوا یہ جیو ایسے کا گرفتار — کہ اس کوں کوی نہ پاوے سیمرغ سا

جگت میں ناؤں توں سیمرغ کا لیں — اسی کا روپ کر لکھیا دکھا لیں

ولے اس کا نہیں ناؤں نشانی — جو دکھلا روپ منج کیتا دیوانی

اگر منج سات اپنا ناؤں کہتا — تو میری جیب پردہ ناوں رہتا

جو کرڑا ہور ہیا جیو بن سنگاتی — سو لے وہ ناؤں کچ میٹھائی پاتی

جو بولی کھول دائی سات احوال — بچاری دائی ہوی حیران بد حال

کہ نا چلتی ایہاں تدبیر کس کی — مگر اس کی جو یہ تقدیر جس کی
جو سب تدبیر تھے عاجز رہی دائی — نصیحت پند کہنے سات پیش آئی
کہن لاگی سپن کی دھات دسیں — سپن سچ مان کوئی یوں جیو نہ بیس
سپن میں دیو بھی دیسے نظر تل — دیکھا دیں روپ اپنا ات اچکل
دائی کی روپ کوں سچ کر بیتا وین — ڈریں دیکھیں سچ روپا ان کا ڈر آویں
دیا ہے تج بھوتیک بوج دِیا — نہ باندھ ایسے خیالوں سات جیا
بتر یہ سُن لگی تر خُن زلیخا — لگی زاری ستیں بولن زلیخا
کہ لکھ دیو ہور پریاں قربان اس پر — سُرگ کیاں اچھریاں قربان اس پر
کہاں دیو پریاں وہ مکہ دکھا دیں — فرشتے نور کے جس مُکھ سرا دیں
میلیا جیو ہور رہیا وہ روپ من میں — دیسے تلتل سنجر اس دو نین میں
نہ اب بھاتا میرا جو اُس بسارُوں — نہ اوے برہ کیوں یو دکھ نوارُوں
کسی دھاتوں چتر مٹیا نہ جاوے — تو اس پر جل بھی یا باو آوے
منج اس کا دھیان بھریا اشٹ دکھ تھے — ہوی اگیاں جو میں گیان ادک تھے
جو اُس یوں عشق میں محکم دیکھی دائی — رہی عاجز نصیحت تھے بھی وازآئی
کہی اے وار تا جا باپ کے کان — ہوا اُس باپ بھی بھوتیک پریشان

ولے جب نا دیکھیا تدبیر کچ دھات کیا تسلیم جب تقدیر کے سات

زلیخا عاشق چناں شد کہ شرم از خلق نداشت

چنگا جس سینے منزل کرے عشق سبھہ سنسار تھا غافل کرے عشق

نہ پوچھے اس جو کالیج ہوے تکڑے نہ میچھنے سے ڈرے نا پند بکھڑے

شرم گن کا اگر خطرا اکدہیں آئی تو جوں چکنے گھڑے پو نیر ڈھل جائے

زلیخا یک برس کو جی اپنوں کھیند یہم چندا جو تھی سو ہوئی نوا چند

جو یک نس چاند پہلی سار خم کر دکھائی نین تھے نیکی نکھتر

لگی زاری کرن دل کی دُگد تھے کہ منج برباد کر باہیر جد تھے

نہ ہوئے کوئی جگ منے منج سار دُگدے جلوں دکھ اگ ہو سر لاگ پگ تھے

نہ سوتے نین سوتے بخت لیلئے جو دیکھت یک سپن سو دن نہ پائے

ستی بختاں سوں جاگ اس پل نہ بیٹھی نین جاگن تھے سوتی بھی نہ بیٹھی

بخیلی بخت کی کیتا کروں عرض جو سو دن جلکھ نہ دیوے نین کوں قرض

کرمت بھی سوے کر دیکھوں وہی روپ جو پوچھوں حال اپنا لیوؤں نیر و پ

پہاڑ یک لاکھ گذرانے اپنوں بین جو اتنے مال اودکی نیند بھر نین

نہ کھیا جائے جو اس نیند آئے — مدن مد لہر سوں بھی سُد گنوائے

جو سو دن سیج پر اینوں نہ لیٹی — بھُلی جس روپ سو رہی روپ دیٹھی

پڑی جا دوڑ کر اس کے چرن پر — لگی پوچھن اُسے بہوتیک سرن کر

کہ منج جیو کا جیون ہوا سو — میرا جیون پون ادپر دیا سو

لگایا آگ میرے ناؤں ننگ کوں — کو رنگ کیتا منجے اپنے سو رنگ کوں

بھرے تج باج کانٹیاں سوں نین سب — انگاراں سوں بھرے سو دن سین سب

جو نینوں ماں سب کانٹے بھرے گئیں — سو کیوں وہ نیں سکھ کی نیند سوئیں

سین میں جیں پھولوں کی ٹھار انگار — سو کیوں نا تلملی اس پر چلنہار

تجھے سوں اس خدا کی ذات کیری — جو سرجیا نور ستیں ذات تیری

جو بخشیا روشنی تج موکھ کی دیو — کیتا اس جوت پروانہ میرا جیو

سرگ سرکیں تج دیتا سرگ باند — جو منج کوں سیرایا اس سرگ باند

میرے تن کوں کیتا تیری کمر سار — جو دیسیں پیرہن میں جو تنگ تار

کہ دیکھت دکھ میرا کر مہربانی — منج کہہ آپنا ناؤں ہور نشانی

اُدک گگن چاند توں کس برج میں ہے — رتن امول توں کس دُرج میں ہے

دیتا اُتر کہ نیں ہوں آدمی نژاد — میلا سر جیا اُدک ماٹی اگن باد

جو توں تحقیق میری ہوئے عاشق ۔ نگہ رکھ حق وفا کا جوں کہ لائق
نکر جوڑا یکیں رہ میرے تئیں ۔ یکیلی یاد کا دکھ سہہ میرے تئیں
دسن کس کے نہ لاگن دے ادھر پر ۔ ادھر کس کے نہ کاٹ اپنے دسن کر
امانت ست میری ہوئے کر رہ ۔ سبہہ تھے منج بن دل دھوئے کر رہ
جو ہے میرا پرت تج چیت سیورن ۔ نہ تو جانے کہ فارغ ہے مرا من
میرا من بھی جلے تج عشق اگن سات ۔ تیرے تئیں میں بھی راضی جیو سنگات
زلیخا جوں دیکھی یو مہربانی ۔ سنی سائیں تھے یہ شیریں زبانی
اٹھی سد کھو یکا یک یہ سپن دیک ۔ براہ آکر نیٹ اٹیا یکایک
ہوی جوں او چیٹی اچھت چڑ چھات ۔ دیتی سدبد شرم ہور قید سرلات
ہوا سو لاک سے سودا جو تھا اس ۔ نہ اب بازار میں نکلن حیا اُس
کیتے جوں پھول پھنکڑیاں پھاڑ کپڑے ۔ نہ یک تل بات یک ٹھیرن نہ پکڑے
کدھیں اس مکہ کے دھیانوں مکھ دیتچے ۔ کبھیں اس کیں یادوں کیں لوچے
جو سینا تنگ ہوے برہ دکھ پور ۔ منگی کھجوائی کر سینا کرن چور
کبھیں اڑ ادی اس ننگی تھے ننگ آئی ۔ کبھیں لیوے پتھر سر کوٹ لی جائے
سہگاتیاں سب جو ایسا حال دیکھیاں ۔ کھلا جوں چاند کوں جو پھیر بیٹھیاں

جو اس حلقے منے چک سند پاوے | تو جوں حلقے منیں تھے تیرے دھاوے

جو کوئی چھوڑ کر دیتی اُسے چک | تو کرتی پر گلیاں جانے کے رخ لکھ

بچارا باپ کچ تدبیر کارن | لگیا سُکیاں لوکاں سوں بچارن

دھونڈے تدبیر بھو تیک باج تقصیر | نہ پائے باج پھری کچ تدبیر

کھرے کوندن سوں ہنچیاں کا سینولا | کیتے رنگ رنگ جوں ہٹکے رتن لالا

سلایاں ہیم کیاں وہ دو کلایاں | کندن تل رہیا سانپ اس سلایاں

مدن مورت زلیخا تھی مدن دھن | چلیا ہے جگ میں دھن پر سانپ بیلن

جو دو مکھ سانپ دیٹھے سات سو دھن | لگی نینوں تھے انجھو ڈھال بولن

کہ بس تھا تج دل پر عشق کا بند | کہ کا ہے دند کر کیتے دو جا بند

کبھیں روئے آپ من کی بند بدلیں | کبھیں ہلکے پرن کی بند بدلیں

کبھیں چکھ سُد جو آوے دکھ کیرے یاد | کبھیں سُد بد نپٹ ہو جائے برباد

کبھیں ہنستی میلا وا یاد کر کر | کبھیں روتی بچھوہا یاد کر کر

کبھیں پیو[1] سات بولن من منے لیائے | آپس میں آپ بھو دھاتوں سوں بورائی

---

[1] پیلو

دکاری باولی ہو کر اینوں بھیس　　بتھائی[۱] جیو تے مرتے برس دیس

زلیخا یک شب بسیار بے ہوش شد از صورت سخن کرد

بھوگن عشق کے بولیا نہ جاوے　　کہ قلقل ماں کیتے رنگ لیاوے

کبھیں ہُشیار کوں سُدبد چھپاوے　　دکاری کوں کدھیں بُدونت کراوے

زلیخا یک رین بیہوش ہی جر　　نین برسانے لاگی میھو ابر

کیتے مقنع مرقع کھول دی کیس　　دکھوں ماٹی اڑا لیون لگی سیس

بچھاڑی کھائی لاگی سر پچھاڑن　　رگڑ مکھ دھرت لاگی بال اُپاڑن

لگی سائیں ستیں دکھ بیں بولن　　کروں قربان تج پر جیو ہور تن

دیتا غم ہور غمخواری نہ کیتا　　لیتا دل ہور دلداری نہ دیتا

نہ بوجھوں ناؤں تیرا جے کروں ورد　　نہ پاؤں ٹھاؤں تیرا جے پھروں گرد

تیرے تئیں باولی ہو بند سوسوں　　کیتے دندیاں کے مٹھے بند سوسوں

جتے کوئی رہے بیزار منج تھے　　سگے سو درد ھریا سب عار منج

۱؎ بھپائی

کیا کاڑی برہ بھبڑکا جلاوے | میلا وا نیر دے کی نا بجھاوے

جو اتنے میں یکایک نیند اڑ آئی | دیکھی اس جب تھے نیند اپنی گنوائی

لیتی جا دوڑ داون ہات اپنے | بھری مانیک نینوں سات اپنے

للاٹی دوئی پکڑ مایں سوں رگڑ کر | انگوٹھے دوئی داتاں سوں پکڑ کر

کیتی بنتی کہ اے میرے گسائیں | توہی تن ماں کچ تج باج ناہیں

ہیا میں توں جدھاں تھے ٹھاون کیتا | نہ صبر و عقل کو ٹیک ٹھاون دیتا

جو من مندھ سیر کیتا آپ راہن | نہ عار آدے سو کیوں پڑا اگ باہن

تجھے سوں ہے اسی کرتار کیری | جو کیتا منج موھن کار تیری

کہ کہہ منج سات نکا ناؤں تیرا | بجھادے منج ست سوں ٹھاؤں تیرا

لکھیا میں مصر کے راجے کیرا راج | حکومت سوں چلاون ہار ہوں ساج

عزیز مصر کر منج آکھتے سب | عزیزی تھے منجے بھودھا کتے سب

زمین مصر ہے ٹھاوں سو میرا | جو ہے وہ تخت گہ اس راج کیرا

زلیخا جو دھنی تھے یہ خبر پائی | سو پھر اُس بے خبر کیری خبر آئی

چھُٹی سائیں کیری بیگانگی تھے | اٹھی ہوشیار ہو دیوانگی تھے

لکھن کملائے سو مکھ پر جو آیا | کہ جو مردہ پرانا جیو پایا

بلا کر داسیاں کوں خوش خبر دی | خبر خوش باپ کن بھی بھیج کر دی
مہاں سنتو کستیں باپ آیا | اتی چاؤں سیتی سینے لگایا
سو بھیری طور کیتا شاد اس کوں | کیتا اُس بند تھے آزاد اس کوں
جیرن رکھڑیاں سنگاتیاں سیں لوین | پگوں نیچے دھرے کوندن سنگاسن
بھجہ کنبھیر سبز وانیاں گنائے | خوشی کے جشن کر شادیاں گوائے
زلیخا کوں بڑی یہ آس آدھار | کہ سائیں کی نشانی پائی ہور ٹھار
کہ جس بوجھیں تسے دھندیاں پائی جاوے | جلیسے بوجھیں نہ تس کوئی کیوں دھنداوے
برہ بس بیوتی کرڈا جو ہوئی جیو | جو میٹھا ناؤں لیوے آپنا پیو
سکیاں مل بیٹھیاں سوں جب کرے بات | اچاوے مصر کیری بات ہر دھات
عزیز مصر کا احوال پوچھے | ور اس اُس بات اپنے ہونٹ موچھے

زلیخا از بیہوشی ہشیار شد پدر دختر خود را نزد طلب کردہ پرسید

زلیخا گرچہ ڈالی آگ بیرت | بھریا جگ اس سہاداں دیپ کیرت
جینوں سنتی خبر اس روپ کیری | لبد جیت راکھتے بیرت گھنیری
بہو بھو پال راجے راج پتر | سوینہ اس کی سپورن تھے من انتر

سبہ وہ راے بھیجے رائے بھاری — زلیخا تئیں یہ رسم خواستگاری

زلیخا پھیر کر ہشیار ہوئی جب — کیتے راجان کی حاجت آئی تھی تب

کیتے تحفے رنگارنگ ہات لیکر — کیتے ملکاں کے وعدے ساتھ لیکر

کہ اس کا من کول جسکے تیئں قبولیں — یو سارے ملک اُس فرمان تل دیں

سنگاسن تاج کی رانی سو یہ ہوئی — ہمارے راج کی بانی سو یہ ہوئی

زلیخا کے جنگ ستیں وہ سارے — اینوں دھاتوں نکٹ بھاون بچارے

جنگ یہ بول سن اس کام کارن — بلایا پاس بیٹی کو بچارن

کہیا اے لاڈلی جیو کی پیاری — ہمارا یاں کو تیرا نیہہ بھاری

پیتے تج تھے سبہ پیرم پیالے — سو اُس مد کا نشانی کر بھالے

تیرے کارن یہ رسم خواستگاری — سو بھیجے ہیں بہت سوں رائے بھاری

کہیا سب تیہاں کا حال اس کھول — کہ اب توں جس قبولے کھول کر بول

زلیخا سو سنی جس آس سنگات — کہ بہت کچ آپنی ہمت کی کہی بات

سو آخر یوں ہوا ظاہر کہ کوئے — عزیز مصر کا بھیجا نہ ہوئے

سنائی باپ کو سب حال اپنا — کہ اس بن کوئی نہ ہووے لال اپنا

بہوتیک خلعتاں دے حاجتاں کوں — چلایا عذر خواہی کر زباں سوں

شاہ طیموس حاجب خود بہ مصر فرستاد

اندیشا فکر ایسے باپ بہ جیوں — کہ اپنا ایک حاجب مصر بھیجیں
قرار اس فکر پر دے کر بہو دھات — دیتا تحفے کتابت اسکے سنگات
جو گذرانے عزیز مصر کے پاس — کہ مت اس سے زلیخا پائے تن آس
عزیز مصر کوں انپڑیا جو ہیتر — دھریا یو چاؤ ستیں سیس اوپر
پتر پر دیک ہوا واقف کہ وہ راج — اپی آپ ہو لکھیا بیٹی دیون کاج
جو اس بیٹی کے عاشق راے سارے — بہو پڑے توں منگت ناپاے سارے
خبر جب یو عزیز مصر پایا — ہس تھے آسماں کوں سیس لایا
لکھیا اس کا پرت منج کوں سدا تھا — کہ کیرت اس کیری بہو تیک سنیا تھا
بھلے منج کیا مجال اس مانگنے کوں — کہ میں بندا کمینہ شاہ کا ہوں
ولیکن حکم شاہاں پر نہیں کس — کہ وے آپیں نوازے بھائی ہو تس
جو منج توں بھی نوازے دور کیا ہے — کہ ذرے کو سورج جھمکا دتا ہے
پڑی سو دھول کوں بارا اڑا کر — عجب کیا ہے اگر انپڑا اسے انبر
اگر اس شہہ کی داسی آئے منج لگ — نین دو سات کر ڈوں اس کیرے پگ

کنواری رائے کی جب منج مانی — تو میں ہول سیوک اُس وہ منج رانی
جے کچ فرمان اس کا ہوسے سُن لیوں — جو اس فرمان برداری میں سر دیوں
اگر وہ جیو مانگے جیو واروں — جو مانگے سیس اسی تل کاٹ اُتاروں
جو اُس سور لگ مکھ پر دست گھالوں — ترگ اچھریاں کی مکھ تھے دشٹ واروں
جو رومال روم جیساں ہوئیں گے لاکھ — نہ شہہ کا شکر میں یک تل سکوں آکھ
سبھے جس سیں یک ہوز مین پیتن — ہکن کارن کروں اس رائے کوں تن
ولے یوں مصر کے شہ کن سدا جم — نہیں فرصت جو ہوؤں دور یک دم
نہیں منج بخت جے شہہ کے حضور آؤں — دھرت سر دھر انبر کی سیں دوین پاؤں
منجے اس عذر سوں معذور راکھو — گماں اس باج دوجا دور راکھو
ولے جے ہوئے نیر دیپ شاہ کیرا — چلاؤں اونٹیاں کے بھاروں دھن گھنیرا
غلاماں ہور باندیاں کئی ہزاراں — سو لکھن روپ نتیاں سیو کاریاں[1]
پون پاسوں گمن تیزی اُتالی — قماشی کسوتاں ہور اونت آلی
رتن کو مدن بسر و من رائے دزحیگ — بھو تیک رنگ رنگ میوے امولک

---

[1] سیوکارنی

بڑای کی سبھہ اسباب بھیجوں — بڑے اُتم کیتے اصحاب بھیجوں

جو اسکے مرتبے سوں اس کوں لیا دیں — اسی منج لگ میرے پگ انپڑا دیں

کھیا حاجب نہ کچ یہ چاو چاہے — یہی چاہے جو توں من بھاو چلیے

نہیں کچ شاہ کوں اس بھاو کا چاو — دیا ہے بن لیکھے دیا سبھہ بھاو

جیواں بھاداں تیں جے توں رضا دے — خہانی بھاو سوں شہ اس چلا دے

عزیزے راکھیانیں اُس پنتھ کی کہہ — جو آئے اس پنتھ تھے چل و کمل دیہہ

نین اُس پنتھ کوں لاگے رہیں ہیں — دیکھت اس باٹ نس جاگت رہے ہیں

رہیا ہے تن یہاں ہے جیو اُس کن — جو اُس بچھڑی تھے بچھڑے جیو ہور تن

کرم کر شہ جو اُس مج کوں ملا دے — تو منج مردے کوں جوں جیو جیلا دے

بھوتیک چاو سوں حاجب کوں چھوڑائے — اتا دل جیت زلیخا تئیں کہ کب آئے

حاجب باز آمد از مصر خبر گرفتہ

جو وہ سُگیان حاجب پھر کے آیا — خبر خوش رائے کوں اپنی سُنایا

عزیز ا اُپکار تیرا یہ بجھانیاں — تیرے اُپکار کوں آیار مانیاں

تیرے وعدے اُپر ہے آس باندھیا — زلیخا پنتھ کوں دو نین ساندھیا

زلیخا جب سنی ایسی خبر خوش خوشی تھے بے خبر ہو ہوئی بیہوش

زلیخا کوں جنک جوں شاد پایا جھہرا اس تئیں سنواارن جیت لگایا

ہزاراں داسیاں بھوتیک ہنرمند سہاگن ونت مٹھ بولیاں شکرخند

سگھڑ دہت ونت شائستہ سجانیاں لکھن ونتیاں ننھے سن کیاں سگتیاں

چند لاکھاں منیں ملکے ملک کیاں کلکلتیاں سیوتیاں سیوں جھلکتیاں

پہیاں اوڑیاں سوتن پر زرنگاری چڑا دا زر زرینا انگ بھاری

ترک حبشی ہندکی لکھ غلاماں کھڑے سیوں چڑا بہہ چھندا ماں

چتر بے ریش کونلے تروسلے چھبیلے روپ دنتی نیٹ والے

چھکتے آ دچا داں سوں لٹکلے رتن لاگیاں کلایاں سوں مٹکتے

تکٹ ریشم منیں سب تن جھمکتے شتابی سات جوں بجلیاں چمکتے

سہت مت چت ستیں سیوں ہارے موہنی سیو سے میں آپ جیو دین ہارے

ترنگ دھالک ہرن جیسے ڈھلنہار اچھل اڑتے پنکھیرو سوں ملنہار

نظر جو ایک جملے میں انبر جائے سو وہ اتنے میں انبر پھیر کر آئے

جو دیکھے چھاؤں چابک کی نظر سات اچھالے ایک سیوں لاگے انبر سات

نہا گھٹ گھاٹ سم دھرتی پھرے سم سمند دریان ماچھی نا تری سم

سوا لیسے کئی سہس تیز سے اتا لے ‏ ‏ ‏ ‏ جرٹ کوندن کی اعلیٰ زین گھالے

ہزاران اونٹ لادے مال دھن سات ‏ ‏ ‏ ‏ قماشاں کسوتاں ہور نورتن سات

سہس صندوق پر مل مشک سنپور ‏ ‏ ‏ ‏ چندن لوبان عنبر عود کا نور

زلیخا تئیں عماریاں لے کر آئی ‏ ‏ ‏ ‏ سو سب چندن اگر سوں رس کرائی

سنی پتریاں ستیں سند سند جوڑے ‏ ‏ ‏ ‏ سُنے مانک رتن نین ڈوب چھوڑے

اُتارے اس اُپر زربفت دیپا ‏ ‏ ‏ ‏ جو دیسیں اَت سہاوں رنگ نیا

بچھانے بارگاہاں ہور سراچے ‏ ‏ ‏ ‏ حریری بادشاہانی ات آچھے

زلیخا تئیں سبھہ سنجوگ کیتے ‏ ‏ ‏ ‏ بچھڑتے کر بھو تیک دوکھ کیتے

چلائے سات دے کیتے بڑے لوگ ‏ ‏ ‏ ‏ شہانے مرتبے ستیں طبل ڈھوک

جو لشکر سات ہوئے رانی پیانی ‏ ‏ ‏ ‏ چلی جوں راج پربل گھانی

دریا کا لوٹ انبر اونچ آپار ‏ ‏ ‏ ‏ دیسے لشکر زلیخا سوں چلنہار

زلیخا سو چلی دھر آس بھو تیک ‏ ‏ ‏ ‏ کہ اب سب دکھ نداروں پیو کوں دیک

جو اتری مصر کے نزدیک کر ٹھار ‏ ‏ ‏ ‏ عزیزِ مصر کوں کیتے خبردار

کہ پھدی آئی تج من مان رانی ‏ ‏ ‏ ‏ ترت ہو سامنے ہو دن پیانی

زلیخا را روانہ کردند بطرف مصر و پیش آمدن عزیز مصر

عزیز مصر ایسی خوشی خبر پائے — دیتا گر بون انبر کی یس پر پائے

سبھہ لشکر ملن فرمان دیتا — سرب دل رائے کا بھی سات دیتا

خوشی کے ساختے سب ساتھ لے کر — درب دھن دُرجکاں سنگات لے کر

سکیتے حاضر ہزاراں باندی بُردے — جو ہر یک بول روپوں چاند پردے

کلاونت روپ ونت امریت گادن — کرن سیپنیاں ستیں امرت پلادن

سبھہ نادنگ بیٹھے دیں جنتر کار — کُنٹھے سبد تک سب تھے بھی جنتر سار

ربابی کا بڑا جھنکار اھنکار — کہ جوں ضرباں ستیں ذاکر کہیں ہار

دیکھیا فریاد طنبوری رچیائے — کہ جو تیک گوشمالی آن کوں پلائے

نو اجند اکھا جی بات سو ہے — چند ر دینی پتم چند دھات سو ہے

سُنگھن ہیر را دیاں مل پلاویں — کہیں شادی مبارک ف بجاویں

طبل شہنائی سنک برغو[1] نفیری — گگن گنبد گھمن لاگے گھنیری

---

[1] برغوم

چلے لشکر بجبتر سات بجتا چلے جوں میگ بادل تھے گرجتا

چلن لاکے اُتالی سات دن رات گھٹائی پنتھ پنچھی ہوئے دن رات

ہوائی بھوئیں دیکھی آچھی نخچل پاک جو اس پہ نور کے قبے کیتے لاک

جو اُس میں یک گگن سم بارگہ ہے کہ جوں تاریاں میں جھمکن بار مہ ہے

عزیز مصر دیک اس بارگہ کوں کھلے جوں کنول کھیلے دیک مہ کوں

ترنگ پر تھے اُتالی جوں اُترآئے چلیا اس بارگہ کو دن نظر لائے

حرم سنگات کے اُتم مہاجن چلے تعظیم سوں اس ہون سامن

یکس کوں یک سلام و مرحبا کہہ یکس تھے ایک ہنس مکھ ہوئے کر رہ

بچاریا حال رانی کا اُنوں پاس کہ مت کچ ہوی ادگن یہ بھر واس

جے کچ سنگات لیایا تھا درب دھن انت آپار الیسو راشٹ نرگن

شکر میوے اِل پرمل اموالک سُنا روپا رتن ہیرے تھولک

غلاماں باندبردے باندی لاکھاں بو رتن اُن تن اُپرکی باندی لاکھاں

ترنگ سر تھے پگوں دم لگ سنگارے جو اُن سُم پر رتن کئی لاک وارے

اینوں نسبتوں سوں سب میدان بھریا زلیخا تمنیں بیتا کچ لے کر آیا

یو سب دسے کو بھی کیتا عذر خواہی رہیا چپ تاکہ فردا ہون راہی

عزیز مصر جوں نزدیک آمد زلیخا دائی را گفتند کہ بنمایند

دنیاں کے مکر تھے کوئی نہ را ہوے — نہ کچ معشوق کیاں پیچیاں بجھے کوئے

کرے بھوتاں کوں لا کر آس نراس — دھرت کی پیٹھ کوں دکھلائیں آکاس

عزیز مصر جوں نزدیک آیا — زلیخا چیت میں تیہہ بھڑکے لگایا

جو اس دیکھن ہوا چیت ات اتالا — نہ سکے تھانبے دل کا اجالا

جو تھی اس بارکھ میں دائی اس سات — کہی اس سات اپنے دل کیری بات

کہ اب منج میں نہ رہا ہے کچھ صبوری — کہ ہوی ات شوق تھے بے تاب پوری

سبب تھے شوق دل کا تب ادک ہوئے — کہ اپنا من مُہاما جب نزدیک ہوئے

پیاسا سوس کوں جی سوس سکھے — نہ وہ سکھے جو نرمل نیر دیکھے

تُرت تدبیر کر اس کوں دیکھا منج — کہ آدے لاک مشکل جیو نا منج

جو دیکھی دائی اُتا دل اس گھنیری — تُرت اس بارکھ کی بار جیری

جب اس میں سے زلیخا جھانک دیٹھی — اٹھی دھک ہوی کر سب تن انگیٹھی

جسے کچ من آس تھی نراس ہو کر — کھن لاگی رکت دو نین رو کر

نہ وہ ہے یہ جو سپنے میں دیکھی ہیں — جو پردیس اس دُکھ دنداں تیں پاکھی ہیں

نہ وہ ہے یہ سُد میری چھپنایا | جو منج سُد بد چھنا کر پھر دیلا یا
اَہا ہا کیا کہوں بختاں کی سُستی | پڑی منج پر جو بد بختی تھے سختی
درا چھا بیل پیرا اندر ان دیکھی | پرت کا بیخ پیر یہ دُکھ پیکی
پھلوں کے تئیں نکل کانٹے سمیٹی | سنپت دھن آس کہ ناگوں سوں ملیٹھی
پیاسا جو پڑیا جنگل میں بن جل | جو کانٹے جیب پر سوسوں تھے چل چل
دیسے اُس دور تھے پانی بھوتیک | جو پڑتا ہور اُڑتا جائے اُس دیک
پچھن دیکھی جو دھوپیں بھاپ دستی | نپٹ نراس ہوتی اُس آس سیتی
منجے اس تھے برسے دیس آئے آنگے | کہ وہ پیاسا میرے تب دُکھ تھے لانگے
مرن منج کچھ ڈرن ناہیں دلیکن | ڈروں مت جانوں مر پیہ کوں بن ملے
نہ ہوں کوی جرم جلتا جو جرم کھوے | نہ دگدیاں میں منج ایسا کوئی دکھیا ہوئے
نہ دل منج ہات نا دل لینہارا | پڑے اس ٹھاؤں چھوٹے چھوڑ ٹھارا
جو ہونٹاں مان آیا تھا میرا جیو | سوا مرت پنتھ دیکھلائے منجے پیو
سویں وہ پنتھ بھوآسوں کھٹائی | سوا مرت تھاؤں بس ہونٹاں میں پائی

ملے زائد ہے

چھوٹے کالج تیتے دل ساسی کر آہ
لگے زاری کرن کرتار درگاہ

کہ اے جگ میت جگ پالن ہارے
کرم کر منج نہ یوں دکھ دوں ہارے

اگر منج میت ستیں نا ملا دے
کسی کے بند میں منج کوں نہ بھاوے

شرم میری کسی کے ہات نہ دے
کسی کے ہات دے منج شرم ٹالے

اچھوتی رہا سنی تیں جیہ ہے منج
کہ اپنی پیو ستیں عہد ہے منج

نہ دکھ سوں جال منج بے دوس پارکوں
نہ دے منج دھن تلک ست اژدھا کوں

کہیں سو دھن سدھن اس جگ مائی
جو منج راکھیا امانت پیو اپ تائیں

دگر ماٹی اپر مکھ ہور ملائی
سون سوں سوچ کر کیتی وہ ماتی

جو ات نے ماں جگ سائیں میاونت
جو ہے وہ سرو دادیا دیا ونت

دیتا فرمان یوں وہ جگ سامی
جو پایا اس تھے دکھیا جگ شادکامی

دیتی آواز غیبی یہ بشارت
جو تج پیو تیں رکھیا کرتا امانت

عزیز مصر پر تجے دل نہیں رنج
بن اس مقصود بھی حاصل نہیں تج

عزیز مصر تھے من بھاؤ ہے تج
ہمت سائیں مکت بہ جاؤ ہے تج

نہیں کچھ ڈر تجے اس سنگ رہا من
اچھوتا رہے اس تھے تیرا دھن

نہیں فولاد کی اس پاس کیلی
دھرے جوں موم کیلے نرم ڈھیلی

تیری دھن دُرجگ اُس تھے کیوں کھلے گی — کلف الماس پردہ کیوں چلے گی

زلیخا غیب سے تھے یہ خوش خبر پائی — دھرت سر دھرتک شکرانے منیں آئی

پکاروں رون اپنا بس کیتے تب — اتا دل ہو رہی ہے پیو ملے کب

نین پیو پنتھ میں یہ دھان یں من — رہیا جیو پیو ستیں لوکاں منے تن

عزیز مصر زلیخا را کوچ کردہ مصر را بر ند از لشکر خود

دماما کوچ کا کیتے رین جب — چلے لشکر تکھیتر سات بلے سب

عزیز مصر کھتر کوچ سکا رن — جو بولیا کوچ کیرا طبل کارن

اُچاڈ پرے کمر بستہ ہوئے سب — چڑے سب شہسواراں شاہ مرکب

عزیز مصر یہ تعظیم سوں آئے — زلیخا کوں عماری مان بسلائے

کٹک چاروں طرف آراستہ کر — بچھن اگل چلنیا ہو ر راستہ کر

عزیز مصر رانی سات لے کر — چلن لگایا کٹک سنگات لے کر

بجنتر بھار میں لاگے جو بجنے — دھرت بدرے گگن لاگے گرجنے

سُہیلی گائیں شہنایاں میں یہ دھات — سہلیاں بھی سُہیلی گا دیتیاں سات

جماعلی اونٹ ہانکے اونٹ والے — سوا دنتھو اُن سمبد تھے ہوئے متوالے

ترنگ اونٹاں کی کھوچیاں تس ہوتیں سب … نوے چاندوں پُنم چاندوں کرے سب

کبھیں دیسے پُنم چند میں نوے چند … کبھیں آویں نوے چند پو پنم چند

زلیخا کی طرف کے لوگ سب شاد … کہ ہوئی بارے زلیخا غم تھے آزاد

عزیز مصر ہور اس کے جتنے لوگ … زلیخا سار رانی پائے سنتوک

زلیخا سو عماری ماں بیٹھی … جلی سر دنگ جوں سلگی انگیٹھی

کہیں سب جا زلیخا پائے سنتوس … گلے وہ سو سنا جانوں اندر ہوس

پکی سینا ایس میں آپ جل جل … گھٹی تن جھال تھے جوں موم گل گل

رجا رو رُوا انجھو بیٹی نین تھے … نہ ہوئی کم جھال تن کی آگ من تھے

جلے بختاں کوں بولی جیو جل کر … جو اس بختاں تھے بیٹھی آگ بھیتر

کبھی ایسے سو دتی سو بھاگری ہو … اُٹھے منج جا لنے جا گندری ہو

جو منج یہ آس دیکھلا کر یہاں لیائے … سو پھر نراس کر بھی آس دیکھلائے

سو منج اس آس کا اب کیا بھروسہ … جو ہیچ بھی جھوٹ ہوئے اس بھاگ دسا

بھلے بھی بھاگ کیری بھوندنی یوں … رکھے بھو آس من بھاتا دینے کوں

کبھیں اِت بار کی جو ندی تھے ٹھاکیوں … کدھیں اُس بھوندنی تھے آس راکھوں

بیٹھی سارے اپنوں بھاوں سم آچار … جو دیکھے مصر کوں تدبیر پھیلار

ندی ہور اس کٹک کی غلغلی تھی — بچکتی گائی بہو دھرتی تلی تھی

زلیخا سو پڑی چھنتے کی غل ماں — ایسے یہ غلبلا کاں آوتا کاں

جتے تھے مصر کے بھنے بڑے سب — ندی کی باڑ پر آ کر کھڑے سب

عزیز مصر کے تئیں آئے سامن — ہزاروں راج دولت کے مہاجن

تماشے تیں کھڑے لوگاں ندی پر — میلے جانوں ندی سو آئے ساگر

عزیز مصر اس رانی کی کارن — لگیا مانک رتن طبقاں سوں وارن

جو طبقاں پر طبق دئیں وار اُس پر — سو جوں طبقے گگن بھر کر نکھیتر

سٹے موتی رتن اس پر تھے جو وار — سو برسے مینہ دھارا وار اُس ٹھار

دھرت شگلی ڈبی مانک رتن ماں — چلن ہاریاں کی پگ دھرتی لگے کان

جو ندپر تھے گذر کر گے ایوں دھات — بھری جوں کھان نہ مانک رتن سار

عروسانی شہانی مرتبے سوں — جو منزل لاگ آئے اس بدیے سوں

سُہے منزل سُرگ جانوں دھرت پر — جو دو اونٹیاں بھرنٹ کیاں سور چندر

عروسانی شہانی تخت بسلائے — سو شہ آروس کوں آن پر جو بسلائے

لگیا جلوا دیون سو دن محل سب — ہوا آروس کا جلوہ وہاں جب

جو جلوے سوں ڈولای اس چاڈ تیں — ہلی جوں پھول ڈالی باؤ سیتیں

سُنے کے پھول ہور مانیک جوتی لگے اس پر سُن شہ ہور گوتی

دلے آروس جلوے ماں جلتی سبھہ تن آگ بھڑکا ہوئے ہلتی

سبھہ سنگار اسکے انگ انگار نہ پیوین بھائے اس مانیک جھنگار

کہاں بھاوے رتن اسکے تین کوں جو وہ نینوں بھریں انجھواں رتن سوں

جو شہہ آروس کوں ہوے کاج جلوا سبھہ جگ پائیں نعمت ہور حلوا

ہوئے رانی کوں سو بس سر و وارت لگے کڑوا میٹھا جیو باج من مت

پلاویں چھند ستیں میرزادیاں ہرک دف ہور تلتر وا دسادھیان

زلیخا سوں دکھوں رو رو پلاتی دکد بھر بجتا تلتل چھاتی

بھریا سینا دکد دکھ سات سکلا سما دن سک نہیں کچ ٹھاوں اگلا

ہمہ بی بیان مصر ہمراہ زلیخا نشستند

جے کوئی من بھائے پیو سوں من جو باندھے پرائے سات وہ کیوں سکھ سوں نا ندھے

نہ پرِدا نہ کرتے پردا اُجت کوں کہ دیوے سات لایا آپ چت کوں

بھنور جے پھول اس کا متوالا نہ چنپے باس کا ہوئے لھالا

زلیخا کوں بھریا دھن مال سنیت دھری سب کچھ نعمت بھوگ دولت

عزیزا ایسا سے سیوا کرن ہار | نہ کچ فرمان تھے اُس کے پھرن ہار
ہزاراں داسیاں جو داس اَمولک | جو اُن کے انگ پر مانک مولک
جَرَم کیرے حوالے کے بڑے لوگ | کریں نت سرو پرتن کاج سنجوگ
صدر سنگار شہانی بچھانے | محل رنگ رنگ کے آچھے سہانے
اِسوں مل بیسیاں ہنس مکھ سہیلیاں | اصیلاں مصرکیاں بیبیاں چھبیلیاں
زریے جو جڑاد کسوتاں سات | جھمکتیاں چاند سورج ہوئے دن رات
ولے سینے میں سب کڑدای دُکھ کی | تھنڈی جاگا میں دکھ چھپالوں میں سکتی
زلیخا اُن میں بہہ مُروّت سوں بیٹھی | میٹھای سات بولی بولے میٹھی
کری جوں شمع شب مجلس کوں روشن | جلی جوں شمع سر تھے پاو سب تن
زباں سوں بولتی ساریاں کی سنگات | ولے دل راکھتی جیو پیو کے سات
گملاوئے رین دن سکلا اپنل بین | پرت بیناں سوں گذراتی جو ہوئی رین
سروپ اپنے سجن کا راکھ خاطر | کریں اُس پاس اپنا دکھ ظاہر
کہی من میں کہ اے جیو کے پیارے | میرا جیو ہور من تج پنتھ وارنے
عزیز مصر کھیا آپسنا[۱] نام | عزیزی ہوئے تج روزی سرانجام

---

۱ اپنا

مجھے دیکھلائے کر امید داری — دیتا آخر یہاں لیا یار خواری

دیا رکھ چکھ نہ جال اپنا دکھیا کوں — بجھتے برہ آگ سوں کیتا دکھیا کوں

نہ راہی اب سکت دکھ کیوں سہوں میں — اچھوں برہ آگ میں کب لگ رہوں میں

پیارے آ درسے میرے پیارے — دکھیو بچھڑا منجے کیا کیا کیا رے

سلگتی آگ سینے مان راکھوں — سنبھالی آپ میں دم لین دسا کوں

کہ مت دم لیو تنیں بھڑکا نکل آئے — جو اُس تھے دھرتری آکاس جل جائے

کہ انجھواں سمند میں نہ ہوئے تھاؤں — دردنی آگ تھے تل میں بھی جل جاؤں

دیکھت تج باٹ سوسوں دکھ کھنڈلات — اچھوں کیتا دیکھا دے اپنی باٹ

میلا دا باٹ میں رکھ پاؤں منج ماں — جو چلتے باٹ پر تھے ہوؤں قربان

بشارت غیب کی پا کر دھروں آس — کہ تج سائیں سجن کوں پاوں گی پاس

دسے بختیاں کیرا منج کیا پنیتارا — جو جوندی دسے جھڑائے منج تھارا

بھانی رین اینوں دھاتوں سوں بہائے — رکھوں جیو کھوئے ہور الیسوں تجھے جیو پائے

جو یوں نس جاگتی ہوئے دیس اجالا — زلیخا کے نکھیں سب دیس کالا

اُجالا ہوئے کالی رات اس ٹین — کہ پیو کا روپ اچھے سامن سبھہ رین

جو سورج ہوئے نت جگ جوت اُجالا — سو ہوی رانی بھی مجلس کوت اُجالا

زلیخا تھے سبھہ مل بیناں شاد ‏‏‏ دھریں گوتی سبھہ اُس تھے دل آباد

کہ رانی باندتی سب بھوگ سیتی ‏‏‏ انندوں سوں جوانی سُوکھ لیتی

والے رانی جوانی کھوئی دُکھ سوں ‏‏‏ بھو یک یک بہ خستہ ہوئے دُکھ سوں

ہر یک دن رات اس کا حال یہ تھا ‏‏‏ پرت میں پیو کی نت اُس حال یہ تھا[1]

جو بھو تیک تلملن تھے تنگ آوے ‏‏‏ تو بھلا لیو نے یا غاں کو جائے

والے جس دل پہ ہوئے اس باغ کا داغ ‏‏‏ تو اس دل کو تھنڈا کیوں لا کسی باغ

جوں معشوق عاشق سُرگ میں جائے ‏‏‏ جرم وہ سُرگ میں دوزخ کے گن پائے

جتنے طوبیٰ کے جنسی باغ کے جھاڑ ‏‏‏ دسیں جوں تھانب دوزخ کی رکھے کاڑ

کدھیں ندنیل کو دھن گشت کرتی ‏‏‏ سُکاتی آہ سوں انجھواں سے بھرتی

کدھیں کھٹ گھاٹ ڈونگر کی طرف جائے ‏‏‏ سبھہ ڈونگر کوں دکھ بھڑکے سوں سلگائے

برس کیتے اس دھات جلتی ‏‏‏ بھو کٹ سوں آپس میں آپ گلتی

اپچھے جسم اشٹ دک دونوں نیں لائے ‏‏‏ کہ مت اس دک تھے سائیں دکھ ہو نت آئے

اب احمد کب تلک دکھ بین بولے ‏‏‏ میلا وا بین بولن لب نہ کھولے

---

[1] پیرت میں پیو کی نت اس خیال یہ تھا

مجھے دکھلائے کر امید داری — دیتا آخر یہاں لیا یاڑ خواری

دنا رکھ چکھ نہ جال اپیتا دکھیا کوں — بجھتے برہ آگ سوں کیتا دکھیا کوں

نہ راہی اب سکت دکھ کیوں سہوں میں — اچھوں برہ آگ میں کب لک رہوں میں

پیارے آورے میرے پیارے — دیکھو بچھڑا منجے کیا کیا کیا رے

سلگتی آگ سینے مان راکھوں — سنبھالی آپ میں دم نین دسا کوں

کہ مت دم لیو تیں بھڑکا نکل آئے — جو اُس تھے دھرتری آکاس جل جائے

کہ انجھواں سمندیں نہ ہوئے تھاؤں — دردنی آگ تھے تل میں بھی جل جاؤں

دیکھت تج باٹ سوں دکھ کھنڈلات — اچھوں کیتا دیکھا وے اپنی باٹ

میلا وا باٹ میں رکھ پاؤں منج ماں — جو چلتے باٹ پر تجھے ہوؤں قربان

بشارت غیب کی پا کر دھروں آس — کہ تج سائیں سجن کوں پاؤں گی پاس

وسے بجنتیاں کیرا منج کیا پیتارا — جو جوندی دے جھڑائے منج تھارا

بیھانی رین اپنوں ہاتوں سوں بیھائے — رکھوں جیو کھوے ہور الیسوں تجھے جیو پائے

جو یوں نس جاگتی ہوے دیس اُجالا — زلیخا کے لکھیں سب دیس کالا

اُجالا ہوئے کالی رات اُس نین — کہ پیو کا روپ اچھے سامن سہہ رین

جو سورج بجھے نت جگ جوت اُجالا — سو ہوی رانی بھی مجلس کوت اُجالا

زلیخا تھے سبھہ مل بیناں شاد | دھریں گوتی سبھہ اُس تھے دل آباد
کہ رانی باندتی سب بھوگ سیتی | انندوں سوں جوانی سُوکھ لیتی
والے رانی جوانی کھوی دکھ سوں | بہو یک یک بہ خستہ ہوئے دُکھ سوں
ہر یک دن رات اس کا حال یہ تھا | پِرت میں پیو کی نت اُس حال یہ تھا[^1]
جو بھو تیک تلملن تھے تنگ آوے | تو بھلا لیو نے باغاں کو جاوے
والے جس دل پہ ہوئے اس باغ کا داغ | تو اس دل کو ٹھنڈا کیوں لاگسی باغ
جوں معشوق عاشق سُرگ میں جائے | جرم وہ سُرگ میں دوزخ کے گن پائے
جتنے طوبیٰ کے جنسی باغ کے جھاڑ | دسیں جوں تھا نب دوزخ کی رکھے کاڑ
کدھیں ندنیل کو دھن گشت کرتی | سُکاتی آہ سوں انجھواں تھے بھرتی
کدھیں گھٹ گھاٹ ڈونگر کی طرف جائے | سبھہ ڈونگر کوں دکھ بھڑکے سوں سلگائے
برس کیتے اس دھات جلتی | بھو کُٹ سوں آپس میں آپ گلتی
اچھے جم اشٹ دک دونوں نین لائے | کہ مت اس دک تھے سائیں دکھ ہو نت آئے
اب احمد کب تلک دکھ بین بولے | میلا وا بین بولن لب نہ کھولے

---

[^1]: پیرت میں پیو کی نت اس خیال یہ تھا

فراقوں بین سن بے دل ہوئے سب | میلا وابین کہہ دھیرک ڈیلا اب
سُنے جب برہ کیرے بیں موہت | ادک دکھ داٹ چھاتی پھیٹ مرے کت
میلا وابین عاشق کوں جو راکھے | تو اس ہو آس لاسنتوک راکھے
جو عاشق ٹک بچھڑا یاد کرتا | تو بچھڑا دکھ اگلا ہوئے مرتا
جو ٹک معشوق کا ملنا کرے یاد | مرے جیوئے محب سوں تت لکھ بار
مریں ہو رہی اٹھیں سب جگ یک بار | مرے جیوئے محب سونت لکھ بار
نہ دکھ بول بولن منج سکت اب | کہ دکھ داٹن تھے رگڑیا جائے دل جب
کہوں من بھاو اتم بھاو سنگات | زلیخا جو ملا دا پائی سو بات
ولے میا نے اجھوں کئی دیس جانا | جو یوسف شہر کنعاں چھوڑ آنا
کہوں اب اس قصے کا آد بنیاد | جو اس تھے ہوئی زلیخا عاقبت شاد

داستان یوسف علیہ السلام تولد شد پرورش یافتہ

پھیلے لوگ جے تھے یہ بوجن ہار | پھیلے کیاں کہیں خبراں سیم آچار
کہ جوں یوسف بڈھے نت جیوں دان چاند | رہے اُن سوں نیٹ یعقوب دل باند
نین میں نین پتلی کر دیسنا ٹھار | سبہ پنگڑیاں تھے موندھیا نین کی دوار

ایسے تلتل یوں پر توں سوں دیکھے — جو طلق ہوئیں سب پنگڑے آ دیکھے

کہیں یعقوب تھے آنگن میں تھا روکھ — جو اُس پر رشک کر طوبیٰ کرے دوکھ

لگیاں ڈالیاں تا جوڑیاں جا سے انبر — فرشتے جوں پنکھے ہو ڈال اوپر

کرن تسبیح جلسیاں سر د پتر — جو اُس ہر جیب پر کیئ لاکھ دفتر

کھڑے جم جوں قرارت میں نمازی — جو اس کی چھاؤں بخشے سرفرازی

ڈُلے جوں ورد سوں مست ہوئے عابد — نہ بولے جوں کہ عارف پائے وارد

جو تھاں فرزند ہوئے یعقوب کے گھر — اُسی ساعت پھُٹی یک ڈال اُس پر

بڈھی وہ ڈال اُس فرزند سنگات — برابر ہوئے اس فرزند قد سات

تو بالغ ہوئے تک فرزند کوں پال — عصا کر ہات میں دیوے وہی ڈال

ولے یوسف ہوئے جب جگ اُجال — نہ اُن سات اوپجی اس جھاڑ کوں ڈال

کہ تھا یوسف ات اچھا جیو سو رنگ — کہاں لکڑی کوں ہوئے جیو عمن سنگ

جو بھایاں تھے چھپا یک رات یوسف — کہیا یعقوب کے سنگات یوسف

کہ اسے میرے جلنیا باپ ات مہربان — خدا تیرا اکھیا مانے تجھے مان

دعا کر اس خدا کے دار منج تیں — جو پاؤں سرگ بن تھے یک عصا میں

جو میں سب عمر میں اس تھے مدد پاؤں — ہرا فراری منجے اس تھے ہوئے ہر ٹھاؤں

جو غالب ہو دل سب بھایاں پر اس تھے
ہر اک جھگڑے میں دشمن پر ہور اُس تھے

دعا کرنے کو جب یعقوب بیٹھا
لگیا مانگن جے کچھ مانگیا سو بیٹھا

فرشتا یک اتر صدا سے تھے آیا
زبرجد کا عصا سنگات لیایا

نہ کچھ اُس تئیں بڑائی کوں لگے کام
نہ میٹھے ہور آرے سوں لگے کام

توی سٹکا ولیکن مول کوں بھار
سبھہ جگ مل کر اُس تئیں سستے پکار

کہیا بھیجیا یہ ہے تحفا خداوند
جو اس تئیں تج کہیا تھا تج فرزند

رکھے ہر ٹھاؤں اس فرزند کوں ٹھانب
منڈپ تئیں بھاگ دولت کی ہوی کھانب

جو یوسف اس عصا تھے تقویت پائے
ادیکھے دل اپر دکھ ٹھپے نہ کھائے

حسد کے جھاڑ دل کے بن منیں لائے
وے سبوٹ گھٹے پن کی اُوبھل کھائے

یوسف در خواب خندید و پدر او پرسید یوسف را خندہ چہ

نہیں جگ میں عجب یک سوئے سنا
نین موند اس میں دیکھیں سرو سینا

نین کھولے نہ دیکھیں باج یک رخ
نین موندے دیکھیں یک حال لکھ رخ

سُتا تل میں انبر دھرتی بھولن ہار
جو اتنے میں نہ سکے کوئی پلک مار

جے کوئی چک جاگتے کرتے گدائی
کرن سپنے میں بھوتیک بادشاہی

سُتا سپنے میں رہا ہے جاگتا ہوئے — سدا سپنے میں بھوگی ایک تل سوئے

سبھہ جگ جاگتے جے کچ کرن ہار — اول آخر سبھہ سوتے دیسین ہار

زلیخا مصر میں سپنے تھے آئی — جے کچ اُن کھیکی سُپنے تھے کھائی

سو یوسف بھی سپن تھے کھیکی کھائے — نگر کنعان سٹ کر مصر کوں آئے

جو سُکھ سوں یک رین یوسف سُتے تھے — سو بیٹھے باپ وہ مکھ دیکھتے تھے

ادھر بیٹھی ہنسی میٹھا ہنسا یوں — جنک کے من منیں پرتوں شور اٹھے تیوں

اٹھیا جو جاگ کر جوں بھاگری آپ — ہنسی کیرا سبب پوچھن لگیا باپ

کھیا سوتے دیکھیا تارے اگیارا — سورج ہور چاند ستیں ایک بارا

جو وہ سجدہ کیتے سب میل کر منج — کیتے تعظیم اپیں سر دھرت دھر منج

جنک کھیا نہ کہہ یو بات توں کچھیر — چپ اچھ کٹ سوں نہ کر یو کیٹ باہر

بھو کدے بھائی جے یہ گت بجھیں گے — تج آزاراں کیتے حیلے سجیں گے

سُن اے سُونا حسد تھے ہوئیں گے بے تاب — کہ سبھہ اُتم دھرے تعبیر یہ خواب

نہ فارغ چھوڑ سیں تج یہ قصا سُن — سدا ہے سو عصا ہوئے گا سہس گُن

اول تاکید سوں یہ پند بولیا — پچھیں تعبیر جے کچ ہے سو کھولیا

کہ دے گا فضل سوں تج رب عزت — سچا تعبیر خواب ہور بھاگ دولت

ایکبارا بھائی ہور ماں باپ تج کوں
کریں سجدہ خدا کیرے رضا سوں

وصیت یوں کیتا اُس کوں تمنک تو
سو الیکن جو کچھ لوڑیا خدا سو

جو یوسف جا کہیا یک بھائی سنگات
سو وہ کہیا سبھہ بھایاں سوں یہ بات

بڑے بولے کہ جن گُٹ دو منیں آئی
سو تل میں ہوئے پرگٹ جگ سُن جائے

دلے اُس دوئی کوں دہونٹ کر جان
کہ یوں بولے حکیما جان سُبحان

جے کچھ گٹ دوئے ہونٹاں تھے بھر ہوے
نہ لاگے بار کچھ سنیتں سبھہ کوئی

پنکھیرو پنجرے میں تھے چھُٹے جب
پکڑ سکیں جو اُس کوشش کریں سب

دلے منہ تھے پڑے جے گُٹ باہیر
نہ سکیں کوئی چھپا یوں اُسے پھیر

جو یک منہ تھے پڑے جگ منہ میں جے بات
گُوا کھل ایک جن سمدور ہوے سات

سکیں ڈھابیں کوئی کا منہ سبھہ کوئی
نہ سمدر تکھ بندھن کس کوں سکت ہوئے

کہے یوں سب بڑے انتر بچار کر
جو سر لوڑے سلامت گُٹ چھپا رکھ

جو یوسف تھے خبر یوں بھائی سب پائے
لگیا سینا پھٹن غصّے تھے تنگ آئے

کہے یوں کیا ہوا ہے اس بڈھے کوں
جو یوں بھولیا رہیا ہے یک کھنے سوں

پچھ اپنا لابھ ہور نشٹ اس نہ سوجے
نہ کچھ ہمنا بیتیاں کی قدر بوجے

کیتے نت بیتیا ہے جھوٹ قصّے
جہاں کسوٹ سوں آپی خوب دیسے

بھو تیک جھوٹ نت اُپجاوتا ہے — بچارے اس بڈھے کوں بھوندتا ہے

بھُلاتا اس حیلے مکراں ستیں نت — تڑاتا نت ہمن تھے باپ کا چت

بُرا مانے ہمن تھے باپ جو تس — سوا تمنے اس برائی اچھوں نین بس

منگے جے سب ہمیں اپیں سرن آئے — پڑیں سجدے سوں بھوئیں پر سیس لجھائے

نہ یو لوڑے اکیلے ہمنا سے تھے — منگے سجدے اُپس تیں باپ ماتھے

نہ جگ میں کوئی منگے ایسی بڑائی — نہ کس ہر بھوئیں دھریں ماں باپ بھائی

جنک کوں جم ہمیں سیوا کرن ہار — جنک تھے اُن سو آپ سیوا منگن ہار

کریں جنگل میں دن سارے شبانی — کریں نس جاگ گھر کی پاسبانی

بھرم اس کا ہمن تھے دشمناں میں — شرم راہے ہمن تھے دوستاں میں

مگر حیلے ین اس تھے کیا دیکھیا ہے — جو اُس ہمنا تھے اگلا کر دکھیا ہے

ہمن کوں اب ضرور آکو لگیا یوں — جو دیکھیں آپی تدبیر ہو کیوں

ترت کام آپنا کر لیو نا خوب — ترت کانٹا کھڑ سٹ دیوتا خوب

سکے سینے میں کانٹا ہو ہمن کوں — پکیا سینا سلے کب لاک اچھوں

بڑا ہووے گا اگر یہ باپ کے پاس — کریگا باپ تھے سگلیاں کوں ترا ہس

اپیا لیچ دیکھیا اس کا ان تدبیر — درنگ کرتیں نہ فرصت پاوسیں پھیر

صبا کا کام بہتر سارنا آج — نہ رکھنا آج کرنا سو صبا آج

جو مولکے کوں اُپاڑن لوڑتا کوں — نہ چھوڑیں یو دکھ بلوند ہوسے لگا اس کوں

سکے بن زور جس مولکے کوں آیار — نہ سو بلوند تھے ملسے جو ہوئی جھاڑ

قراریوں جب دیتے تدبیر کارن — سبھہ یک ٹھاوں مل بیٹھے بچارن

خبر خواب برادران شنیدند و حسد کردند از یوسف

جے کچ مشکل جو عاقل کوں پڑیا آئے — جو عقل اس میں نپٹ حیران ہو جائے

براتی بد ملاپ بدسنگات — جو آسان ہوئے مشکل اُس مو دسات

بڑے گھر میں جو یک دیا نہ جلیں بس — اُجالا ہوئے جے دیوے لگیں دس

ولے سچ ہوئے ستونتاں میں یو بات — جو اندیشیں نہ وہ پچ باج ہر دھات

جہاں پاپی جو بیسے میل دو چار — اَدِک ہوسے سہس گن پاپ تس ٹھار

ملیں جب کیتی جتنے یک خیال کے سب — جے کچ ہے خیال اُنو کا ہوے ادِک تب

جو بیٹھے بھائی یوسف کے بچارن — کہ کیا حیلے کریں یوسف کے کارن

یکن کہیا اسے نا مارنا گت — جو حسرت سوں ہمیں اس تھے مریں نت

جو مارنا جائے چھپایا ہے نہ یو گھٹ — کہ فریادی نہ ہوسکسے موا اُٹھ

نہ جیو تا چھوڑ ہیری کوں جو سنپڑے
کہ تج چھوڑے نہ وہ جب ہات لپڑے

یکن بولیا خدا کوں کچ تو ڈرنا
یکایک بے گنہ کیوں خون کرنا

غرض اس کوں کنارے پاڑتا ہے
نہ کچ اس کوں دکھانا مارتا ہے

سٹیں اس دور ایسے یک جنگل ماں
جو اس میں بن بھرت ہور باگ کچ ناں

نہ انجھواں باج پانی پائے اس ٹھاوں
نہ دیکھے رات ہوئے بن کھن کیری چھاوں

نہ روٹی روپ واں دیکھے اجت باج
نہ بن کانٹے بچھاناں لیٹنے کاج

جو کئی دن اس امنے ٹھا تک کرے گا
تو اپنی موت سوں بیشک مرے گا

بن اس کا جیو لیتیں آپنے ہات
ہوئے جاں کندنی تھے فارغ اس دھات

یکن کہیا اِدک یہ مارنے تھے
بُری یہ مرگ سب مرگاں منیں تھے

بھلا یک بار جیو لینا کھڑک سات
جو دیویں جیو پیاس ہور بھوک سنگات

دھونڈیں اب دریا نزدیک اس تائیں
اندھارے تنگ ڈونگلے باٹ کی بائیں

جو ست سوداگراں اتریں وہاں کوئی
تو حاجت جب انوں کوں نیر سوں ہوئی

جب اس میں ڈول سٹ دیں نیر کے تئیں
تو پانی کے بدل یوسف کو سیندھائیں

تو وہ اس کوں غلام اپنا کریں گے
نہیں تو ٹنکڑا کر کر دھریں گے

یہاں تھے تو لیجائیں گے دور ہر دھات
نہ کچ ہمناں تھے اس تئیں انپڑے گھات

سبھہ اس بات کوں کیتے مقرر
اُٹھے اس کام کوں بھاکر صبا پر

درخدمت پدر آمدند پدر رضا[1] گرفتہ یوسف را بردند

کپٹ کا نٹا سلے سینے میں جس
اُسے کیوں نیند آوے ایک تل تس

حسد کی مار تل جن جور ہوئے
سو وہ کیوں رات کو سکھ سات سوئے

اگتا ول ہوئے یوسف کے ادیکھے
سبھہ رَین جاگ دن کی باٹ دیکھے

دیکھا یا مکھ جو سورج دن دپن ہار
رکھیلے کل کے اندیشے پر کمل سار

سبھہ مل باپ کیرے بندگی آئے
بجے کچ معتاد بندگی بجالیائے

نفاق اپنے جنک سوں من میں دھر
کپٹ کڑوائی سینے میں چھپاکر

ادب سوں باپ کے نزدیک بیٹھے
لگے یہہ دھات بولن بول میٹھے

بھلے ہو کر بھوبا تاں میں آئے
سو ہر یک باپ کیاں باتاں اُچائے

یہاں لگ اینڑا ہے بات رچ رچ
کہ تنگ آئے ہیں بھو دیس کھوا چ

ہوس ہے جی میں جے نکلیں سواکوں
جنگل میں جا ہنڈیں دل کی صفا سوں

برادر یوسف ہے جیو کے برابر
جو مانیں اس ہمارا لاڑ لا کر

بھولا ڑ ول ستیں اسکو لجادیں
جنگل کیرا تماشا اُس دکھلادیں

---

[1] رضائے پدر

کہ وہ بھو تیج نھنا تھا جو کئی دن — ہمیں ہنڈتے تھے سب بابھیر اُس بن

اُسے سنگات لے جاویں رضا ہوئے — توکچ دل کوں ہمارے بھی صفا ہوئے

ہوا ہے تنگ دل نت گھر اچھیں تھے — نہ وہ بھی کد ہنڈیا نھنوا دین تھے

صبا کھتر اُسے توں بھیج سنگات — ہنڈے گا ہور کھیلے گا ہمن سات

کبھیں اُس صاف میدانا ہنڈانگے — کدھیں اونچے پہاڑاں پر پھرانگے

ہوس سوں دود بکریاں کا دُہالانگے — کبھیں ہنس کھیل سوں دودہ پلانگے

بہو رنگ کھیلیں گے اس کر کھلانگے — تھنڈے رکھ پلنگ بندھا کر سنکانگے

سُرنگے پھول جا سُن لال چن چن — کلیاں ہاراں حمیلاں گوند بہ گن

پنھاں گے جاؤ سوں یوسف کیرے رنگ — جو اسکے رنگ چڑھوئیں پھول سو رنگ

ہرن اور دوج پارڈ مار پاڑیں — بھڑت ہور باگ کا کالج اُپاڑیں

تماشے سات ایسے یوں جو کھلا دیں — گمت اس کوں انیوں کن شادیا دیں

جتنے جاؤں سوں نھنوا داں کوں دھریں — نہ بن ہنس کھیل انوں دلشاد کرسیں

انوں تھے جب سُنے یعقوب یہ بات — پھرائے مکھ نہ مانے خوب یہ بات

کہے اس کا لجا دن منج نہ بھاوے — کہ بھو تیک یہ اندیشا منج ڈر آوے

کہ اس جنگل میں ہے بھیڑیاں بھو تیک — تھنے کوں دیک کر کھاویں لیکا ایک

تمیں سگلے سو ہوویں کھیل کے کام ‌ ‌ تمن انجان تھے ہو جائیے یہ کام

جسے کچ آزار اس کے تن اُپر ہوئے ‌ ‌ سو وہ منج جیو کے جیون اُپر ہوئے

جو یہ اُتر سنے وہ دس منتر کار ‌ ‌ ہر یک منتر سوں کام اپنا لیسے سار

کہے دس بھائی ہم ہیں باگ ٹلوند ‌ ‌ جو یک تنکا ہمن کن باگ کے ڈنڈ

بھرٹت کیا ہے اگر جے باگ آویں ‌ ‌ ہمیں اچھتیں کہاں اُس لاگ آویں

بھرلت تھے بھائی کوں جی لکھ نہ سکیں ‌ ‌ تو جتنا کے سوں کیوں بکریاں کوں رکھیں

سُنئے یعقوب جب بُنگریاں تھے یہ بات ‌ ‌ نہ کیتے عذر بھی دوجا کسی دھات

رضا دیتے جو یوسف کوں لے کر جائیں ‌ ‌ ولے یہ آس تھے جے اُن پھر الیائیں

عجب بازی دیتے بازی کے بھانے ‌ ‌ نہ وہ بازی بجھے یعقوب سیانے

برادران یوسف را بردند و در چاہ افتادند

دھریں جے کوئی دنیا میں آد بنیاد ‌ ‌ کریں دنیا تھے نت فریاد بن داد

نہ اس کے مکر ڈونگے کس بجھا جائے ‌ ‌ وچیت سب کوئی کہ مت کس بائیں میں بھائے

پڑے اُس کے دغا کے بائیں میں جن ‌ ‌ نہ کد نکلے غُصے کھا کھا مرے تن

دنیاں کے مکر کی بائیں تھے کرتار ‌ ‌ ہوا یوسف کے حق دایم نگہہ دار

جو یوسف کوں دیتے بھایاں کے سنگات
چلے لے کر کرن یوسف کتے میں گھات

اچا لیتے ایسے ہنستے ہوس سات
لجا دے میگ کوں جوں بھرت اس سات

جہاں لگ باپ اسکو دیکھتے تھے
یکس کے گود تھے یک لیوتے تھے

یکن کھاندے پر اپنے بیسلائے
یکن پیاروں بغل سینے کوں لائے

یکن چومے پیشانی نین ادھر دھر
نین اس کے چرن رگڑیں نین کر

نظر تھے باپ کی غائب ہوئے جب
بھوت اس پر جفا کرنے لگے سب

سٹے کھاندے تھے سارن آپنا ہٹ
دیے پتھریاں میں ہور کانٹیاں منیں سٹ

ننگے پاؤں سوں کانٹیاں میں چلاتے
پھول ایسے پاؤں کانٹیاں سوں چیراتے

چبھے کانٹے جو چیرے گے سو پگ مائیں
پھلوں پھنکڑیاں کوں جوں کانٹیاں سوں گوندائیں

جو نکلے جائیں اس پتھروں منے پاؤ
سنا جوں چور ہوئے پتھریاں کیرے گھاؤ

جنوں تلویاں کوں پھولوں چھاؤں چبیے
پتھر کانٹیاں تھے لوہے مان ڈبے

بھری اس چرن کے لوہے سوں دھرتی
کیا رو رو رکت مکھ لال کرتے

چرن یوسف کے جس بھوئیں پر چو آوے
سو وہ بھوئیں سرخ روئی کیوں نہ پائے

پچھیں پچھیں جو یوسف بینتہ سارین
نیکے مکھ پر جو اُٹھے ہات مارین

کریں جب نیل آچھے مکھ اپر ٹھار
گنک جوں سور بھی پایا چندر سار

انوں میں جب کسی تھے جائس آگل — گندانویں بیٹ مکھیاں مار کو چل

کھنڈیاں کا بھار بکھیاں کا ڈھون ہار — ہوئے وو بیٹ جس ہوئے بیرین بھار

انوں تھے جب ہوئے با زو برابر — مرڑوڑیں کان مارین گال اپر

او جبکا دو رچی زاری سوں بھاڑے — ان اس پہ پاؤں بیزاری سوں جھاڑے

دھریں رفنے سوں جس کے پاؤں پر سیس — ہنسے تب وے کٹن مہ پاؤں دھر سیں

دکھوں تھے عاجز آکر جس پکارے — دٹاویں کوپ سوں ماریں ہنکارے

اٹھیا اڑرا جو توڑیا آس انوں تے — بھریا مکھ بن رکت رو جا سنوں تھے

پچھاڑی کھا پڑیا لڑ تا دھرت پر — سبھہ تن ڈوب رہیا ماٹی رکت بھر

ڈوبے انجھواں منیں سرونگ کا نین — گنپے کرہاں سوں جوں سورجگ میں

غریبی تھے کلیجا پھٹ کے لھو ہوئے — نہیں اس کوں کوئی سن ہار واں ہوئے

جھلیا دھا کوں تھے دل جھل جھل کرن ہار — ہوا ہیبت سیتی جھل کر مرن ہار

نہ کوئی اس کو نکو ڈر کر کہن ہار — نہ کوئی اس بٹھاؤں سیتے لا رہن ہار

بکس تھے یک ادک آزار دیویں — نہ کوئی دھیرک سیتے آدھار دیویں

سٹیا دھیرک ہوا نپٹ نرآدھار — ترختا باپ کوں پو کار پو کار

چتا سنکچ تلملاوئے بلبلاوے — نہ کچ اس پر کسی کوں مہر آوے

چلائے تین کوس اس کوں انوں دھات — بھوگن باپ[1] سوں ہور دگنو سات

جو پائے بائیں اتنے میں یکایک — کھڑے رہے وہاں ان بائیں کوں دیک

اندھاری تنگ سانپوں سات سنپور — نہ ہوئے اس دھات بن کا فکر یے گور

نہ اس دو نگائی ڈونگے فکر میں آئے — اُسے دوزخ کیرا کڑ کا کھیا جائے

بھرے سب جو کہ مینڈک کھینکڑیاں سات — سڑیا چیکڑ گندا پانی بہو دھات

جو کوئی جا کر کھڑے ہوئے گنتھ اوپر — ایسے کونڈن ہوئے دم لے نہ سبک کر

سبہہ وہ بائیں یوسف تئیں جو چونے — نپٹ بکسن لگے یوسف جو سونے

جو کچ اڑ اڑا اٹھیا فریاد کر کر — جو یوسف کو گلنے دل موم پتھر

کرے نرمی انوں سیتی جتی دھات — انوں ہوئیں نپٹ کڑوے کیتے دھات

پھیرنے کاڑ کر لیتے ننگا کر — دیپے تن جوں سورج میگھن تھے کھن کر

سلول اچھے نرم دو دنڈنے کے — جو چھیلے جائیں ریشم تھے سرکے

سو بالوں کیاں جو رسیاں سات نڑے — لگیں اس دنڈ پر نیزیاں تھے کڑے

کمر اس کی جو باریک بال کی دھات — کسے اسکوں بھی بالوں یا دھریاں سات

---

[1] باپ

اتارے بائن میں رسریاں بسیاں چھوڑ
سو آدھے دور تھے اس کوں دیتے چھوڑ

پڑی بائن مینن سورج کیری چھاوں
سو ہوئی وہ بائیں اپی سورج کیری ٹھاوں

اُپر پانی تھے کر کی کوں چھتر ایک
جو تھا بیٹھا اُس اُپر جائے بل دیک

رتن مانیک واری اس چھتر پر
جو بیٹھے یوسف اس پر پاوں دھر کر

ویسے اس نور تھے اچھا ہوے پتھرا
کہ جوں سورج تھے مانک ہوے کنکرا

کھلیا اس بائیں کا اندکار کالا
کھید یر یا رات کوں جوں سور اُجالا

مہکنی باس مہکے انگ کی یوں
جو ہوئی وہ بائن نافہ مشک کا جوں

ادھر امرت ادھر کی چھاوں پڑ کر
ہوا وہ نیر سب جوں شہد شکر

جتے کیرے پتنگے بس بھرے سب
بھرے بھرونگ امرت اس دیکھی جب

یکایک جبرئیل اتنے میں آئے
یکیلی پن تھے یوسف کوں چھوڑائے

جو تھا تعویذ یوسف بانہ باندھیا
سو تھا یک پیرہن اس ماں باندھیا

جو وہ پیرھن سرگ[1] تھے اوتریا تھا
سو ابراہیم انگ اپنے دھریا تھا

جو اسکے انگ میں وہ پیرہن ہوئے
سو اُس تھے آگ اسے سنگار بن ہوئے

سو اُس تعویذ میں تھے کاڑ پیرھن
بنائے جبرئیل یوسف کیرے تن

پچھیں یوسف ستیں یہ بات کیتا
کہ خالق یوں بشارت تو رج دیتا

---

[1] سرگ

کہ توں جس تھے دیکھیا ایسے پُرے ویس　　انوں کوں توں دیکھے اس تھے پُرے بھیس

سرن ستیں سبھہ تج پاس آویں　　تیرے صدقے وہ من آس پاویں

جے کچ کیتی جفا تج پر جو مارے　　چھپایئے اپنی نشاں اُن کوں بچارے

توں تو ہر بال بال اُن کا بچھانے　　انوں یک بال تیر تو لو نہ جانے

جو یوسف سوں کیتے یہ بات جبرئیل　　رہی سب دکھ بسر کر جوں کمل کھیل

رہیا پھر را مولک تخت گہ ہوئے　　جو اُس پر وہ آچکل بخت شہ سوئے

رہیا جب جبرئیل اس ہو سنگاتی　　رہیا غربت بسر اُس پایئے ساتی

یوسف در چاہ سہ روز ماندہ بودند جبرئیل ہمراہ بودند

جو یوسف تین دن تھے باییں بھیتر　　سو جو تھے دن جو نکلیا سورا نیر پر

مدینے تھے بڑے سوداگر آکر　　وہاں اُترے سبھہ ڈیرے دیلا کر

نہ تھی نیری اُنوں کوں ہور یک باییں　　ایسی باییں کوں آئے نیر تاییں

پھلیے نیکے بخت یک مرد آیا　　سو امرت نیر سیند ھن ڈول بھایا

کہے جبرئیل یوسف کوں کہ اُٹھ بیگ　　بھگا پیاس انکی تج درسن تھے جوں میگ

سورج دن دیپ ہو کر دا دیں جبا　　کیتا اس مین راسی میں اپچھے گا

کہ اس بائیں کے کنٹھ آجت مُھانا — نکل جوں سُور ہو کر جگ دِیپانا

کہے جبریئل جب یوسف کوں یہ بول — تو بیٹھے ڈول میں سٹ اپنا تول

جو کھینچیا ڈول کوں وہ مرد پُر بل — پچھانیاں جے نہ ایتا بھار ہوئے جل

کہن لاگیا لگے بھار آج یہ ڈول — نہ ہوئے اس ڈول کوں پانی تھے یہ تول

جو کاڑیا ڈول اُس بائیں منیں تھے — لگے دیدے پھرن اُس دیکھنے تھے

دیکھت وہ مکھ یا بشریٰ کہہ اُٹھیا — خوشی سوں دھن پران اَمول لوٹیا

بڑے بھاگ اُس جو پاوے مال کاڑیا — سو وہ یہ بھاگ کا دھن جیو کاڑیا

جتا دھن ہو نہ پاوے جیو کا مول — سو جب جیو مل نہ ہوئیں یوسف کیرا تول

اَدِک دھن جیو تھے جب ان جو دیکھیا — سو سب جیو سنچیا راس کوں نہ لیکھیا

خوشی تھے پھُگ پھُلنا جوں پھول کھیلیا — کہ اس جنگل میں کھیلیا پھول ہیلیا

چھپیا کر گٹ سُتیں ڈیرے لجا کر — رکھیا یک ٹھاوں اُسے بھوتیک چھپا کر

سچی یہ بات ہے جن گنج پاوے — چھپا کر جے نہ راکھے رنج پاوے

اجھوں بھائی کتیک بیری رہے تھے — تفحص تئیں ایسے نیڑ رہے تھے

کہ آخر ہوئے کیوں اس کا سرانجام — نہ دوجا اس تفحص باج تھا کام

سو اُس سوداگراں کیری خبر پائے — مکر سوں ڈھونڈتے تیوں بائن کن آئے

جو یوسف کوں پکارے — نہ سو تے باج گرجن بائیں کیرا

چلے سوداگراں ستیں جھگڑنے — انوں پر مدعی ہو کر پکڑنے

کیتے یوسف کے تیں اس سات بہہ جھٹ — سو پائے اُن پاس تھے یوسف کوں سیوٹ

سو پکڑے اُس کہ یہ بندا ہمارا — نہ کچ ہتو نت ہو سیوا تھارا

نہیں کچھ بندگی میں دھر کسی دھات — چکا تا کام ستی سات دن رات

سو آخر کام تھے بھو تیک کیجوائے — چھپا اس بائیں بھیتر تھا اس کر آئے

ہمارا ہے اُن آخر زاد لیکن — نہ اب تدبیر ہے کچ بیچنے بن

کیتا کاہش کریں نت اُو تھا اس سات — نہیں بات آوتا ماریں جتے دھات

نہ کچ پیکیاں کیری پروا ہمن کوں — جتے تھوڑے کوں مانگیں دیئیں تمن کوں

نہ کھوٹے باج کچ پیکیے۔ ہمن لیں — جو یہ کھوٹا بندا ہم تھے تمیں لیں

کھاڑیا بائیں منیں تھے جن جواں بخت — خوشی سوں مول لیتا مفت دیکھ سخت

کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے — جگت میں دھن چھگٹ یوں کوئی نہ لوٹے

سورج کوں ایک ذرے سوں لیتا مول — لیتا امرت ہور ٹھکریاں دیتا مول

ہوا یوسف کے تیئں دے دام مالک — سو تھا اس تیئں جگت میں نام مالک

پچھیں سوداگراں لادے سبھہ بھار — ہوئے سب مصر کو دھن جاونے سوار

مالک یوسف را از چاہ بیرون کردند در دیرۂ خود نہادند

جو مالک پالیا بختاں تھے پرسن
لیتا من جیت پرس یوسف کے درسن

اُچایا ریس اس پُر ڈکھن تھے اُوپر
نہ ٹھیرے پاؤں شادی تھے زمین پر

چلن لاگیا اتالی سوں بہو تیک
کرن لاگیا بہو تیک منزلاں بیگ

جو مالک مصر کے نزدیک آیا
سو شہرت مصر میں بھو تیک پایا

سبھہ اس شہر میں ایسی خبر تھی
کہ مالک پھیر کر آیا سفر تھی

لیکر آتا ہے ایسا ایک بندا
جو گھٹتا دیکھا اسکا روپ چندا

...نین آبخر[1] کھویئے رکھے ہیں
نہ ایسا روپ کد بھوئیں پر دیکھے ہیں

خبر ایسی جو پایا مصر کا رائے
اٹھے اس کی خبر بہہ رشک میں آئے

کہے میرا نگر سو کہاں خوبی
بھلے مصریاں کوں حوراں ہوئے تو بی

سُرک بن کے جو پھول تازے کھلیں گے
سو اُن کا مکھ دیک پر توں جلیں گے

عزیز مصر کوں کھیا کہ اب توں
نکل مالک کوں سامن ہونے کوں

نظر سوں دیک اس ٹیکے نھنے کوں
لیکر آ اُس دیکھا دن ہمنے کوں

عزیز مصر جب فرمان پایا
سو کوچ کر سامنے مالک لگ آیا

---

[1] آب خوردہ

دیکھا یوسف کو دھن وہ یک نظر جب | یکا یک ہو رہیا وہ بے خبر تب
نوایا سر کہ مت سجدہ کرے اس | بھو تعظیم سوں سر بھوئیں دھرے اُس
ولے یوسف سر اس کا آپ اُچایا | کرن سجدہ آپس کے تیئں نہ بھایا
کہ یہ سر تو نہ دھرین اس کیرے دار | ہورا کھیا سر سوں تج گردن پر اُپکار
عزیز اس بعد مالک سوں کیتا بات | کہ لے چل شاہ کن یوسف کوں سنگات
کھیا بن شہ کن آئے کیوں سری گا | خریدار ایسے کوں شہ بن کن کرے گا
ہمیں جو آئے سو شہ پاس آئے | ولے اب تج تھے ہم یوں آس لائے
کہ دن چار اک ہمنا کوں رضا ہوئے | تو تنہا کوں بھی آتی نئیں صفا ہوئے
کہ بھو تیک دور تھے چل آئے ہیں ہم | ہوئیں آسودے جو لیں چار یک دن دم
اُتاریں ماندگی جاگن تن کھن کی | دھولا دیں کپڑے ہور گرد تن کی
صفا پا کھے سوں شہ سیوے کوں ٹانکیں | خوشی سوں شہر کی رخ پا دو راکھیں
عزیز ایسے بچن نیکے سُنیا جب | پھر یا راجے کیری سیوے کے تئیں تب
کہا شہ سو جو یوسف روپ کیرت | جو جاگے من میں شہ کوں آگ غیرت
دِنیا تیر دیپ سے سب روپ نیکے | جو سورج سو نکھیتر اُن کے لیکھے
کھڑے ہوئیں بہہ بازار میں رست | جو بھوڑیں دیس کا بازار یک ست

اُجالا جوت اَدِک نینوں کوں داٹے
اندھارا رات کا اندھار بچھاٹے
حریری کسوتاں سب ازرنگاری
سُنیا جوہر جرٹت سَرونگ بھاری
کہ جوں بازار میں یوسف کوں لیاویں
یہ سب بازار یوسف کا بھکاویں

مالک بعد چہار روز یوسف را غسل داد اندر دریائے رود نیل

جو جو تھا دیس وعدے کا جو آیا
سورج کھن نیل کنٹھ پر بیس اُچایا
کھیا یوسف کوں مالک اے سُہن ہار
کہ توں اب نیل گنگٹ پر آ سورج سار
سُوگند باس آنگ کیرا میل کر دُور
جو دیسے دیہہ سب نرمل نچھل نور
پدم پگ کیہہ پر مل مرگ مدسوں
گدم کر چھوڑ سکلے نیل ندکوں
سو مالک کے کہے پر وہ جگ اُوجال
رپیایا ندکوں چھاوں آپنی گھال
جھمک ٹوپی جو بالوں پر تھے کھینچا
سورج اندر سے میں تھے نس کا کہ اُچا
لگایا کپڑے اَت صاف تن تھے
کُھلیا جوں میگ سورج دن وِپن تھے
جو باندھیا نیل کا تہبند کالا
میلیا جوں رات سوں تن دیس اُجالا
جو سب جگ دِشٹ داٹیا روپ کانور
کہے اُنہر تھے ہست آیا اُتر سُور
پچھانتے بھی کہ سورج تھے اَدک ہوئے
نہ دسے یہ جوت جو سورج نزدیک ہوئے

جنوں رُوپن سورج ڈاٹن ہارے
چھپے اس تھے سورج تھے جوں تارے

جو شہہ اس دیک خبر اپنی گنوایا
خبر اس روپ کی اُس وقت پایا

بڑے لوگاں تھے ایسی یچ خبر ہے
کہ دیکھے ہور سُنّے کوں بہہ انتر ہے

پھیلے شہہ خبر اس روپ کی سن
نہ مانیا سچ کر لاکھوں میں یک گن

جو اپنی دِرشٹ سوں وہ روپ دِیٹھا
سبہہ جگ روپ مل یک رج نہ لیکھا

بوقتِ آمدنِ یوسف در دیارِ بادشاہ زلیخا را معلوم نہ بود

جو یوسف آوتے تھے باٹ لگ جب
نہ پائی تھی زلیخا وہ خبر تب

دلے جیو کوں اکو جا تیا کیا تھا
ہوا الکھ گن برہ جتنا سوا تھا

ہوا من مت کے تئیں من اِت اُتالا
اَدک ہوئے تلتل جیو کا اُلالا

نہ سوجے اُس کہ اسکا کیا سبب ہے
عجب راہی کہ یہ حالت عجب ہے

کری بھلالیون تلتل کیتے چھند
اَدک ہوئے دکھ کرے جے کچ چھند بند

اَچاٹیا دل نپٹ جب گھر اچھن تھی
چلی بھلالیون جنگل ہنسٹن تھی

بہو دیتاگ کی دیر اک سیتی
کیتے دِن لاگ جنگل میں رہی تھی

دُکھوں دنو اس لے جنگل میں پھیری
دلے یک تل برہ بھرٹ کا نہ ٹھیری

جو اس یک تن کی تنگی تھے اُٹھی آگ — سو آگلے کیوں نہ ہوئے ڈونگر سبھہ لاک

عجب تنکا جو نت یوں جلتا ہوئے — جو اس آگوں تھے سب جگ جلتا ہوئے

جرم جلتا اچھے ہور راکھ نا ہوئے — نہ تنکا جگ مینے ایسا دِکھیا کوئے

بجھا دن آگ برساوے انجھواں مینہ — بجھے ڈونگر نہ بوجھے جلتا دیہہ

میلائے اسباب واں شادی کیرے سب — ولے اسکوں اُچاٹ اُگلا کرے سب

بھو تیک تلملی ہور چھٹ پٹی تھی — نہ جگ سُکھ تھا جہاں بیٹھی اُٹھی تھی

سو جھاڑے جھاڑ پھر پھر وا ز آئی — نہ کس دُکھ تھے بن دکھ پھل کھائی

سو پھر گھر کی طرف جب رخ پھرائی — چڑی ہودج میں ہور دانٹن چلائی

نگر میں آئی جب اپ گھر کوں جاؤں — سو تھے اس باٹ تنہہ چھجے کے سامن

تو اک غلغلا ہور طور دیٹھی — نہ ویسا شور بھی کس دور دیٹھی

لگی پوچھن زلیخا ہوئی حیران — کہ یہ کیا شور کنی یوں جگ پریشان

کہے مالک سفر تھے پھر کر آیا — سو کنعاں تھے غلام یک وہ جو لیایا

سو اس کے روپ تھے حیران ہے جگ — لہذا اس کوں اسی کے دھیان ہے جگ

جو کئی لکھ سورج اسکے سامن آدیں — نہ یک ذرہ کیرے مولوں بکا دیں

زلیخا سیں اُچا دیکھت پچھانی — کہ ہوئی یہ مکھ آپس جگ کی دیوانی

سو کچھ اڑ ڑا اٹھے ان کوں خبر تھے — جو اس تھے جگ سنے گرجن انبر تھے

پچھاڑی کھا پڑی بے سُدھ ہو کر — پڑی جیو ڈُب اپس تھے ہات دھو کر

تمت وہ اونٹ وال اُونٹن چلائے — اسے اس کے محل لگ انبڑائے

وہاں جب جگ کہ زلیخا کوں خبر آئی — لگی پوچھن اسے بہہ جیو سوں دائی

کہ تیرا حال کیں ایسا پریشاں — منجے کہہ کھول میں بلہار تس باں

کہی اے مائی میری کیا کہوں میں — دیکھی پیو کوں اب اس بن کیوں رہوں میں

بھتا کنعاں سے مالک جو لیایا — جو سارے شہر میں وہ شور بھایا

جو سب جگ تھے سنی اسکی خبر توں — خبر سن کر جو دیکھی بھی نظر سوں

وہی ہے ساج میرا من مہانا — اُسی کی پنتھ دھاوے من پرانا

نہ میں اس باج مانگوں جیو اس تن — نہ میں اس باج مانگوں جیو جیون

سپن میں جو دیکھی سو یہی ہے — سمت ہت کر جو دیکھی سو یہی ہے

دھرن تن تاب میں سنتاپ اسی تھے — غریبی لے سٹی ماباپ اسی تھے

اسی تھے جیوتے مرتے رہے ہوں — اسی کی آس تھے یہ دکھ سہے ہوں

یہی منج کوں ہوا ہے آج مشکل — جلے تلمل اسی ڈر تھے میرا دل

کہ میرے جیو سوں کن انگ سنگ پاگے — اس اندیشے تھے میرے جیو پر آئے

میرا نرمل چندا کس رنس جگا ہے ۔ سورج داغ دیپ ہو کس دن دیا ہے

نین کس سکے بہو میں نبت اس تھے روشن ۔ نحل کس کا ہووے اس تھے سرگ بن

رکن اس گن آپی سنپت سرا گا ۔ رکن اس پگ کیے آپ نین بھرا گا

یہاں اس تھے آس من کی پاؤں بارہ ۔ نیچے تلویاں کوں نیتو لاؤں بارہ

جو لیو چھپی جائی وہ تول سکائی جلتی ۔ بجھانی ہے بتر کچ تدبیر چلتی

برہا کی آگ بی بن کن بجھاوے ۔ دو جا پیہ کوں میلا دے تن بجھاوے

کہی لے شمع سوز اپنا چھپا رکھ ۔ تجے یہ فکر میٹ یہیے مبارک

جتن ہو رکھ صبر کیلی آپنے پاس ۔ کھلے گا بیگ تج اِن تھے کلفا مس

در دربار بادشاہ آوردند یوسف را برائے خریدی بہا کردند

سو دلیں وہ دیس امرت بیل وہ بیل ۔ جو میٹھا لال حل دے برہ بس بیل

سبالے دا شہر تھے ہوئے دیس اجالا ۔ کھلے بچھڑے کیرا اندکار کا لا

جو سب مصری لگے یوسف سکے ہو گت ۔ سبھی اس مول لیون تئیں رکھے چت

جیسے جس کا پوری جو دست رس تھا ۔ سو اس تئیں خریدنے تئیں ہوس تھا

کہیں ہے جے مصر میں ہتا شوہدی ایک ۔ جو اس تھے تھے پریشانی بھی ہو تیک

زلیخا اس قصے تھے ہوئی خبردار — دوگن کیتی سبھوں سوں آپ یکبار

گیر ایک سب تما اس تھے آن توڑے — ہوئے عاجز ہور اسکی بات چھوڑے

عزیز مصر کوں بولی کہ اب جا — اینوں سولوں نیاڑا کر لے کر آ

کہی جے پچ مرا ہے سود فینا — سُنے مانک درب دھن کا خزینا

نہ اسکے مول کا آدھار جو ہوے سب — کہاں میں مول سالم دے سکوں سب

زلیخا پھر جواب اس کوں دیتی جو — دیوں اس دھن جے پچ میں بی تھیر دس سو

رتن مانک جو صندوقاں بھرے ہیں — گگن پھر جوں نکھیتر بیکھرے ہیں

جو یک مانیک کا قیمت کریں گے — خزینے کئی شہاں کیر سے بھریں گے

عزیز یک اور بھی لیایا بہانہ — کہ لیتا ہے اسے شاہی مہانہ

زلیخا بھی کہی جا با شاہ کے پاس — سرن کر بھیو تیک اس جم شاہ کے پاس

کہیہ اُس کوں کہ منج من یو بڑا دکھ — جو جگ میں منج نہیں بنکڑا ائین سکھ

دھردں شہ کے کرم تھے آس بھو تیکھ — کہ غم خواری کرے یو دکھ میرا دکھ

جو اس تھنے کوں لیودن منج رضا ہوئے — تو بنکرا منج ہور شہ تئیں بندا ہوئے

عزیز اسس بات کوں شہ سات آکھیا — رضا دی اُس کوں بھو مان را کھیا

عزیز مصر تب اس مول لیتا — اسے فرزند گن بھو مان دیتا

خوشی سوں لے گیا اُس آپنے گھر ‏ ‏ کیتے اُس تیئں زلیخا من مینے گھر

گی بلبل سجن کی پاس آکر ‏ ‏ وہ راس آئی پڑی من آس پاکر

پھری اس کی خبر شادی تھے بھوتیک ‏ ‏ پھر آئی ڈِشٹ دونوں جگ تھے اُس تک

پیارے پر نپٹ پیار آونے تھے ‏ ‏ چلی پیاروں اَنجھو نینوں مینے تھے

گلے نینوں سوں بکٹے دوئے رگڑی ‏ ‏ پرت انجھواں سوں تلتل دھوے پکڑی

خوشیاں تھے تلتل اُس ہوش جاوے ‏ ‏ اُس تھے پھک جگت میں نا سماوے

گھر دوزخ تھے جس جنت بیجاوے ‏ ‏ زلیخا کی خوشی وہ بھی نہ پاویں

جو پائی بھاگ تھے من آس سنپور ‏ ‏ سُتی بھاگوں کی پرداہوئے معذور

لگن سر کرن تھے یک تل نہ بھاوے ‏ ‏ سبھہ جگ من میں یک رج کر نہ لیاوے

نہ رہیا تاب اسے بھوتیک خوشی تھے ‏ ‏ رہی گم ہو خوشی کی بے ہوشی تھے

سو حیرانی سوں پھر پھر سنگ کرتی ‏ ‏ کہ میں بختیاں تھے یہ باور نہ دھرتی

کہ دیتی جاگ میرے کارنے چکھ ‏ ‏ جو پاؤں جاگتے میں میلتی سُکھ

نہ جانوں سوئے سپنا دیکھتی ہوں ‏ ‏ کہ جاگت روپ پیا کا دیکھتی ہوں

کبھیں سُد سوں میلاوا سچ مانے ‏ ‏ آپی آپ مان بھوگ اپنا بھانے

جو کئی دن یہ بِس بھا فتح چارا ‏ ‏ مِلن اَمرت پائی اس کا اُتارا

جو یُن دُکھ کے اندھارے میں پڑی تھی — نہ ہنڈ سک نا اپنی سیج پڑی تھی

سو سائیں جگ دیا دل جوپ اجالے — نہ سجے پنچھ جگ دولت کی دیجالے

کریں تحمّل سکّا نا حسد اکا — کہ دیتا سکھ گنوایا دکھ سدا کا

کدھیں اس دیکھ کر حیران گم ہوئے — کبھیں گذرے سو دکھ دن یاد کر روئے

کبھیں اس دیکھ دُکھ ناؤں بسارے — ایسے یو حال تھا اس بیں بچارے

زلیخا برائے یوسف چاؤ کرن خود برائے خبرداری طعام او داشتن

زلیخا جب دیکھی یو چاؤ اپنا — کر اپنا ہور رہیا من بھاؤ اپنا

سو اس من بھاؤ کرے چاؤ خاطر — رکھے سیوے منیں یک بھاؤ خاطر

لیتی رنگ رنگ زرتاروں بہت کی — امول اعلیٰ قماشیں اچھے گنت کی

گھڑائی زر کمر ہور تاج امولک — پڑائی جگ دمیں مانک امولک

جے کچ لوڑے سو وہ سب جیتی سنگار — رکھے سب اس کے تئیں سنجوگ یک بار

برس دن کے گنت سوں تین سو ساٹھ — بھرے ہر جنس صندوقاں میں نے داٹ

جو نت سورج تھے ہوئے دن اُجالا — پنہاوے نت نوا اسکوں پڑھاوا

جو نکلے سور سر دھر نور کا تاج — پنہائی اس راج کے سر نت نوا تاج

کمر بند ایک رنگ کا شکر سار / پھرا پھیرا کمر باندھے نہ دو بار

گھلی جوں منہ میں لے تنگلی کو انیر / سو کپڑے سلے تو سے وہ رنگ پھیر پھیر

شہانی تاج جب سر لیسیں وہ راج / کیتی لاٹا اس پہنت کہہ آپ سر تاج

عوض تن مان پیراہن پہنا ہے / بھو حسرت ستیں یوں دل میں لیا ہے

کہ اپنا تن جو ہے اک تار کی سار / سو ہوتا کاش کہ اس پیرہن تار

قبا جب تنگ پہنے ہور کس بند / تو ہوتیں اس کو کلیاں من مان یو چھند

کہ کب اس شہ کوں لگتے آنگ چھپتیں / بغل باہاں سوں کس کس ہو تو اس میں

سہاوے زر کمر جب اس کمر تھی / تو اس کوں یو ہوس دل میں گذرتی

کہ اپنے ہات اس اس ہات آپ سیں / کمر میں جوں کمر بند ہوئے رہیں سیں

تمیں سنگھ جھوں اس انت یوں سنگارے / دیکھنت اس آپ سیں تلتل وارے

کمنے سنجوگ کھانے کا بھو دھات / دیکھے جم گرم مطبخ دیس ہور رات

دھیری نعمت سوں نعمت خان معمور / طبق طبلے میوے شیرنی سوں معمور

حریری کا سیج سو دن سانج راکھے / دلے بھی یول انرم خیالی تھے ٹھاکے

کہ وہ جیو بال تن ہے جیو تھے نازک / سو خیالی چھ ہتیں بہت انیر ٹے دک

کہا جیو کی خیالی ہونا اسی / دلے یوں کن میسر ہونا کسی

کلیاں تمازیاں کھلیاں جب سیج گھالے ‏ تب اُس کوں اس ہوس کا داغ جالے

کہ اپنا پھول پھنکڑی سار کاڈیل ‏ لگے اُس تن اُس پھولاں منیں میل

رہیاں اُس کا نہالی پر جو لیٹے ‏ اپی سیوے ستیں نزدیک بیٹھے

کرن سکھ نیند اُس ہوئے رین جم ‏ ابیں بیٹھی میٹھیاں کہانیاں کہی تب

جو موندھے نین نرگس سوتی سوں ‏ رہے جوں شمع جلتی روتی سوں

جبالک دوپہرن متوال اپنے ‏ جرائے اس مکھ کے سنگار بن ییں

کبھیں اس مکھ تھے مکھیاں انچھواں سو دھوئے ‏ کبھیں ماتے نین تھے مست ہوئے

کبھیں اُس زلف تھے ہوئے بے سردپائے ‏ کبھیں اس لب پرت مد تھے خبر جائے

کبھیں دیکھیں نچھا کر گال دو تو ‏ کری اسپند اس تیں جیو جلیا سو

کبھیں وہ لال نخشارے جو دیٹھے ‏ کھلندی نین تھے کلاّل بیٹھے

کبھیں اس جوت پر جیوڑا پتنگ ہوئے ‏ کبھیں نیر ڈاٹ تے دل جیو تنگ ہوئے

رین ہور دن اپنو دھاتوں گماوے ‏ نہ اُس من مان پیہ بن کچ سہاوے

کرے سب قت غم خواری اسی کی ‏ دھرے دائم پرستاری اسی کی

وہی عاشق جو پیسہ کوں جیو سوں سیوے ‏ دھنی سیوے ہیں اپنا جیو دیوے

نین پلکاں سوں پیسہ کی پنتھ جھاڑے ‏ جو جیوے انکار داں دیدیاں سوں کاڑے

رہے جم جیو ہور انکھیاں سوں خاطر — کہ مت آدے گہیں سائیں کی خاطر

زلیخا برائے یوسف مجنون شدن قرار نہ گرفتن

پران آ گھسے جو ہے لوگاں پرائے — پرانا یو پران اس دھات آئے

کہ جب یوسف نہیں تھے تب اتھے تھے — زلیخا ہوئی نیٹ یک دیس مجنوں

لگی تن تلملی ہور چیت سنتاپ — بہوت تک چٹپٹا دے آپ میں آپ

ہوا روندھن بہوت دکھ داب بنتے تھے — پنکھی جوں تڑپھڑے اُڈ کاٹتے تھے

ہوا جیو اوکلا اس چٹپٹے تھے — نیٹ کچھوائے کر جیو پہ اٹھے تھے

نہ جاوے دکھ جہاں جاوے ہور آوے — نہ گھر میں تا بہوت آرام پاوے

نہ بوجھی آگ انجھو برساونے تھے — نہ ٹھہری آونے ہور جاونے تھے

ٹکا سو پان جوں بارے تھے بھیرے — کسی ساعت نہ چک کس بٹھاوں ٹھیرے

جو دیکھی دائی اس کوں یوں مرن حال — لگے اس حال پوچھیں لاگ دنبال

کہ تج کوں یو نوا دکھ کیا سبب ہے — یتی بے طاقتی تج تھے عجب ہے

کہی جے آج میری سُد نہیں منج — نہ کھولے جیو کا روندھن کہیں منج

جہاں جاؤں سوا گلا دکھ پاؤں — سلگتی آگ من میں کیوں بجھاؤں

زرا ہے بوجھ ناہیں بوجھتی ہوں | کہ کا ہے آج پیتا کو جھتی ہوں

سو آخر جب میلے اس سہات یوسف | سو باتاں میں کھیا یک بات یوسف

بسو نکلی جوں لیکا یک بات پر بات | کھن لاگی کچھ اپنا دکھ بی اس سات

سو بوسے باین کیرا ماجرا بھی | کہے سب باٹ میں کا واقعا بھی

زلیخا دکھ سنی بہہ دکھ سیتی | سو اپ دل میں گماں یوں آن لیتی

جو اس دن دکھ داٹھیا تھا یکا یک | سبب اس بھی ہوسے گا بھو ٹھیک

گنتی اس ماں ہور تاریخ کوں جب | گماں اس کا جو تھا سو سچ ہوا تب

جہاں جن دو جیناں میں نیہ لاگے | سو دو دو دیہہ مل یک دیہہ لاگے

کہیں جگ دل کوں ہے دل کی طرف باٹ | نہ آڑا ہوسے کچھ لڑ لوٹ کھٹ کھاٹ

سو دو دو دل پرت سوں سنگ جو پائیں | سو دو دل دوسے مل یک انگ جو جائیں

سو عاشق کا جل پچھانتا نہ تھا ہوسے | کیوں اس معشوق کے تئیں باٹ نا ہوسے

جتیاں اس دل کوں درزاں ہو کھڑکیاں | دیتیاں یاتاں بھی اپنے سکھ کیاں

جسے کچھ حالت جو اس کا ہت پا دسے | سو اس باتوں تھے اس کا چیت آدسے

سنٹے کا نٹ جو سنیہہ کے پاؤ بھیتر | پکے عاشق کیرا دل بیچ پٹر کر

کہیں جب ایک دن نشتر سوں رگ مار | جو لیلیٰ ہات تھے گری ہو کت دھار

سو مجنوں دور ڈھونگر میں رہیا تھا | سو اس کے ہاتھ تھے لوہی بھیا تھا
جسے کوئی من سمیت چیت باندھے جگاو چیت | نہ لاجیے وہ کیھیں یک تل سچیت چیت
بہلاوا بیو کا جب لگ نہ پاوے | تو اس کے دکھیاں سوں نیں ان گماوے
بسے اس بن منیں وہ روپ رس رنگ | نہ اس من میں بوس دوجی دیکھن رنگ
دسے اس سوں تھے وہ دل کچھو بہے | کر دیکھن من تپتے تس نین بھی دسے
جو وہ لیلی تیں بھی پائیں درسن | منگے من لال سیتی لاگ بیسن
جو پاوے تو سنگات اپنا سنگاتی | نہیں راہن رکیاں سوں لاگ چھاتی
جو یوں بھی سنگ جنم اس مت کا پائے | بچھڑنے کی ڈروں نت جیو پر آئے
نہ کوئی بیرت منے سکھ سات جیوے | نہ جیونے کا لذت کوئی یہنہہ میں لیوے
کوئی یہنہہ میں لہو گھٹ گھٹ جیوے | دکھوں سیوٹ کوں اپنا جیو دیوے
جو یوسف کوں زلیخا نیں دیکھی تھی | سو چھاؤں اس روپ کا من میں رکھی تھی
سدا اس چھاؤں کوں مانے سنگاتی | رہے جوں چھاؤں اپیں اس چھاؤں ساتی
نہ تھی کچھ آرزو اس بلاج اس کی | جو دیکھوں اس جو ہے یہ چھاؤں جس کی

یوسف دیدنہ باقی خود گاہے طرف زلیخا ندید بدھم زلیخا حیران شدن

جدا سکے دیکھنے تھے پائے من آس | مدن بیلا اس کا رتن لائے من آس

منگے امرت ادھر ندیاں پیون سہاون سیج مل انگ سنگ لیون
کہ سیج جن باغ دیکھن ہوس کر جائے پھلیں باغ دیکھت نیں سکھ پائے
منگے اتنے تھے سن پھل پھول توڑن لگے اتنے تھے دکھ وہ باغ چھوڑن

زلیخا توڑتی تھی سنگ اس تھے ولے یوسف چکا دے انگ اس تھے
زلیخا جلبل یوسف کن آوے ولے یوسف نہ آگ اسکی بجھاوے
زلیخا دشٹ اس مکھ پر رکھن ہار ولے یوسف سو یک اپنے دیکھن ہار
زلیخا یک نظر کے تئیں بھلے جم ولے یوسف اپیں دیکھے تلے جم
زلیخا نین تھے انجھو بہاوے ولے یوسف جو انجھو دور دھاوے [1]
ڈروں سے فتنے کیرے وہ مکھ نہ دیکھے نین فتنے سو دھن کی مکھ نہ دیکھے
نہ مانے موہت اس درسن کوں درسن جو موہنت کی طرف دیکھیں نہ موہن
اہماس انجھواں سوں راہے نت موہت کہ مت اپسے دیکھے یک دشٹ موہت
جو موہت تھے چکاوے دشٹ موہن چلے نینوں تھے لوہی ہوئے کرن
زلیخا پر پڑیا یہ دکھ برا اجب سنپڑ دکھ بھار تل ٹھہری اڑی تب

---

[1] یہ شعر مخطوطے کے حاشیے پر لکھا ہوا ہے۔

اُسے سکھ کا جو دکھ پہر پہر گھڑی کا ... رکیتا جوں پات پیلا پت جھڑی کا

بہو تیک ڈھوے کر اس دکھ کا بھار ... جو سیدھی سرو قد تھی سو جھی نار

سکی جوں باغ سکتا باج پانی ... تپی جوں نیر بن مچھ تلملانی

رہی سکھ کر ادھر امرت جھڑی سو ... جلیا رنگ روپ جگ روشن کری سو

نہ سر کنگھی کرے نا مانگ کاڑے ... نہ کد چونڈا کسے سو رنگ ناڑے

رہیں وہ بال بکھرے سو پریشان ... کہ رہا ہے آپ بھو تیک ہو پریشان

نہ دیکھی آرسی نا مو کھڑا دھوئے ... ڈلے انجھواں تھے وہ مکھ آرسی ہوئے

جگے جس مکھ تلک رکت تازا ... لگے تس مکھ پر کس دھات غازا

انجھو جس نین کی کالک لجھا دیں ... سو کیوں وہ نین سرمے سوں سہا دیں

جسے کوئی گل مانہ پیہہ کی بھانہ لوٹے ... سو وہ کیوں جینت ابرا حسن کی چھوڑے

جسے حسرت کی دے سائیں کمر بات ... اسے کیا کام ہو سی زر کمر سات

ادھر پیہہ کے جسے یاد آئیں پھر پھیر ... اسے کیوں یاد آئے امرت گن نیر

جنے سائیں سجن کی پیاس لاگے ... سیت سمندر تھے پیاس اسکی نہ بھاگے

نہ اس آن بھوک جس پیہہ کی لگی بھوک ... نہ کیچ آن بھگت بیتیں اس بھجے بھوک

زلیخا کئی دن اس دکھ تھے جو کوجھی ... گن اس گنونت کے اوگن کر بوجھی

میرے سر بھور اُس نگڑیاں کوں ہے گانٹھ — اُسوں باندھی ہوں جیت سب جگ تھے چھانٹھ

جتا منج سوں دھرے اُن من میں یہ گانٹھ — نہ کھولوں میں جُگ گانٹھے ہوں سونیہ گانٹھ

سجاوہ شاہ میں دراسن کی داسی — اسی کیا جینت جیے میں نا ودا اسی

دیکھے عاشق جتا معشوق کا دکھ — سبہ بسرے دیکھت معشوق کا مکھ

جتا اُس دیکھتے تھے دکھ اُبل آئے — ولے اُس دیکھتے تھے نار بہیا جائے

دیکھت نا دیکھنے کا دکھ بسر جائے — ولے کئی دہات کا دکھ بھی بھر آئے

جسم اپنی عمر دکھ سوں کھوے عاشق — جدا جانکندنی میں ہوئے عاشق

جتا عاشق دیکھے پھر پھر پیا کوں — دک ہوئے دکھ پرتا سکے پیا کوں

ولے یک تل مُکھ کے نا دیکھنے تھے — اگرچہ ہوئے دکھ آگلا دیکھنے تھے

دیکھو یا نہ دیکھو یہ دُکھ اُسے ہے — سہس دُکھ میں دیکھت یک سُکھ اُسے ہے

ولے وہ ایک سُکھ لیائے سہس دکھ — جو سچ پوچھیں تو جھوٹا ایک بی سُکھ

جتے عاشق سو عاشق دو دکھ کے ہیں — سدا وہ کل منکر سر سُو کھ کے ہیں

نہ بھاوے سنگ اُسے بن دُکھ کھاتا — نہ کھاوے مرغ آتش خوار داتا

نہ جلنا چھوڑ پروانہ سنگے جل — نہ کیم سنگ خوار کوں بھاوے میٹھے پھل

دایہ حال زلیخا دید و پرسید کہ حال تو چگونہ خستہ شد

زلیخا کوں جو دیکھی دائی اس دھات — لگی پوچھن بھوت یک رُدنے سات
کہ توں اجنوں بھی کاہے دُکھ کرتی — جو بوچھا جا و تاتج مکھ پڑتی
تیرا من مت نت مندھیر تیرے — ہے کچ من جیت نت مندھیر تیرے
جدھاں اپنے سجن تھے دور تھی توں — ندھاں جلتی جو تھی معذور تھی توں
ایتاں اجنوں میلے پر بھی جلی کائے — بتی جوں موم کی جل جل گلی کائے
نہیں کس عاشقاں کوں یہ میسر — جو اس معشوق اچھے سیوےکسوں اُس گھر
بہو جسوں نت اُتم راس ہے تج — ہے گوسائیں تیرا سو داس ہے تج
دھوں جگ دیپ چندا جس اجالے — نکھیر سار سورج مکھ چھپالے
سو وہ بس دن تجے ہے نین اُجالا — اچھوں تج نین کاہے دیس کالا
نین کوں نور دئے جس بنڈ کی کیہہ — نین بھر نور سوں دیک وہ دیک دیہہ
برہ بس سمد جب توں بیوتی تھی — سو اُس کا یاد بھنجن دیوتی تھی
جس امرت یاد بس سمد نواری — سو آپی آئے کیوں ناہیں اتاری
زلیخا جب سنی دائی تھے یہ بول — لگی بولن انجھو پانی رکت گھول

کہی کیا پوچھی اسے مائی مینمنت　　مگر توں بوجھی نا ہیں پریت جنت

عجب ہے جے پیا کوں یہ بوجھ ناہیں　　کہ ناہیں منگتا ہے منج سا ہیں

جتا سیوے سیتی نزدیک ہوں میں　　دلے وہ دور کتنا کیوں سہوں میں

سدا منج دشٹ تل وہ روپ را ہے　　دلے منج پر کدھیں نا دشٹ پاہے

رہے منج دشٹ تل دن رات پیا ہیں　　دلے من سنگ اسے منج سات ناہیں

دہروں من سنگ اُسوں انگ لوڑوں　　سنگے وہ جو میں اپنا سنگ چھوڑوں

نہ کد منج سات کھل کر بات بولے　　نہ میٹھے ہونٹ ہنسنی سات کھولے

سدا یہ مانگتی ہوں میں رکت ردی　　جو منج پیاروں سوں دیکھت سکتیاں گئی

منج یوں کیوں نہ ہوئی گلے کا کانٹھ　　جو منج دیک اس ہتھوں تھے نکلے گانٹھ

کدھیں نیکیاں بھنواں سوں کر اشارت　　نہ دیوے سیج ملنے کی اشارت

ادھر امرت شربت نا پیلاوے　　دلے تلتل حسرت لبس کھلاوے

بجھے پیاس اس پیاسی کی کنو ریت　　جو اس کوں دور تھے دکھلائیں امرت

سرگ بن سارا تا زا مکھ دیکھ دیکھ　　ادک ہوئے دل کیری حسرت بہو تیک

سرگ بن دو زخیاں کوں بھی دکھاتے　　کہ مت بھی چکھ حسرت سات جاتے

سرگ بن جھاڑ تھے وہ جھاڑ ادک گن　　دلے میں پاوں اس تھے پھل سوادگن

جتا جل جل رہوں دکھ دھوپ میں پڑ — نہ چھاوے چھاؤں ٹھنڈی کچھ منج پر

لیتی جو ہیر سٹھے جوں روکھ بن دھار — نہ پر بال انہرائی منج دہر آدھار

سہا دن روکھ ہو منج من چمن مان — یوں پیاریوں سوں دل منج رخ لیتے نا

بچھانی دائی جب یہ حال اٹھی رو دئی — کہ ایسا حال سوں کیوں جیونا ہوئی

جو اس کڑ دای سوں ملنا گھڑی کس — بھلا جی او چٹا بچھڑا ابرے رَس

کہ بچھڑے ماں دیکھیں تیں جلیا دل — دیے یہ دکھ دہی بہ دھات تلتل

زلیخا حال خود حضور دایہ عرض کرد

زلیخا دای کوں جب دکھ سنائی — سو اُس غم میں جو اس غمخوار پائی

کہی جم راکھتی توں منج پر پیار — سدا ہر کام میں منج توں مددگار

منجے یک کام ہیں توں ہو مود اب — کہ لوڑے تج غمخواری میری سب

میرے سر پر تھے بگ اپنی اُچا کر — میرے سرتاج ماجے لاگ جا کر

بھو تیک سرن کر اس راجنا کوں — اُسے یہ بول کر میری زباں سوں

کہ یہ من بن سرگ کی روکھ طوبیٰ — جو تیری چھاؤں تھے بار آئے خوبی

سرگ بن جھاڑ ٹھنڈی چھاؤں تت چھائی — جو ٹھنڈی چھاؤں تیری قد تھے پائی

چمن میں سرو جوں بہہ ناز کرتا | نیاز اُس چھائوں کی بھوتیک دھرتا
دِسلے یہ سرفرازی اس کہاں ہوئے | بھاوے گا لوبے حسرت ستیں رئے
جو لاوے من میرے کر نور کی ڈال | بڈھاوے جیو پانی گھال کر پال
سو تیری چھاؤں سوں وہ سار نا دے؟ | نہ ین تج چھاؤں کا تیہ بار لیا دے
زلیخا بھی سرگ بن روپ کا جھاڑ | سو اُس بھوتیک تیری چھاؤں کی جاڑ
تیرے دُکھ دھوپ میں جل جل سُکتی | کِتا جالے اَنجھوں اس دھوپ دکھتے
توں اس سر چھاؤں چھاؤں تیں نہ کر جا | نکوسٹ خوار کر اُس چھاؤں کی سار
دیکھت سہنے ہیں تیری چھاؤں لیتے | ستے ماباپ اُس تھے ہوئے گدے
جو اپنی چھاؤں تھے اس کو بھلایا | سو کا ہے چھاؤں اپناں اس تھے لجایا
جدھاں تھے چھاؤں پر تیری رہی بھول | نہ مانے دوئے جگ اس چھاؤں کا مول
جو باندھی تیہ تیری چھاؤں دیکھت | رہی جوں چھاؤں ہو پت دیہ گھٹ گھٹ
جدھاں تھے دیک تیری چھاؤں موں سے | دو ہوں جگ چھاؤں تھے بیزار ہوئے
سو توں اس چھاؤں تھے بیزار لیسے | نہ جانوں چھاؤں تج کیوں بھار دیسے
تکر جوں چھاؤں ہلکے بھار کر گن | سب اس کا بھار سہہ کر بخش بھارن
گیا تیرا جو جیو اُس تھے لگے بھار | کیوں اس کی چھاؤں میں ہوئے بھار کا ٹھار

ولے اس دو جگت بھار وہ چھاؤں ‎ کیتے جس جیت موہن کا روپ وہ چھاؤں

منگے جے چھاؤں ہو تج سنگ رہا ہے ‎ چکا تا توں سو اس تھے آنکھ کا ہے

منگے جے پڑا ہے جوں چھاؤں یک تل ‎ کھنڈل یک تل ولے دکھ سوں نہ کھنڈل

جے کوئی تج تیئں جو بالے پن تھے پالے ‎ کیتا کوں اس حرم جلتے کوں جالے

تیری یک دشٹ تیئں وہ جیو دیوے ‎ سو توں یک دشٹ نا دے جیو لیوے

جو مارن لوڑتا یک دشٹ سوں مار ‎ ولے نا ماریوں دشٹی تھے اوتار

جو آہو نٹیاں میں اس کا جیو رہا ہے ‎ ادھر شربت نہ دے اجنوں سو کا ہے

جو ناہیں منگتا مرتے پنچاوں ‎ تو بھی بند بند شربت تو پیوادں

شہنشاہاں جسے منگتے نہ پائے ‎ سو داسی ہوئی وہ تج سیوں آئے

ولے توں کئی پھراتا مکھ اس تھے ‎ نہ دے سکھ اس نہ لے آپ سکھ اس تھے

سو نکھن کامنی وہ سندھری نار ‎ نہ پاسی جگ میں توں نار اس سار

سو کیوں اس نار کی توں چاڑ ناہیں ‎ جو نار اس سار کی کس ٹھار ناہیں

دھیلی ہو رہی تج بن سہیلی ‎ چھبیلی سیج بھی تیری اکیلی

جو سووَل سیج تیری آئی سو دھن ‎ بھری پھولوں منیں سب سیج سودن

کھجور اسکے ادھر تیرے سو نا بات ‎ میلا کھجور کوں نا بات سنگات

جو بھیجی دائی کوں یہ بات سکلائی — جے کچ اُس باب کیری بات دیکھلائی

کیتے بھو چند یوسف کوں رِیچھائی — پڑی پھر منتر اس کا من بھلاگی

سُنے یوسف جو منتر دائی کیرے — لگے بولن میٹھے ہونٹاں تھے ہیرے

دیتا اُتر کہ اے سب گت بجنہار — تمہو منج بھوندے کوں توں منترکار

زلیخا دام دے لی سو بندا ہوں — بہوت اسکے کرم کا شرمندا ہوں

میرا تن من پران اسکا سنیت ہے — سیت دھاتوں مینے اس کا پرت ہے

جو جیاں ہوئے بالے بال سب من — نہ سکسوں اس کرم کا انت بولن

جے کچ فرماں اس کا سر چڑاؤں — جے کچ خدمت کہے سر سوں چلاؤں

ولے جی جائے پیارا جیو میرا — نہ ان بھاتا کروں کہ تار کیرا

کدھیں منج پر گماں ایسا نہ کیجے — جو ایسے پاپ تئیں یہ جیو پریجے

عزیز آپیں منجے بنکڑا کر آکھیا — پتیا کر آپنے گھر ہاں رکھیا

نظر اس کے نمک پر کیوں نہ راکھوں — ایسی کی شرم لیون کیوں نہ دھاکوں

جو میں پیغمبراں کی نسل کا ہوں — وہی امید میں بھی راکھتا ہوں

جے کوئی پاکاں کے نزل پیٹ آدے — سو ناپاکی سے کیوں نار کندرا دے

جو میں ہوں باغ ابراہیم کا پھول — جو راہے سرگ بن اس باس پہ پھول

سو ورگند باس اس تھے کیوں دیکھے کوئی　　جو کیرت باس اسکی جگ بھری ہوئی

جو میں یعقوب ہور اسحاق کا ہوں　　سو میں انکی جلیت پر کیوں نہ رہا ہوں

نہ بیل اندر ان کوں ہوے داک دانے　　نہ دھتورا پھنس پھل بار آنے

نہ ہنس کی انڈری تھے کاک اوبجے　　نہ کد کوڑے تھے بلوند باگ ابجے

پوتر دنس تھے میرا تو آیچ ہوئے　　نہ منج تھے بن پوتر ہور کچ ہوئے

دھردں سینے میں جبرائیل کی بوج　　کردں بانفس عزرائیل کی بوج

خدا معصوم کر پیدا کیا منج　　خطا کیوں آئے عصمت ہے عطا منج

نہیں لائق زلیخا کوں بھی یہ بات　　جو یوں چوری کرے ... دھنی سات

اسے کہہ جی رہے اس فکر تھے دور　　کہ اس بات تھے منج کو بھی معذور

کہیا یوں دائی کوں سمجھائے سمجھائے　　کہ مت دائی زلیخا کوں کہی جائے

زلیخا خود رفتند نزد محل یوسف حال خود عرض کردند

زلیخا کوں جو دائی یہ خبر دی　　اٹھی اپنی خبر تھے اس خبر تھی

پچھے کالج ستیں لوہی جو ردئی　　سو کالج تکڑے پلکھاں پر دئی

بہو تیک باولی ہو باؤ بھر کر　　چلی جوں باؤ اڑاتی دھول سر پر

کیتی پیو پاس روشن چت جھڑکے | کہ مت اس پر متیا کی نیر جھڑکے
کبھی توں منج کوں جیو تھے پیارے | میرا تن من جیو تج پر تھے وارے
سدا ہیں تج پرت داغوں کی بھونی | بھری آگ اس درونی کی درونی
درونی آگ تھے[1] سرونگ چلتا | سبھ تن جل جل جوں موم گلتا
کیتا دکھ دوزخ اس دل میں سمالیوں | جگت جلنے کوں ڈرکیتا چھپالیوں
جو دل کی بھاپ پرکٹ دیوں یک تل | جلیں تارے سیت آکاس سوں مل
جو بیٹھوں[1] میں سرگ بن مان جل[2] جایئے | سرگ منج دل کیرے دوزخ تھے جل جائے
نہ منج من میں لسے بن خیال تیرا | تیرے خیالوں ہوا یہ حال میرا
منجے سرونگ بھیدیا ینہہ تیرا | تیرے پرتوں سوں پوریا دیہہ میرا
سدا تج تھے دکھ بیری رہی ہوں | تیری پرتوں میتے بیری سہی ہوں
نہ میری ذات ہے میں جسے دسیوں اپ | نمونا ہے تیری پیرت کیرا سپ
زلیخا تھے سنے یوسف جو یہ بین | بھائے انجھو جھڑی کر اپنے نین
زلیخا ہوئی دو چت اس رونے تھے | گماں اس دل کوں دوزخ ہونے تھے

---

[1] بیٹھوں [2] چل

سو یک آس اُس یوں لاگی بھو تیک — کہ رویا پیار کر دکھ آپنا دیک

ولے دوجا سو درجا نیا گیا اس — کہ اس بینوں تھے مت کچواٹ ہوا اس

ولے ہر حال لاگے تلملانی — کہ سائیں کوں ہوا دکھ اس بہانی

لگی پوچھن بھو دکھ سات پچھتائے — کہ کہہ منج سات کی تج رونا آئے

ملنگی تج کن بجھاون دکھ بھڑکے — سو توں انجھواں سوں تیرے تیل چھڑکے

منگوں رد رد جو توں منج سوں ہنسے چکھ — سو توں رو کر رولادے منج ہر ٹکھ

سچا تج دور کا ست معجزا ہے — جو پانی سات منج کوں جالتا ہے[1]

جو دیکھے یوسف اُس کا جلتا یوں — رتن رو لے آدھر تھے بی پتھر جوں

کہیا میں روتا یہ ڈر ہتیا رک — کہ نا ہیں نیہ کس کا منج مبارک

بھیپی میری جو میرا پیار کیتی — سو منج چوری ستیں بدنام کیتی

جو میرا باپ منج سوں نیہ لایا — آ دیکھے پن تھے بھایا کو نہ بھایا

سو میرے بھائی بیری ہوئے کر منج — بہو آزار سوں کیتے بہو منج

منجے اب پھر بھرا اندیشا بھی آئے — کہ تیرا نیہ منج سر کیا بلا لیائے

---

[1] توں۔ ردیف کے لحاظ سے یہاں "ہے" ہونا چاہیئے۔

زلیخا کہہ اُٹھی اسے جیو جیون | کھڑی ہوں تج کے تئیں میں جیو سکن
نہ تج سوں سربری کی بات کرتی | جو تیرے داس پن کی ہوس دھرتی
سو اس داسی کمینہ تھے نہ آسی | جو کچھ وہ جو تیرے دل کوں نہ بھاسی
نہ بن تیرے پرت میرے ہیا میں | نہ تیری نیہہ بن میرے کیا میں
یو منج کوں جیو تھے توں اگلا ہے | نہ منج تھے ٹھڈ پرائے کا بھلا ہے
نہ اپنے جیو کوں چینتے بُرا کوں | نہ اپنے جیو تھے راہی نچنت ہوں
نہ تیری باب غفلت کھاؤں گی میں | نہ جُھک تج تھے کنارے جاونگی میں
نہ کوئی جیو آپنا آپی دُکھا دے | نہ ہو سکتی جو کوئی دُکھ انپڑا دے
نہ توں یہ دھاک اپنے من میں نے راکھ | دھروں تج تھے اوک اس باپ کا دھاک
نہ کر منج سات توں بہانتے بیتے دھات | رُلیاں سوں رہ سُمت ہو منج سنگات
ادھر امریت رس جگیہ چاکھنی دے | ٹیکے مکھ پر منجے مکھ راکھنے دے
گلے میں آ رہیا جیو دے گلے یا نہ | نجھن دے منج با نہ اپنے گلے ماند
دھڑکتا دل ہتیلی راکھ کر دیکھ | جو راحت انپڑے اس تھے بہو تیک
کہے یوسف کہ اے میری خداوند | میری گردن تیری بندگی کیرا بند
نہ سنگ اپنے بندے سوں سربری توں | نہ گن کم کام اپنے سروری سوں

کہاں گھر سے منجے تج سوں یہ نسبت — عزیزا ایسے سوں کیوں ہوئی منج شرکت

نہ منج تھے بندگی بن کام آئے — میری بندگی کے لائق منج فرمائے

یکھا دا کام خدمت منج لیا دے — میرے سر کچ خدمت کا دھندا دے

جو سر لیوں وہ دھندا سر سُوں اس میں — جدھاں لگ جیوتا ہوں جیوں اس میں

ہوس خدمت کیری بھو تیک دھروں میں — جو اس تھے حق گذاری کچ کروں میں

کہ خدمت تھے بندے آزاد ہوتے — عنایت تھے شہاں کے شاد ہوتے

زلیخا جب سُنی یوسف تھے یہ بات — پچھانی جے بہانے لیائے سبھ ہات

کہی میں نا گنوں تج کوں بندا کر — جو تج فرماؤں بندگی کا دھندا کر

تیری بندی لکھ ایسی گنوں میں — سدا داسن داسی ہو رہوں میں

ہزاراں باند برُدے راکھتی ہوں — نہ ہوی تا خیر جے کچ آکھتی ہوں

سو کیوں تج کوں انو میں چھوڑ دیوں — اُنوں کا کام تیرے بات لیوں

چترن جے باٹ چلنے کوں کیتے ہیں — سو کیوں اُن سم تین کوں دیکھتے ہیں

جو بھوئیں پر پاؤں رکھ سنپتی سدھاویں — اگر دیدے سے رکھیں آدر پاویں

جو یوسف بول اسکے کان کیتے — پھرا اُس جواب میں حیران کیتے

کہی جے منج پرت ہیں لاف ہے تج — جو نہا سات سینا صاف ہے تج

تو یوں لوڑے جو میں لوڑوں سو لوڑے ॥ ایس بھاتا میرے بھانے میں چھوڑے

کہ جن معشوق پر بھاتا چلا دے ॥ ایس بھاتے کیرا عشق اس سنا دے

جیسے معشوق کا بھاتا جو نا بھائے ॥ نہ اس معشوق کا عاشق کھیا جائے

تیری خدمت گذاری منج بھاوے ॥ سو توں کیوں بھاتا میرا کیوں نہ چلاوے

منگے معشوق اگر عاشق تھے دوری ॥ تو دوری سوں کرے عاشق صبوری

منگے یوسف بہو کوشش سوں خدمت ॥ کہ اس صحبت تھے بایسے دور ہوے مت

کہ تھا صحبت میں یہ فتنے کیرا ڈر ॥ سو منگتے تھے جو باپچے دور ہو کر

زلیخا را یک باغ بود تعریف آں باغ و کنیزگاں خوب برائے یوسف داده الیہ باغ نمود

جو کوئی بن اس حکایت کا جو لایا ॥ سو یوں پھول اس روایت کے گندایا

جو یوسف کے آدھر پھول پھنکڑیاں سار ॥ زلیخا تیں کیتے یہ پھول خوں بار

سو وہ نیکے بچن پھول امرت باس ॥ زلیخا کوں لگے انگار کی واس

جو اس چھالوں تھے سر تک کوں اٹھے دھک ॥ رہی انگار ہو سر تھے چرن لگ

سو بھو تیک چیپا یک فکر کیتی ॥ ولے اس تھے بھی من بھا نہ لیتی

سو کیتے تھا زلیخا کو جو یک باغ ॥ جو اس تھے ہوے سرگ بن دل اپر داغ

دسیں وہ جھاڑ مل کر ڈال ہیں ڈال
رہیں زنار جوں مل بانہہ گل گھال

دتیا مدرس پیالے لال گلال
سو اُس تھے سرو ڈلتے ہوئے متوال

جو پھولے پھول سو رنگ روپ سنگات
کرے نرگس نظر بازی اُنو سات

دیکھیا سوسن کہ نرگس شوخ دیدا
ہوا اس مارنے لے بانک سیدھا

سو اُس آڑا ہوا مخمل غرانا
سو نرگس بید کن لے گئی کرھانا

لگیا سوسن سوں اُس جھگڑا بھو تیک
لگی بانکاں لڑن ایکس ستیں ایک

یوں آ ٹھیل دونوں کوں چھوڑائی
ملا گل لائی بھی بیرت جڑائی

بنفشہ کوپ سوں شمشاد سنگات
لکھے ہیں لام الف جوں خوب خط سات

دلے جب تخل سے یہ سخر سوں دیک
چھپایا کونپ میں کانٹے بھو تیک

سو نیلا ہو رہیا لاجوں تھے وہ جب
گلی یرقع اُچا دیک ہنس پڑیا تب

زنگاری مشک بکیاں میں بھیجے جو دھوپ آئے
سو اس تھے صحن کوں یہ رنگ روپ آئے

کہ جوں سبزا ہریا مخمل بچھا کر
تگٹ کیتے بہو نقشوں سوں اس پر

چمن دون ڈھیر جانوں پر کہ پتر
مدھم اُجلا رکھے دوں دھیر لکھ کر

جو اس میں گالوے رنز مل بہاوے
رو دیے کیاں جدولاں جانوں سُہاوے

پھولوں پہ سبے بھنور ہور بھی سُہاوے
سو دھن مکھ تل ہور خوبی سُہاوے

چمن میں کی چتر مکھ دیکھیاں کر — رکھے تھے حوض دو، دو آرسیاں کر

نہ کاچ آچھا اچھے اس نیر جیسا — نہ کوثر ماں میٹھا نیر ویسا

ولے وہ حوض بھی جوں حوضِ کوثر — کہ جوں دو نین دِیسے یک سراسر

سو بیچ اُن کوں کہ تھے پتھریاں دو دو — صفا اس پتھریاں کا کہہ سکے کون

نہ کوثر نیر اس پتھریاں تھے نرمل — نہ چندا جوت اُتو تھے ہوئے اُچپل

سو وہ دو ڈون بھی تھے یک بن اُپر — کیتے اس کے میلنے تخت گا دھر

سنگارے تخت بھوتیک چاو کر کر — چڑے یوسف مت اُس پر پاو دھر کر

بلا یوسف کوں اُس پر سہیلائے — حوالا باغ کا ان سات لائے

کہ جے کچ کام خدمت منگتا توں — تو لے اپنے سر اس بن کا دھندا توں

ملائے ایک سو آمول داسیاں — سگھڑ امریت بھاشیاں پھول باسیاں

چُنے ہر ایک سو اُن لا کھاں منیں تھے — ہر ایکن روپ اَچھیا چند نی تھے[1]

کِھلیاں جوں پھول مکھ جیو بن کلیاں سات — بھلاتیاں جیو لانیاں چھند سنگات

چتر جیو سار سب سر دونگ سنگار — سدا ہنس مکھ ہنس چالی چلنہار

---

[1] ہے ۔

بہہ جوں ڈھال موتی ان بندی سو — کلیاں تازیاں اچھوں ناہیں گندے سو

سبہہ جوں جو اچھوں ناہیں چھپے سو — ولے حوراں تھے روپ آگلا دیئے سو

ڈھلکنے نین متوالے ڈھلکتے — جھمکتے جوں جھمک بجلیاں جھمکتے

جو چمکے چھند سوں تو جگ چونکے — جو ٹھمکیں ناز سوں تو جگ ٹونکے

تپس کیتے سو تپسی ہو رہوگی — تپس اُن کو دیکھت مت ہوئے بھوگی

رکھی یوسف کی خدمت تیں انو کوں — کہ مت کچ بھوگ لیں یوسف اپنو سوں

کہ جے ان سات لیں کچ بھوگ بیلاس — تو پاوے کچ انو کھے بھوگ کی باس

مدن میٹھائی کچ ان تھے جو چاکھے — تو کچ اپس ل بھی بھوگن چیت راکھے

بھو تیک باولے ہو کر اینوں دھات — منگے اُس باولے دیون انوں سات

دکاری چت میں راکھی یو ہوس بھی — کہ جے یوسف بھلے ان میں لکیں تھے

تو جب اس سات تس کر میلنے جاہے — دغا سوں اُس کیری جاگا اپی آئی

وہی کر جان کر بھوگے اپس سات — رلیاں سوں رنگ سنگ ہوے سبہہ رات

کہی ان کو کہ سب یوسف کوں سیؤ — جو مانگے جیو جیو ان بھاون دیؤ

لہ اچھوں

کھڑیاں یک پاؤں پر جوں سرو اچھو سب
جہاں دوڑا اسے دوڑ د یا وُ ہو سب

تنن سوں نیت اس کی جھاڑ را کھو
جے کچ بولے سو بس انکھیاں پہ راکھو

نیکے رو پوں سوں اسکا من بھلاؤ
ہنسی بازی ستیں اس کو ہنسا ؤ

بھو شوخی سوں شوخی سکلاؤ
بھو چھند بند کر اس سکھلاؤ

ولے جس پر جوان رغبت کرے گا
جسوں مل سو تے رس جیت دھرے گا

تو اول وہ خبر منج پاس لیاؤ
ترت وہ بات آ منج کوں سناؤ

کہی یوسف کوں بھی اے من موہانا
تیرے واری میراتن من پرانا

سلکھن داسیاں یہ سب کھڑیاں سو
سنے گیاں پوتلیاں جیسیاں کھڑیاں سو

انوں سوں سنگ کارن تج رضا ہے
کہ منج بھاوے جے کچ بھاتا تیرا ہے

جو تج دل پر حرام ہو کر اچھوں میں
حلال ان کو کیتی ہوں میں تیرے تئیں

چھبیلا نو مدن سلے توں نوا بھوگ
نوے جوبن نھنیاں سوں کر بڑا بھوگ

جو تت منج دیکھتے بھوں گانٹھ پڑتی
اچھیں تج دشٹ تل کیوں گانٹھ پڑتے

جو توں یوں منگتا ہے دور رہنے
نہ منج کوں ہے سکت ہور کچ کہنے

جو مانگے جیو تن جھٹے جا دنے کوں
نہ کوئی راکھن سکی سمجھاونے سوں

کہی یوں ہور جیو اس پاس چھوڑی
کیا نرجیو ستیں گھر کوں چھوڑی

سچا مُوہت جو موہن بھاوتے پر — اچھے راضی آپن اُن بھاوتے پر
منگے موہن جو دردائیں دیونے کوں — درد ماننے دوا کرلیونے کوں

تعریف آں باغ بیان کردند

رُتن ہوتے لگیں سنگار بن سب — نکھتر پھول کھل ہوئے اَت سُہن جب
اُچایا قد جوزا سَرو کے سار — زمرگ ہور میگ اس بن میں چرن ہار
دیکھایا داک جھونکے سُنبلا جب — سولیا یا مشتری جو کھن تلا تب
زُحل کھنے کوں کیوں نا بیل لوڑے — جو پانی ڈول سوں اس بن کوں چھوڑے
مکر اس بیل کارن باگ آیا — جواب تر دار لے مریخ ڈھایا
گگن سنکار بن سُو ہے سُرگ بن — جو اس میں حور جو زار وپ سُورجھن
گلے میں کہکشاں دوڑی سُہاوے — پگوں میں بچھوے عقرب کے بھاوے
جو پہر دیں کاں موتیاں کیاں لڑاں باند — لیتے مکھ و کلیتے ہات آرسی چاند
عطارد گیان دَنتا گیان کھریا — جو اس مٹکا ونے کون دیکھ مُوہیا
سو وہ باندیاں جو تھیاں حوراں کوں رانیاں — جو جھمکت مکھ سوں سورج چھپانیاں
تو سے چھند بند چالیاں سوں ہٹک کر — لگیاں یوسف سیتیں بولن ہٹک کر

یکن اُس رات جوں تاریاں ستین رات | دیکھا لی بال کالے بھر کلیاں سات
کہ پھل انگار دن جوں کیں کالا | منجے ہوسے جے نہ ہوئے توں اُجالا
یکن کھِلے پھُلے جوبن کلیاں سات | کہے اب توں جو لیوے یہ کلی ہات
تو یک ایسی کلی توں ہات کرسی | تو کھل تج گود میں گُلال بھرسی
یکن ہنستی ادھر کھوے کمرسار | ہنس بولن سوں کیتی بھو کری بار
کہ توں بھوکے بھوَرا رس لے کمل کا | جو وہ رس قد مستی کی عمل کا
یکن دیکھلائے بالا سرو کی دھات | کہ جوں سُوسن رہے آزاد اس رات
جو سُوسن سار ہے تج پاس خنجر | رکت میں منج دیا چھند بند کر کر
یکن انکھ مار کر بھوں گانٹھ باہے | کہ تج کوں بند منج کوں گانٹھ آہے
دھرد ہن ماں گانٹھاں نیشکر دھات | سو گانٹھاں وہ کھلے جب دے کمر دھات
یکن پھل ہار بلہے اس گلے ماں | کہ دے اس کے بدل میرے گلے بال
یکن ہاتھوں مینے نارنج لیتی | اشارت آپنے جوبن کی دیتی
یکن سو لاکھ جالے چھند بند آن | بلا دے سیج چوراسی بندوں کاں
یکن جھیلان جھڑپ بن ماں دیکھلائیں | آپس سوں میلنے جانے کوں سکلائیں
یکن جوں مور منکا دے مٹکتی | لٹا پٹ سوں رلیاں کلاون ہٹکتی

بیگن ما تے نین نرگس کھلاوے — کہ مست اس کے متی نینوکوں بھاوے

اِیوں چھندوں سوں وہ سب پھول ڈالیاں — بہلا دن جائیں سب اس ہو لہالیاں

ولے جس نین تل جے سُرگ بن ہوے — تو کوڑا ہو کسیٹ سوں سمن ہوئے

سو اُس کسیٹ کی پروا کیوں کرے وہ — کہاں گوڑے اُپر پگڑی دھرے وہ

ولے جب دین ناہیں بوجھتیاں تھیاں — سو پُتلیاں ہوئے پُتلیاں بوجھتیاں تھیاں

سو اس کے دل مینے اس بن نہ تھا ہور — جو کھینچا اُن سبھوں کوں کفر تھے دور

سو اس بدلیں پڑا یا بھی یہ ضرورت — جو بولے اُن ستیں رکھ کر مروت

سو بھو تیک مہر سوں سمجھائے سمجھائے — لگے باتاں کرن پھسلائے پھسلائے

کہی اے سب سگاتیاں ہور سُلکھنیاں — سُجانیاں روپ ونتیاں گیان کھنیاں

جے کچھ مرا کھیا سب سچ مانوں — سنو بھو تیک گیانوں جیو کی کانوں

کہ جن دیتا سبھوں کوں گیان ہور مان — دیا دیکھن نین سننے کے تیں کان

نپایا جیو ہور تن سوں ملایا — پھیلے کچھ نہ تھا سو جگ نپایا

وہی جگ کوں جیوا وے ہور مارے — ایسی تھے پائے بھاتا جگ سارے

دھنی جگ کا جگت کرتا رہے وہ — اپیں سب جگ پالن ہار ہے وہ

تمہیں اس گیاں سوں یہ کیوں نہ بوجھیں — جو یوں اُس چھوڑ کر پتلیاں کوں پوچھیں

سُگیانی سو اگیانی کوں جو مانے — بڑائی گیان کی وہ کیوں پچھانے

خدا کا جیو دھر نر جیو کوں دیوین — سو اس نر جیو تھے جیو کا مان لیویں

جس آپ بھلاتے سوں بھوڑیں ہو توڑیں — سو کیوں بھاوے جو بھاتا اس تھے توڑیں

جسے کوئی نا سُن سکے نا دیک سکے — سو اس میوے تھے کوئی کیوں آس رکھے

پتھر جسے بھوئیں پڑ پارہ گھند لیا جائے — سو اس کن سر دھر دھرنے کوں کیوں بھائے

نربن اس تیئں دھر پر سر دھریا جائے — جو اُن آپیں دھرت ہو رسیس سر جائے

اپنوں بینوں سوں دین اُن کو بجھایا — اُنوں کوں دین اُجالے سوں دپایا

چھپایا اس نور تھے جب کفر اندھارا — سو تھا تب صبح صادق کا پھارا

سکیاں وہ بھی شہادت ہوئے صادق — شہادت کوں ہویاں جوں صبح لائق

کیتیاں ابلیس کیاں انکھیاں کو اندھیاں — نمن دٹ انگلیاں سوں مار سنگیاں

جن اُن اندھلا کرے اس انگلی سوں — سو کیوں اس کی نظر لاگے تب اس کوں

زلیخا جاگتی سب رات ٹالی — اُجالا دیکھ اُٹھے بھو تیک اُتالی

چلی دل داغ سوں اُس باغ کو وں — سپیڑ سائیں سگھڑ کا گُٹ سُودھن

دیکھی یوسف کے گردا گرد اُن کوں — سبہہ تیئں دین کے شاگرد اُن کوں

رہیاں ہو بلبلاں توحید بن میں — ہزاراں نانوں اس ایکیس کے من میں

جو تب زُنّار کوں سب توڑ دے کر ۔۔۔ رہیاں ہیں سکھیاں تسبیح ہو کر
سو اُس تسبیح تھے یوسف بھی متوال ۔۔۔ دیسے بھو تیک سر خوشی ہوئے خوشحال
زلیخا خوش جو دیکھی اُس اُنوں سات ۔۔۔ بھنی گئی رشک بھڑکے سُوں بھو دھات
ولے یہ آس بھی دل مان لیائی ۔۔۔ کہ مت کچ فکر اپنی کام آئی
جو یہ شو خاں اُسے کچ شوخ کیتاں ۔۔۔ ہنسی باڑی ستیں کچ ذوق دیتاں
جو نزدیک آئی اس چھنتے کی ماتی ۔۔۔ سو تھی سب تھے نچنت ہو باج ساتی
سو ساتی سات لاگی بات بولن ۔۔۔ کہ اے امرت ادھر مٹھ بول ڈھولن
تیرے مکھ پر توار نگ آج دِستا ۔۔۔ نوا رنگ آج تیرے [۱] سلج دِستا
کنو کن رات گذرا اپنا جو اس دیس ۔۔۔ دیسے سو تازگی دیکھے نہ کس دیس
نیند لے نین اُنیندی جاگتے تھے ۔۔۔ سو جاگیا کیا دھندا تج لاگنے تھے
مگر یہ کامنیاں خوش باس ناریاں ۔۔۔ تجے لیایاں خوشی میں مل ساریاں
سجے کوئی ہنس مکھ سوں بیٹھے ہے ہنس مکھ ۔۔۔ دُکھیا سوں جن میلے چھاتی بھرے دُکھ
سو جب لگ منج دُکھیا کے سنگ بھاتوں ۔۔۔ سو میرے سنگ اچھن تھے تنگ بھاتوں

---

[۱] بترے

زلیخا یوں جتا کچھ بات اُچالی ولے یک بات کا اُتّر نہ پائی
جتا یک جواب مانگے لاکھ دنبال رہے یوسف چُپی لے کر اُسی حال
جتا یک دِشت کے تئیں آگ سو سی نہ دیتا دِشٹ سو رہے اُسی
سو اُس حسرت ستیں بزآس ہوکر جے کچھ تھی آس اُس تھے ہات دھوکر
نوا ایک داغ تازا من لیا لے رَکت رونئیں تھے جیا سوٹی ھالے
ہوا جوں آگ اُسے سنگار بن سب چلی جوں باؤ ہوا اس باغ تھے تب
ولے اس آگ تھے جب جلتا جگ جہاں جاوے تہاں وہ کیوں رہے دھک
جو دکھ دوزخ کیتا من مان مندھیر نہ گھر اس کو ٹھنڈا لاگے نہ باہیر

زلیخا احوال خود دایہ را گفتند یک شب

جو اس اپنی دگد ماری کوں یوسف نپٹ مارن لگے خواری سوں یوسف
جیتا زاری کرے بیزار ریسے جتا ہوئے زار دے آزار جیسے
سو دکھ کو تے منیں دائی کوں یک رات بُلاکر بسیلائی آپنے سات
لگی دکھ بولنے اس پاس رُو رُو انجھو ڈھالن لگے پنڈھال ہو ہو
کہی کھو تیک سرن سوں عاجز آکر کہ اے منمت مائی چکھ میا کر

جو جیو بی سو میں تیری میا سے تھے — جو پائی گی سو میں تیری دیا سے

سنگاتن اس غریبی میں سوتوں ہے — میرے دکھ کی طبیبی میں سوتوں ہے

نہ میں یہ دکھ کدھیں کس پاس بولوں — نہ یہ گُٹ باج تج کس پاس کھولوں

رگنوں تج مای تھے اگلی بجھو گن — سو میرا دکھ بھو تیک مہر سوں سُن

نہ لیوں جیت راکھ جے پیہہ سوں ملی ہوں — سدا بچھڑے کے دکھ تھے میں جلی ہوں

جو دل سوں سنگ نا جوڑے سنگاتی — سو کیا گن میلنے دن ہور راتی

جو عاشق سنگ تھے معشوق اتھے تنگ — سو کیوں اس سنگ کوں عاشق کہے سنگ

رکھی تھی آس جے پیہہ بات مل کر — اچھوں گی جوں کمل دن رات کھل کر

سو میری آس سب پانی میں بہہ گئی — نراسی ہوئی دکھ سمندر میں رہ گئی

رکنوں گن پار لاگے سو لگا آپ — ڈبے کوں کیوں بنچا گی سو بنچا آپ

کبھی اُس دانی جے ائے ردپ ماتی — جو ردیوں کی مستی دلتی سُہاتی

جو ڈلتے بانہ ڈولاتی جو آوے — دکھن ہاریاں کوں مستی سوں ڈلاوے

مدن سُد مدرا مورت دھری توں — سُلکھن بھادنی صورت دھرے توں

دھرے توں جگ بھلانی نوا جوانی — سُہانی جیو لانی من لبھانی

چندا گلتا سورج جلتا سو تج تھے — اُجالا جگ کوں ملتا سو تج تھے

جو کوہ قاف کوں توں ٹک دیکھلائے ‏ ‏ ‏ ‏ پگل تج نیہہ تھے جل سمند ہو جائے

سو ایسی نیہہ لانے ٹک سیتی ‏ ‏ ‏ ‏ عجب ہے جے توں رہے ہے دکھ سیتی

جو کوری دشٹ سوں مارے مدن بان ‏ ‏ ‏ ‏ تو جگ پاڑ دکوں ہوے جیو کا ہان

سو توں جگ پاڑ دی ہو کیوں اڑی ہے ‏ ‏ ‏ ‏ جو اُس پار ڈنگر سنگ سنیڑی ہے

ہنسی ستیں اُدھر تیری کھلیں جب ‏ ‏ ‏ ‏ جگت بن کھیل پھول ہنسی لگیں سب

سو اُس توں جگ ہنسا دن ہنسی سات ‏ ‏ ‏ ‏ ہنسی میں کیوں نہ لیائی آپنے سات

ڈھلکتے نین تیرے دیکھ ڈھیلیں جگ ‏ ‏ ‏ ‏ جو سُد مد سوں ڈلیں مد چڑ ڈلیں جگ

سو اُس نینوں تھے مد چڑ کیوں ڈلے نان ‏ ‏ ‏ ‏ تیرے رخ جوں کہ پارا کیوں ڈھلے نان

جہاں توں جائے میٹھی چال چلتی ‏ ‏ ‏ ‏ چلی جوں چھاؤں جیواں کوں چھلتی

جو توں جس بات میں ٹک جیو رکھی ‏ ‏ ‏ ‏ اسے توں باٹ لیانے کیوں نہ سکی

زلیخا پھر کہی اسے مائی میری ‏ ‏ ‏ ‏ عجب لاگے منجے یہ بات تیری

کہ توں بھی دیکھتی جو وہ گسائیں ‏ ‏ ‏ ‏ کدھیں یک دشٹ منج دیکھت ناہیں

جو وہ دیکھے نا کیا کام آئے رنگ روپ ‏ ‏ ‏ ‏ رنگو گن آپ گن دیکھلائے رنگ روپ

میری شک شک اُسے جاتی جو جادے ‏ ‏ ‏ ‏ نوا دسے ریس سو پھر نا اچادے

چندا میری پشانی کر نہ دیکھے ‏ ‏ ‏ ‏ سورج میری نشانی کر نہ دیکھے

نہ دیکھے بھوئیں بھی مت دسے میری پاؤں — دیکھے مُنڈی تلیں کر آپنے پاؤں

منجے یک دشٹ تیں جائے سدا وہ — نہ دے کر دشٹ جیو رانے سدا وہ

جو میرا چاؤ کر چکھ دیکھتا وہ — تو منج آپ سنگ کارن لیکھتا وہ

جتا پروا سوں پروا نا کرے جیو — نہ چکھ پروا کرے وہ جگ دے پن دیو

جو میں جاں کندنی تھے ہوں مرن ہار — غنیمت کر نہ توں جے ایک دیدار

جتا کچ نین بھاؤں روپ دھر سوں — نہ دیکھی نین سوں تو کائی کر سوں

دیتی پھر کر اُسے وہ دائی اُتر — کہ ہے سورج تیرے اُگل نکھیتر

میری خاطر میں اک تدبیر آئی — جو اس تھے انگ سنگ دے تج سنگائی

ولے وہ کام منج تب بات آوے — جو کُٹھریاں مال توں خالی کراوے

جو بندھاون عمارت سرگ بن سار — لکھاوں دھات دھات اس پر ہر یک ٹھار

تیری ہور تج گسائیں کی یو صورت — کہ جوں مل مل رہے ہے پرم پورت

جو دیکھے ایک ساعت آئے اس ٹھاوں — انیں سیں انگ انگ تج پائے اس ٹھاوں

جہاں دیکھے تہاں دیکھے وہی دھات — جو توں ہور آپ یکس کی یک لگے ہات

تو کچ اس تھے دل اس کا ہوسے تج پر — تو کھولے آپ نین دوئے تج پر

تو اس دل میں تیری پیرت کرے ٹھار — تو ہوئے دو تو تمیں ایکس کے یک یار

جہاں میلے رہیں یاری سوں دو یار — یکا یک جنت من آوے تو کیا بار

زلیخا دائی تھے یہ بول سن کر — دیتے بھومان اُسے بھوتیک رگن کر

خزینے سب کیتی اس کے حوالے — کہ جتنا کچھ لوڑی سو اُٹالے

عمارت بنیاد نہادنداں آں دایہ

عمارت اس حکایت کی اُچائے — سویوں کھن اس روایت کی چڑاے

کہ جب دائی عمارت کا دھندا لائی — سو کاریگر ہنر منداں کوں دھنڈ لیائی

ہزاراں اوجے بھوگولاں کوں پوجھیں — جو ہیبت[1] ہند سے انت ان کو سوجھیں

جو اونچے استواری سوں بھتیں کاند — تو جوں انیٹ اس تلیں ہو کر رہے چاند

ہزاراں سنگ تراشاں جیسے فرہاد — جو انکے گھاؤ تھے پھراں کوں فریاد

بھریا ہر بال بال اس کا ہنر سوں — تراشتیں موشکافی سوں پتھر کوں

پتھر سیتیں پنکھی رس کر جو دکھلائیں — یوں یہ جوں پنکھی بن پنکھ اڑ جائیں

رچتا رے ہر یکن ایسے ستارے — جو ان کی رنگ رنگ دنیاں کوں بھارے

---

[1] ہیبت

دنیاں تلتل میں کیتے رنگ دیکھلائے — سو اُن پر یک نیاں کوں رنگ سکلائے
عطارد رنگ میں رنگ جو میلا دئے — سو ان کی پاس آ رنگ منگ لیجاوے
لکھیں جیوں سار یتلی ناز کی سات — جو سب مشتاق ہے کب بول اٹھے بات
قلم اُن کا جگت صورت لکھے یوں — کہ وہ صورت قلم اعلا لیکھے جوں
سو وہ استاد گھر بنیاد کیتے — سو اُس گھر تھے ہُنر کی لاج لیتے
دُستے مانک کنکرا اینٹاں بھر منت بھر — کیتے کچ اَت نچھل موتی پسا کر
جنوں سینپیاں میں کے موتی بسائیں[1] — انوں سیپیاں یہ انبر رشک ہیں آئیں
کہ آپس ہات کے موتی آمولے — اُنوں موتیاں کی جاگا نا قبولے
صفا موتیاں کیرا بولیا نہ جاوے — دیکھیں ہاریاں کیرے دیدے پھراوے
کیتے گھر سات دروازیاں ستیں سات — جو وہ ہر گھر نوے آسمان کی دھات
ولے وہ ساتواں سب تھے بڑا گھر — زیادت آٹھویں انبر تھے چتر
دُسنے کے تھانب نورانی جرٹت کے — پنکھی اس پر جرٹت کندن گھڑت کے
اُنو ہر تھانب کوں لا کر کیتے ایک — ہرن کندن کے نافے مشک بھوتیک

---

[1] موتی کے بعد جو کا لفظ زائد تھا۔

سُنے کے مُورا نگن میں د تب اُجا کر رتن رنگ رنگ سوں نقشے سراسر

جو اُس انگن میں لائے چھاد نیکے نہ طوبی نا سُہرک ان چھاؤں دیکھے

سُنے روپے کے پیڑاں ہور بچھانتے اَمولک پاچ پات ان سات کانٹھے

جو بچھاٹیاں پہ نیکے ٹیکھی گُھٹے کھوٹ زمرد پہ کندن تن جو پچ یاقوت

لکھے اُس گھر مینے ہر ٹھاؤں صُورت زلیخا ہور اُس من رِست کی مُورت

کہیں جوں میل بیٹھے ہیں پرت سات کہیں جو میل لیٹے پیا رسنگات

کہیں ایکس کے لب ایکس کے لب ماں کہیں جانوں یکس کی یک لگے باں

کہیں جوں ہات میں ہت لے کھڑے ہیں یکس کے ایک کاندھے پر پڑے ہیں

کہیں جانوں رلیاں کھیلیں جھنڈوں سات کہیں اَنگ سنگ جو اسی پنڈاں سات

تماشے تیں جو کوئی اِس ماں جائے مدن میں ڈوب مدن پانی بہا دے

در و دیوار مُکرے ہور دھرت پر لکھے تھے سب اسی چِتّر ستیں بھر

زلیخا ہور یوسف جگ میں ایک ایک سو اس گھر مینے سنہر تھے بہو تیک

زلیخا جب دیکھی وہ گھر ہوئے پر لگی اُس برہ تاپ یک تھی سو سنہر

جو دیکھی روپ پی کا آپ ستیں رنپٹ جلنے لگی سنتاپ ستیں

جو وہ گھر جب اُسی کا اُن بندھائے کہ جب اس میں یوسف یک تل آئے

تو اُس رغبت نہیں سو ہوئے رغبت ‏ ‏ ‏ اَچھے سو نہہ کیوں نا ہوئے زیادت

زلیخا تلتل جب وہ نِجھاوے ‏ ‏ ‏ تو نیہہ تلتل بھڑکے بھی اُچاوے

ولے وہ دیکھ بھی غیرت بی کرتی ‏ ‏ ‏ کدھیں پیرت کدھیں غیرت سوں مرتی

جو اپنے نین تھے عاشق کرے رشک ‏ ‏ ‏ اسی کی چھاؤں تھے اس پر دھرے رشک

سو کیوں نا رشک بھڑکے تھے بُجھنی جائے ‏ ‏ ‏ جو اپنی صورت اس کا انگ سنگ پائے

دیکھت دیکھت اسے رکدوں تھے دی ‏ ‏ ‏ کہ یہ صورت اُسوں کیوں میل سوئی

کدھیں وہ دیکھ کر شادی بھی مانے ‏ ‏ ‏ اَپی ہور اُن ملے کر سچ جانے

کبھیں من میں رکھی یہ آس پورت ‏ ‏ ‏ کہ صورت تھے ہوئی ملنے کی صورت

دیکھت اس رنگ سوں سَوون محل سب ‏ ‏ ‏ زلیخا بہہ سنوارن جیت رکھی تب

بچھاتے ریشمی اَچھے بچھا کر ‏ ‏ ‏ مرصع تخت کُندن کا سٹا کر

پھولوں دونے سوں سودن سیج پچھلائی ‏ ‏ ‏ چندن پر مل گلاب انگن میں چھڑکائی

زنگار رنگ طاق میں لیتاں رنگا رنگ ‏ ‏ ‏ اَدک ہوئی پر کیں تھے ایک کا رنگ

جو کچھ لوڑے سو عشرت عیش خاطر ‏ ‏ ‏ کیتے یک تل میں سب اس ٹھاوں حاضر

سو اس عشرت محل ماتھیں زلیخا ‏ ‏ ‏ نہ مانگے کچھ بن ساتھیں زلیخا

جسے کچھ کیتی کتی ساہیں کے تئیں سب ‏ ‏ ‏ جو لیوے بھوگ آپس سوں ملیں تب

جتنے اسباب عشرت کے میلا دئے ‏ — ‏ سو عشرت تیں زیادت حسرت آوئے

سو اُس حسرت میں وہ کھر کیوں اُسے بھائی ‏ — ‏ مگر جس تیں بندھائی سو اُسے پائی

کہ سچ بِن لال جن کوئی سرگ میں جائے ‏ — ‏ سو وہ بن سرگ میں دوزخ کی گن پائے

اِینوں کن تلتل برھا اَدِک ہوئے ‏ — ‏ سو بتری بے قراری سات سُد کھوئے

اُتا دل ہوئے نپٹ سائیں کی تیں جب ‏ — ‏ اَتلے سوں بلاؤں گی نکٹ سب

سنگاری آپ بھی بہو رنگ سنگات ‏ — ‏ کہ مت خوش بھائے سائیں کوں بھو دھات

نہیں اس روپ کوں سنگار حاجت ‏ — ‏ سہاوا ہوئے سنگار اس انگ لاگت

نہیں کچ باج شبنم پھول پر کم ‏ — ‏ ولے اس پر سہاوے آپ شبنم

سہاون مو مکھ پر جے تِل اچھے نان ‏ — ‏ نہ یک تِل کم دِیسے اس مکھ سُھن مان

ولے مکھ رنگ تھے تِل آپ سہاوے ‏ — ‏ سہاوا ہوئے مکھ منڈ ن کھاوے

کنگھی سوں آپنے سنبل بکھیری ‏ — ‏ ملا بھی گانٹھ جوڑے سات پھیری

پٹیاں کندن پٹی پر مشک سطران ‏ — ‏ نشان شنگرف نارے لال اُس مان

بیاض اُس مان سیدھی مانگ سوہے ‏ — ‏ دیکھت یہ خوش خطی یاقوت موہے

گلیاں بھو چھند سوں سر میں جو گھالی ‏ — ‏ سو لکھن رین میں تارے دیکھالے

جگت میں رین کی سب اچار پھرے ‏ — ‏ رہی وہ رین سو بھو تیک دھیرے

جگت میں آوتی جاتی رین دن | دے اس کیس نس ہور مو کھ ہے دن
سو اس مکھ دیس ایسا دیس کیوں ہوئے | جو آتا جاوتا دیکھے نہ اس کوئے
جگت دن رین کی ہمسائی کر کیس | نہ ایسے رین کوئی پاوئے نہ کس کیس
نہ یوں دن رات مل رہتے دیکھیا کوئی | نہ یوں کس دیس دیس ایسا سدا ہوئے
جلے جگ دیپ مکھ جب جگمگے سات | سو دیوے دیس دیوے لائے بن رات
کہ وہ دیوے دکھ اندھارا نوارین | اندھاری اس کے گھر کوں سنوارین
نین کجلے کیتے سرمیں سوں سرمائی | بھو رنگ رنگ مل کھلنے کوں فرمائیے
چندا جیساں نچل نرمل ہتیلیاں | کیتے مہندی رنگیلی سوں رنگیلیاں
پچڑھائے پھیر پھیر رنگ رنگ رنگ لال | پچڑھے مت ہات اس رنگ تھے سو رنگ لال
ہری مہندی سو پاچ آچھا دپن ہار | جو اس کی جوت تل چندا چھپن ہار
جگت میں پاچ ہریالی[1] ہری جوت | سو مہندی پاج تھے اتری بھری جوت
رنگیلی رنگ لیائی رنگ کھلندی | مہندی جب پگوں پر ہوی جگندی
سو جانوں پاچ ہیریاں سات میلے | سو ہیریاں کوں کرے مانک رنگیلے

---

[1] ہریاتی

دھرے ہاتھوں میں بھر مانیک ہیرے — کرے ہت ہات گل من میت گیرے

انگوٹیاں چھندکیاں پینی بھو چھند — شہاب انگلیاں کوں وہ بیری توے چند

دیکھالی مکہ کنارے گوش وارے — میلائے چاند سوں سو دن ستارے

کہ ملتیں چاند سوں سو دن ستارے — سو مہتر سوں گنین اس جگ سارے

دیکھت یہ مشتری زہرا کوں یک اس — نیکے مہتر سوں باندھے لاب کی آس

کہ اپنا چاند جواب مشتری ہوئے — تو شادیاں گائے زہرا یاتری ہوئے

کرے کنگن کلائی لٹکنا سات — دسیں یہ چاد ستیں لٹکنا ہات

بھو چاؤں ستیں ہاتوں کوں مٹکائے — کہ مت لٹکن سجن گل گھال لٹکائے

جو پینی تن مینے کسوت امولک — جو لاگی اس چرٹت مانک ممولک

جو دھیر تھیری کسوت ناکرے انگ — سو اس پدروں تھے دیسے انگ کا رنگ

کمل کیوں نیر آچھے مان چھپے — سورج انبر تھے پرگٹ کیوں دیسے

پرھاوا بین انگ رنگ رنگ سہاوا — منگے انگ انگ پیہہ کابن پرہاوا

جو دیتی روپ کوں کسوت سوں پشتی — سہے جوں حور پر حلے بہشتی

زنگار رنگ ہوئی کسوت سوں مٹکتی — انگن میں مور جوں ہو سوں لٹکتی

سٹے لٹکن سنے کی مورا انگن کی — بھلے اس ہت لٹکنے کوں سودھن کی

سگند باس انگ کوں پرمل سوں مہکائے ‌ ‌ ‌ سو جگ مہکار انگ کی باس جگ جائے

کیتے سر دھنگ اپنے سر دستکار ‌ ‌ ‌ نہ وہ تفصیل بولن کوئی سکن ہار

جو پیتی نور تن جگ دیپ آمولک ‌ ‌ ‌ نہ ہوئے سنجکار یکس کا جگ مولک

تبیں اچھریاں سرگ کیاں اس ہوس سوں ‌ ‌ ‌ کہ ست اتریا پرھا وا دئی اپس کوں

سہادن روپ کی متوال ہو کر ‌ ‌ ‌ ڈلی جوں باد تھے پھول ڈال ہو کر

چندا جیسی ہے جھمکت آرسی ہات ‌ ‌ ‌ دیکھے پھیر پھیر جھمکت ٹک یہہ دھات

پڑے جب آرسی میں موکھ کا نور ‌ ‌ ‌ دیسے سب آرسی جیوں دن دپیں سور

عجب ہے مکہ اپنا وہ بجھا دے ‌ ‌ ‌ جو چکھ سورج کسی دیکھیا نہ جاوے

جلے اس آرسی پر رشک کر سور ‌ ‌ ‌ جو لے اس مکھ کی نزدیک جانور

دیکھی مکھ سامنے دھر آرسی جب ‌ ‌ ‌ اتا وال ہوئے سکر مکھ یہہ دیکھی کب

منگے ہے موکھ اپنا سامنے دھر ‌ ‌ ‌ دیکھی یہہ مکھ اس مکھ آرسی کر

سو جھکتی آرسی دیکھ یوں بھی دکھ تھے ‌ ‌ ‌ کہ یہہ مکھ آرسی دیکھلائے مکھ تھے

سو اس دکھ رنگ سے تھے دل آرسی جب ‌ ‌ ‌ رہی بھو تیک میلی ہوے کر تب

بجھاتی ہے نہیں اس کوں منجھا دن ‌ ‌ ‌ مگر دے تور مکھ دیکھلائے ساجن

جو ساجن آدنے بیگی جو کیتی ‌ ‌ ‌ یکن پر یک بلانے بھیج دیتی

یکایک آئے کر جگ دیپ دیکھلاے | جو چھاؤں اسکی سورج دیپ کوں جھمکائے

محل سب آرسی کی سار جھمکن | ہوا اس چھاؤں تھے سورج بھی روشن

لگیا برسن جو مکھ تھے نور پر نور | محل سب ہو رہیا جوں نور سمندور

جو اس سمندر تھے یک چشماں دیپے سور | یہ چندا تارے جو سب مل یک چھٹک جور

جو امرت گن قدم اسکے وہاں آئے | سبہ پتلے چو تھے زر جیو جیو پائے

جو یوسف بھی اس امرت تھے امر ہوئے | امر ہو مدمتی ہو بے خبر ہوئے

ولے عاشق جتا سدبد گنوادے | نہ اس کی یاد سے معشوق جاوے

سو مدمتی سوں اس کا ہات لے ہات | سو مدمتی سوں مدمتی سوں کہی بات

کہ توں مد روپ کا سد متوالا | پلایا منج پیرت کا پیالہ

سو وہ پیالا میری کالج کوں لگ | جلے سینے کے چھپے سرونگ کوں دھک

اگر مد پان کی مستی اتر جائے | نہ اتری مد پرت بے جگ گذر جائے

جو تجھ آیا نہ تھا اس گھر میں نے جب | نہ یہ گھر باد تا تھا دیکھنے تب

جہاں سنگات توں نا ہوئے منج کوں | سو وہ جا گا ڈرانا ہوئے منج کوں

جہاں توں ہے وہاں منج کوں سرگ ہے | جہاں توں نا ان سو دوزخ ہے منج

اہنوں بتیوں بھلا کر گھر میں لیجائے | کلف محکم دیتے وہ دار بندھائے

جو باندھے قفل سوں وہ دار محکم | کھلے باتاں میں نے سو وہ گھر دم

کہ کیتا بات میری رد کرے توں | نہ یک تل منج کہن پر چیت دھرے توں

تیرے تئیں ملک ہور لوگاں کوں چھوڑی | بھرے بھنڈار سب تج کاں چھوڑی

دیکھایا مکھ سہنے ما نہ اپنا | لگیا تب تھے تیرے خیالوں تھے تپنا

اجھوں کیتا کٹھن ہو کر رہیا ہے | نہ راکھے کچھ دیا اجھوں سو کیا ہے

میلے پر حال میرا دیکھ کر بھی | نہ راکھے مہر اجھوں اس حال پر بھی

تُٹی ما باپ ہور سارے جگت تھے | ولے ناہیں تُٹی تیری پرت ستھے

سُٹی سُد بُد تج تئیں ہونے وکاری | بساری آپیں تج نا بساری

جرّم جلتے برہ کی آگ سوں سی | نہ تج تئیں کچ سوسے سو سو آسو سی

نہیں تج باج کچ منج کوں اسوسی | جو کچ منج تئیں نہیں تج کوں اسو سے

اسوسے کی اُساس انبڑاؤں انبر لاگ | اسوسی کر بجھادئے نا جو توں آگ

دیتے اس جواب یوسف سر نوا کر | کہ اے شاہاں تیرے سیوک چاکر

تجے میں تو بندا ہوں زر خریدی | میری نیت تیری بندگی میں سیدی

تیری بندگی تھے آزادی نہ لوڑدن | تیرے سیوک میں جیو کی جاؤ چھوڑوں

دلے اس بند تھے آزاد کر منج | چھڑا اس دکھ تھے جگ شاد کر منج

نہ سو ہے جے ایہاں تج سات اچھوں میں — یکیلا تج ستیں اس دھات اچھوں میں

نہیں معقول جو اپنے بندے سوں — ائیں سوں سربری جو تیوں ڈھنڈتوں دسے

پون سوں سنگ دیوے کوں جھڑے کیوں — اگن سنگات سنکری کوں کھڑے کیوں

زلیخا سن کھیا اسکاچ ہو کر — ہور ایک گھر میں لے گئی ہات میں لاکر

سو اس گھر کا بھی دروازہ قفل کر — کیتے جو بند کر دے دوکھ دل پر

سو دکھ کا بند اپنے دل تھے کھولن — تپٹ کھل کر لگی اس سات بولن

کہ اے جیو کے پیارے پیار کر چکھ — میرا جیو جائے میرے سار کر چکھ

جتا من دیوں میں تیرے تنجی مان — ولے توں سو میرا اسدلیو تا نان

دیتی دھن مال سنپت تج کارن — کہ تج تھے ہوئے میرا دکھ نوارن

آسو سی سوں اچھوں بھی جیوتی ہوں — جتا تج تھے برہ بس پیوتی ہوں

اچھول اس آس تھے نا داز آسی — ہنگے توں ہنج راکھن جم نراسی

نہ جانے جے میرا کھیا نہ کرسے — میرے فرمان کا حرمت نہ دھوسے

کھے یوسف نہ ہوئے میرا اندازا — جو کچ ہونا سو ہوئے گا اس خدا کا

جے کچ فرمان تیرا ہوئے سر پر — ولے ہنج کوں نہ فرما جی گنہ کر

کھیا اس کا نہ چھوڑ دل تج کھیا مان — اس فرمان تھے آگلا تج فرمان

تیری فرماں برداری میں جیو دیوں ۔ تیرے فرماں میں رہوں جب تک جیوں
ولے جن جیو دیوے ہور لیوے ۔ سو اس فرمان کوئی کیوں چھوڑ دیوے
اینو بینوں ہو ایک گھر میں لے گی جب ۔ رکیتے محکم مکف اس گھر کوں بھی تب
سو بھی اپنی رتن کوٹھری جو کھولی ۔ زلیخا بہہ نڈھال ہو دکھ بولی
نہ کیتا کان یوسف وہ رتن بھی ۔ کبھیں پھیری نہ چک اپنی بچن بھی
جتا یوسف کوں گھر تھے گھر پھرائی ۔ کسی گھر تھے نہ من کی آس پائی
کلف دے دی چھٹے گھر میں لجاکر ۔ اٹھی اڑرائی بتری عاجز آکر
کہ یہ گھر بھی منجے دکھ گھر ہوئے تب ۔ بندھا کر علیش تیں پچھاوتے اب
منجے یہ پچھے کلف سو لاکھ ہو کر ۔ سبہہ باندھے میرے مقصود کی در
ولے بھی ساتویں گھر کی اچھل آس ۔ سو اس تھے جیا اس کا نا گیا نہاس
کہ بیچ اس نینتھ میں نئیں ناامیدی ۔ کہ نس کا لک نوارن دن سفیدی
اگر سو دارتھے نرآس پھیری ۔ تو بھی سٹ آس پھر نیں تھے نہ ٹھیری
کہ شاید ہور دروازا جو چھپ کلے ۔ اسے دروازے تھے مقصود نکلے

درمحل ہفتم آمدن یوسف ہمراہ زلیخا بسیار عجز کردند آخر گرفتن برائے کام

جے کوئی اس بات کی زنجیر جوڑیا
سو یوں اس راز کیرا قفل توڑیا

کہ نوبت ساتویں گھر کی جو آئی
دو چنتی ہو زلیخا تلملائی

کہ یہ یک گھر جو اُبریا ہے سو اس ٹھاؤں
خوشی ہور عیش اس سوں پائیں ناپاؤں

کبھیں اس دھاک تھے اس جیو جائے
کبھی اس آس تھے جیو پھر کر آوئے

جو ملکیں دھاک تھے دل ماہنہ بھڑکے
سو اس تھے آس ستیں نیر چھڑکے

سو بھو تیک آس سوں ہور دھاک ستیں
بہو دھاتوں سجن سوں عجز کیتی

کہ اے یوسف میرے نینوں پہ دکھ راکھ
کرم سوں اس محل میں چک پلک اکھ

رکھے اس ماہنہ یوسف پا پدم جب
محل مہکے قدم تھے بھر کدم سب

سو اس گھر کی زنجیری پر کمندن کر
کلف پولا دسوں محکم بندھن کر

زلیخا یہہ کے انگ سنگ کی اُتاولی
سو دیکھے خاص خلوت کوں جو خالی

اُتاولی کے اُلالے پر اُلالے
رہیں ٹے بے تاب ہو کر کیوں سنبھالے

ملہ عجز

سدا رہ نار لالن کی تھالی | پیالے شوق تھے شُد متوالی
سو ہوئی خلوت کی مستی تھے نپٹ مست | کہ مستی کوں نہیں خلوت تھے کچ بست
جگت یہ بات کہتے سچ دِستی | کہ نا ہیں خمر میں خلوت کی مستی
جو مستی سات ڈُلتی ہور کھُلتی | سجن کے ہات میں رکھ ہات چلتی
لے کر گئی سیج سو ون لگ چھندوں سات | لگی بچھاو نے چھندوں بندوں سات
سُٹائی کھائی لیٹی تخت پر جائے | لگی بولن سجن ستیں سرن آئے
کہ اے یوسف میرے رخ دکھ نظر چکھ | میرا مکھ دیکھنے تھے نا پھرا مُکھ
جو میرا دیس اُجالا مکھ دیکھن سُور | پندا جوں سُور تھے سورج منگے نور
منجے کب لاک یوں دکھ سات باندھے | جو منج تھے تج نظر اس دھات باندھے
پرہ سنتاپ تھے تن تھے جھڑی خوئی | سو ر دمار دم جوں رہا ہے جھڑی ہوئی
مدن اُدبال تھے جھو تیک اُبل کر | ابلتی سوا انجھو آ دین نکل کر
انجھو ہور خوئی تھے دریا میں ڈبی سیج | نہیں تو سینک تھے جلتی بتی سیج
سو اس جلنے سوں جا جل مانہہ بیٹھوں | سُکے جل مل جو ہور انجھو نہ بیٹھوں
جُرم جلتی سوں وہ جلتی بھی جلتی | کیوں اس کوں نیر تھے تدبیر چلتی
پرہ بھنجن کن امرت سمندر آہیں | جو تج بن منج کوں تھنڈ یک ناہیں

سو جتنی کوں توں ہور سوں جالتا سو | تماشا بھی نہیں کچھ دیکھتا سو

ستے منج پر جو اَمرت دِشت یک تل | جلیا سو دیہہ پھر جوں ہوئے کمل کھل

نہ دو جگ ایک تل دیسے میری دِشت | دسوں جگ تھے نہ مانگوں بِن تیری دِشٹ

دسوں جگ تھے اُجالی دِشٹ تج بِن | نہ کچ تج تھے اُجالی دِشٹ نِس دن

سو منج توں آنکھ اُجا دیکھے نہ یک تل | بھو خواری سوں منج لیکھے نہ یک تل

جو تیری آنکھ میں ہوں تل سے تھے خوار | سو تیری آنکھ میں بھی کیوں لکھوں بھار

نہ تل کوں آنکھ میں کوئی بھار مانے | سو اُس تل چھاؤں توں کیوں بھار جانے

تیری یک دِشٹ تلیں یہ جیو جاوے | سو توں یک دِشٹ سوں کیا نا جیاوے

جو منج سیج مارنے کوں لوڑتا توں | نظر کی تیر کیا نا چھوڑتا توں

دلے دھرتا کماں نا جوں بھنواں پر | بھنواں گانٹھاں سوں بھوتیاں بند دے کر

سدھا قد تیر سو جیسا کماں کر | سٹن لاگے نین کی تیر بھوئیں پر

سو جب گھر کی بھرنت پر دِشٹ چوبی | دیکھے یوسف تب اس پتلیاں کی خوبی

جو اپنی ہور اس کامن کی صورت | لیکھے ہیں صحن میں سب ٹھاؤں پورت

جو اُس روشن نیکی سیج لیٹی | یکن کوں ایک باہاں سوں پلیٹی

سو اُس جاگا تھے دِشٹ اپنی اُچائے | فرہی دیکھے جدھر بھی دِشٹ لائے

جدھر جس کا ندیا کو نے کوں دیکھے — تہاں انگ سنگ سوں دونوں کوں دیکھے

خدا سوں کر توجہہ منڈا اُچائے — تو بھی پُتلی دہی نینوں میں آئے

جو وہ پُتلی تین پُتلیاں تھے ترمل — سبھہ نر جیو دلے جیو تھے اُچکل

سو نقش اس کا جو بھر بھر کر دیسا اُس — سو اس کا من کوں دیکھن چیت بسا اُس

جو دیکھا وہ جب اس کا روپ لیکھا — سو اُد چیت اُس چیتر کو دھن کوں دیکھیا

جو اس صورت تھے ہوئے دل کی صورت — ملن صورت کی راکھی آس پورت

سو پیرت اس سوں پیہ کوں پکاری — برنیٹ تڑخن لگی کر آہ زاری

کہ اے آپ بھاوتا توں اپ ستالال — میرا بھاتا نہ دیکر توں بیتا جال

پیاسی میں دریا امرت بھریا توں — نہ یک پیاسے تھے کچ گھنٹے دریا کوں

سکوں جوں قحط میں بن سو کھ کر جائے — سو کا ہے میگ رحمت توں نہ برسائے

جو ہوں تج جیو جیون پاج رنر جیو — سو دے انگ سنگ سوں منج انگ کو جیو

جلوں جوں شمع تج تھے رات ہور دن — مگوں جوں موم بت جل جل تج بن

منجے انگھے نہ جال اس تھے ابھوں بھی — دکھوں آگل نہ گھال اس تھے ابھوں بھی

تجے سوگند سرجن ہار کیری — جو سر جیا منج سو ہن کار تیری

جو دیتا جگ بھلا دن روپ تج کوں — جو اس تھے دوئی جگ تھے بھول منج کوں

دتیا تیری پشانی یہ نشانی | کہ تج تیں جگ دھرت راکھے پشانی

دتیا تیر ہور کماں پلکھاں بھواں تج | جو پاڑد ہوئے نت باندھے سواں تج

کہ میرا حال دیکھت چکھ میا رکھ | سدا کی دکھ دادھی پر دیا رکھ

دھروں دل داغ تج تھے جا سوں مار | تیرے بن کی ہوا کی ہوں ہوا دار

دوا کر مہر سوں دل داغ تیں چکھ | ہور دے باس سوں دل باغ تیں چکھ

برہ دو کال تھے میں بھوک مرتی | کرم کر جیو کا بھوجن آدھرتی

نہ برسے برس یوں قحطوں سکا مار | نہ برسے میگ رحمت ہوئے یکبار

جواب اسکو دیتے یوسف ادب سوں | کہ بے صبری یتی کرتی عجب توں

نہ کر منج بند بے صبری ستیں آج | نہ لا سٹ چھین ستو نتاں میں منج لاج

ملا منج پاک دامانی کوں یہ بول | میری عصمت کیرا پردا نہ سٹ کھول

کیتا منج پاپ لاؤں منگنی توں | جو منج تھے پاپ آون منگتی توں

اسی سائیں جگت راجے کی سوگند | جو سب راجاں پر اس بندگی کیرا بند

جگت اس دان دریا میں تھے یک چھٹک | جو اس یک بند تھے ایسا ہوئیں لکھ چھٹک

جو منج ہور منج بڑیاں کوں پاک سرجیا | جو ان میں پاپ کا ان دھا کہ سرجیا

کہ بجے توں آج انجانے نہ منج کوں | رہیلوں میں جفت ہو کر بیگ تج کوں

خدا ایسی کرے گا ایک صورت | جو لے توں منج تھے من آس پورت
سنگاتی ہوئے ہیں ہور توں واں مل | کریں بھو نرا کمل ہو بھوگ مل کھل
جو من مانے سو اپ میں آپ کریں گے | نہ لاجیں گے کسی تھے نا ڈریں گے
نہ آج اس علیں پر چیت آپنا دہر | جو دل ڈر تھے اُچھے بھو تیک مکدر
جو اس چوری چھپی سوں کام کرتا | خدا تھے ہو ندر رین دیاں تھے ڈرتا
سو کی دو دن صبوری نہ پکڑنا | جو ڈر سوں بات کام ایسا پکڑنا
جو یک دو بار کچ چوری سے چلے گی | کہاں من بھائے تیوں چوری ملے گی
جو پھر پھر چور چوری میں پڑے گا | سو سچ سیوٹ کوں سولی پر چڑے گا
اگھا دن پورتی تاہیں سو کھانا | نہ کن کھانا اُسے ہے وہ دکھانا
ترت جی یک نرالہ کوئی دیلا دے | بھلا جے بار لا پورت کھلا دے
جو نعمت چکھ چکھا کر چھین لیوے | بھلا بھیلنج تھے چا کھن نہ دیوے
جے کوئی جس لبست کا لذت پچھانے | نہ اُس تیئیں کچ دتا اپسی رنجانی
ولے جس لبست کا لذت جو پاوے | تو جا دے جیو وہ لذت جو جاوے
جو توں اجنوں نہ چاکھی جس لذت کوں | بھلی ہے اس لذت کیری پرت کوں
جو چاکھے پر نہ یک تل تج گذرسے | جو وہ لذت نہ پاسے تل ہیں مرسے

اُتا لا سَت کتیک دن دھیر ہو رہ　　نہ کر ہلکا پنا گنبھیر ہو رہ

کہی کا من لگی جس جھال سوں سُوں　　تو سکے سو سنی کس حال سوں سوں

جو جاتا ہوے کسی کا جیو پیا سُوں　　سو وہ کیوں رہ سکے انکھیں کی سوں

جے کوئی پیا سوں تھے ارمٹا پڑیا ہوئے　　جیوائیں اس تُرت جے چل گرا ہوئے

جیسے بس چڑ رہیا ہوئے جیو اُدھر ماں　　ویسا ورنہ بس آوئے لگ رہے کاں

لنگھن تھے سُست ہو جن انکھ نہ کھولے　　برس دن پر قبولے کیوں قبولے

بُھکے مسکین کیرا جیو جاتا　　دنیاں دار اسکے تئیں سو کھو کہلاتا

بخیلی سٹ تُرت جیو دان دے منج　　بھو تیک مان سوں مَن مان دے منج

نہ جانوں کیا سبب کرتا بخیلی　　جو دیکھے منج لیوں دُکھ سوں دھیلی

کیا اس کام تھے دو باب ہے ڈر　　سو یک یہ جو عزیز مصر سن کر

بھو خواری ستیں آزار دے گا　　سُہے سو اس گنہہ کا سو دے لے گا

دو جا ڈر یہ جو جن دے اُچھایا　　سو بھو تیک پوج اپنی منج دلایا

سو میں اسکے کہے تھے کیوں پھروں ہول　　سُگن ہارے دھنی تھے کیوں نڈر ہول

قیامت ہیں خدا کی قہر سوں اُٹھ　　یکیلا ہوں بیڑیاں تھے آپنے تُٹھ

عزیزِ مصر سوں کیوں بے وفا ہوں　　خدا کے قہر تھے کیوں نہ بھیا ہوں

کہی سو دھن عزیز مصر کیا ہے — چلے اس پر جے کچ میرا کہیا ہے

خوشی سوں جب میرے نزدیک آوئے — خوشی کیرے سبھہ اسباب لیاوئے

پیالا سے جو مدپان اُس پلاوں — سو کچ مدپان سوں پیالا چلاؤں

جو انکھیاں موند اس مد تھے لئے وہ — قیامت لگ نین کھول نا اُٹھے وہ

تہیں کیتا خدا میرا دیاونت — پُنّے پاپی سبھہ پر ہے مَیا ونت

سکے سب پاپ پاپیاں کی نِوارن — قبولے عذر بکھ ہور درس کارن

دھروں دھن مال کھان کوٹھریاں بھر — کہاروں کوٹھریاں سکلیاں بھرا کر

بنٹاوں سب فقیراں کوں جگت کے — جو ہوئیں اس تھے فقیراں دھن سنپت کے

جو ہوئے وہ خیر تج تئیں پاپ بھنجن — تج ہوئے عذر خواہ وہ دھن دھنی کن

کہیا یوسف منج یہ کیوں خوش آوے — جو میرے تئیں کسی کا جیو جلاوے

سو وہ جیو بھی عزیز ایسے کسی کا — جو میرا جیو تن پالیا اسی کا

عزیز آپیں دلے منج بخشں عزت — تجے فرمائے میری کان خدمت

دھنی میرا جو ہے سائیں پر اُپکار — قہر ہور مہر پر آپیں سکن ہار

جو لوڑے قہر کن سکے چھڑاون — جو کچ لوڑی نہ سکے کوی پھراون

تیری دھن سات کیوں کرنا بھروسا — کردل کیوں اس بھروسے سات دسا

نہ اس دھن کے بھردسے ڈرسٹیا جائے — نہ کچھ سائیں کیرے کہے تھے تٹیا جائے

کہی سو دھن کہ اے شاہِ جواں بخت — تجے ہوئی راج ستیں تاج ہور تخت

ہوا دکھ تیر تیئیں یہ دل نشانہ — جو لیا تا توں بہانے پر بہانہ

بہانہ ستونتیاں کوں یوں نہ لوڑے — سوتوں کی بات ستونتیاں کی یہ چھوڑے

چلے مکراں سوں منج بازی دیلاوے — نہ بازی پاکھ بازاں تھے کدآوے

کہے یوسف جتا دے منج بازی — نہ میں اپنی ستوں گا پاکھ بازی

منجے چلنے بہانیاں سوں رجھاوے — نہ منج تھے باج سئت کا کام آوے

زلیخا جب اپیوں بکینوں تھے کچوائی — بہو کچوات کیاں باتاں مینے آئی

جو باتاں میں بھی ڈاٹی گی ہنر تھے — رہی عاجز سبہہ سے چلے مکر تھے

کہ اب میرا کہیا ہر حال انگ لے — تجے بھاواں نہ بھاواں انگ سنگ دے

جتا بولوں تپٹ باتاں میں لاوے — جو اس باتاں تھے جھوٹے دن گھٹا دے

جو سب تدبیر تھے اب میں رہی ہوں — اچھوں میرا کہیا سو نا کرے توں

رہیا ہے اب یہی جے جیو دیوں ن — جو اس بدلیں تیرا ابھی جیو لیوں ن

جو توں یا ہے نہ اب میرے گلے بان — تو باہوں کاٹے خنجر گلے مان

جو اپنا ہاتھ منج گردن نہ بہاوے — تو میرا خوں تیری گردنؔ آوے

دھڑکتے سینے پر جے نار کھے ہات — تو سینا پھاڑ لیوں گی خنجر سات

جو تج تھے انگ سنگ اب میں نہ پاؤں — رکت گھاؤں میتے سب تن ڈباؤں

اِسیوں گن جیو تھے اپنی اٹھوں میں — جو تیریاں ہجتاں تھے مُکھ چھوٹوں میں

تیرے آگل عزیز اس حال منج دیکھ — پڑے مرکر رکت سوں لال منج دیکھ

مجھے بے شک میرا خونی لگکر جان — کرے کا ترت تیری جیو کا ہان

جو تُوں ہور میں بھو نیارے ہیں چھین جب — رہیں جوں جیو یکیس سوں ایک پل تب

کہی یوں ہور کھینچی برق خنجر — بھریا بہہ اب سوں جوں بیلا وپر

خنجر پانی بھریا سو پیاسے گل مانجھ — لگے جے اُترے جوں صاف جل مانجھ

سو یوسف ہات پکڑے دور کر جائے — کہن لاگی بہو سمجھائے سمجائے

کہ کاہے تو یتا چھڑ میں چڑی ہے — بڑی ہو کر نھنی بد پکڑی ہے

ترا من مانتا سو دیوں گا تج — پیا روں سوں سینے پر لیوں کا تج

زلیخا جب سنی ایسے مٹھے بول — کیتے بہہ آس اُس چونڈے اپر پھول

کہ مست اس تھے دواسی گی اس تل — چلاوے بھاوتا من بھاوتا مل

سو خنجر ہات کا تیکی سیتی سٹ — لٹا یت سات ہوتی سائیں سوں لٹ پٹ

لیتی اسکے اَدھر اپنے آدھر مانجھ — امر بھید امرت گھولے شکر مانجھ

جو چھاتی میں سہی تھی دکھ کٹاری — سو چھاتی پر لیتی سائیں کوں باری

سو اُس چھاتی میں تھی جوبن کٹاری — چھپا کر خوش کھوی سُور باڑی

جو وہ اپنی زنجیر اس تھے سُہی تھی — سو اس کا طوق کر باہاں بھی تھی

رہی جوں بال ہو کر جس کمر تھے — سو رانا اس کمر کو رز کمر کے

کمر تھے آت اُپرت حلقا جو ہو کر — رہے اُس تیر تیئں حلقا ہدف دھر

بکٹ موتی کی سیپی راکھی انگی — کہ مت موتی کے تیئں سائیں پھرانگے

نہ ماریا تیر سوں اُن اس ہدف کوں — نہ اُس موتی کے تیئں بھوڑیا صدف کوں

کشش سوں تیر سا ندھیا ہور نہ چھوڑیا — نحر نے تیر دھر سینی نہ چھوڑیا

جو اوچپٹ بھوک تیئں ہوی نفس طالب — تو اس پر عصمت اسکی آئی غالب

سُو دھن سو یو اُتاولی ہور یوسف — کریں ہر یک بہانے سوں توقف

کھونے جائے انیرا اپنی جتی بار — کمر لے ہات پھر جی دل نہ دی بار

جو اتنے مانہہ یک کونے میں نے ایک — دلیسا پردا سنگارے سو بھوتیک

سو اُس پوچھا کہ وہ پردا سو کیا ہے — ہور اس پڑدے میں چھپ کر کون آہے

سو کچھ پردا نہ کر بولی زلیخا — گُٹ اُس پردے کیرا کھولی زلیخا

کہی یک اس میں ہے پُتلا کندن کا — جو سنگارے ہے سب اُس تن رتن کا

خدا اپنا کر اس کوں پوجتی ہوں / سدا اس بندگی سوں پوجتی ہوں

سو اس پردے منیں اس تیں چھپائی / جو وہ دیکھے نہ منج تھے یہ برائی

اس آگل باپ منج کوں کیوں کیا جائے / جو اس کوں باپ کیرا ناؤں نا بھائے

سو یوسف کہہ اٹھے ترت یہ سنے جوں / کہ جب نرجیو تھے توں لاجتی یوں

جو وہ نا سونتا نہ دیکھتا ہے / نہ خوبی نا برائی لیکھتا ہے

جو میرا تو خدا سب پر سکن ہار / سدا ایک دشٹ سوں سب جگ دیکھن ہار

سو ہیں ویسے دھنی تھے کیوں نا دھاکوں / شرم ان دیکھنے پر کیوں نہ راکھوں

کھسیایوں ہور لٹ پٹ سوں جھپڑ لے / چلیا جھٹ جوں ہرن بھاند اتر لے

سو جس دروازے کوں دکھلائے انگلی / اپس تھے آپ کھلے وہ باج کیلی

پچھن لاگے جو وہ ہرنی بھی دوڑی / سو سر تے دار کن اس لاک اپڑی

جو ہات اس پر سیتی راکھن پکڑ کر / پچھیں تھے پیرہن پھاٹا سپٹ کر

چھوٹا اس ہات تھے پیراہن جو پھاٹا / سو پھاٹی پیرہن سوں بھار پھاٹا

زلیخا کا جو پھاٹا دکھ تھے کالج / سو پھاڑی اپنے کپڑے بھی لج لج

ہو حسرت سوں رہی ہو پشیمان / رہے حیران ہو بھو تیک پریشان

پچھاڑی کھائی بھوئیں پر چھاؤں کی دہات / پچھاڑی پچھوا کر پاؤں ہور ہات

جو بھی اس آس ملنے کی نہ ہوتی — اسی تک جیو اس حسرت سوں کھوتی

ولے جب جیو کا جیون گیا تھا — سو اس کا جیو نر جیو ہو رہیا تھا

جو بھو تیک دکھ خنجر دل پر سہی تھی — رکت ماٹی منیں لڑتی رہتی[1] تھی

خنجر لے مار سینا پھاڑ مرتی — اُمید آنگے جیسے پیوتے نہ دھرتی

پڑی تھی جیو آتا ہور جاتا — ڈراون گھر بہوہ ڈاکے ڈراتا

سجن اس آس لا نرآس کیتے — کہ جوں مُنہ کا نوالا چھین لیتے

پیاسی جیو دیتی تھی سو اُس نیر — اَدھر لگ لیاۓ کر کاہے لیتے تیر

کہیں دُکھ ہین سوں رُو رُو بلاوے — کبھیں اس حال کی بتیاں میں آوے

کہیں حسرت سوں دونوں ہات رگڑی — کبھیں سوں آپنے بختاں سوں جھگڑی

کہ کاہے مسخرا گی منج سوں لاوۓ — جو تکلّق اس لا منج کوں ٹھگاوے

از دست زلیخا یوسف گریختن و بیرون آمدن و زلیخا پس شتاب آمده پیرہن دریده کردن

زلیخا تے چھڑالے کر جو یوسف — نکل آئے گھر[2] سو بے توقف

---

۱ تب　۲ بھر

عزیزا و چیت اسے سامن جو آیا — سو یوسف کوں پریشاں حال پایا

سو پوچھا حال سو یوسف ادب کر — کہے ہور کچھ نہ پا ہے گت باہر

عزیز اتنے میں اس کا ہات لے ہات — چلیا لے کر بھر سات آپنے سات

سو اُس لے کر زلیخا کن گیا جب — زلیخا یوں گمانوں جان لی تب

کہ یوسف گٹ بھر اس سات باھیا — بچارن آپ اسی سنگات لیایا

سو اس دھاکوں بکایک لائی فریاد — کہ اے عادل تُرت میرا دلا داد

تُمیں اندیش جے اس کیا سزا ہے — جو تیری اہل پردہ بے وفا ہے

لگیا پوچھن عزیز اسکوں عجب یوں — کہ کہہ دے منج کوں اس بے ادب کوں

کہی یہ دی یہی بندا جو لیا کر — بڈھایا چاد سوں توں پکڑا کر

جو میں اس گھر میں نے سکھ سوں رہی تھی — ایہاں کنے کسی ناہیں دیتی تھی

سو یہ چون چور ہو آیا میرے پاس — جو گودا اپنا بھرے میرے پھولاں اس

خیال اس کا جو میں سوتے اچھوں ہور — آپی نزدیک ہو کر ہو رہے دور

جو اُس خیالوں سوں منج لگ بات لیایا — سو میٹھی نیند کر وی کر اُچایا

اُٹھی سو دیکھ کر بھانٹیا جو ڈر کر — سو میں لاگی پچھن بیگی جو کر کر

سو دروازے کنے اس پر پڑیا ہات — سو پھاٹیا پیرہن اس پھول کی دھات

جو پھاٹے منہ سوں وہ بیرھن کہے گا   سو منج تیئں وہ گواہو کر رہے گا

سو اب ایسا سیاست اسکے تیئں کر   جو اس عبرت تھے ہوئے ہوراں کے تیئں ڈر

عزیز مصر کوں تب اس قصے تھے   گیا کانپن لگیا بھوتیک غصے تھے

غصا چڑ کر بھوا وچت چڑیا چھات   سو یوسف سوں کیتا غصے ستیں بات

کہ تیری بے وفائی کیا کہیا جائے   غلاماں تھے وفا جگ میں کہاں آئے

خزینے جو کیتا خالی تیرے تیئں   سو لیایا یہ اصالت توں مرے تیئں

تجے فرزند گن بہوہ چاو کیتا   سو میرا چاو توں یوں بار کیتا

زلیخا کوں تیری خدمت کوں لایا   سو توں اس دھات اس خدمت کوں آیا

جو ان باندھے جو میرے باندبردے   کیتا سب ان کو تیری باندبردے

سبھہ دھن مال پر تج حکم دیتا   جے کچ تیرا کہیا سب ریس لیتا

سو تو کیا خوب کیتا حق شناسی   اصیلاں تھے تو کام ایسا نہ آسی

نہ اس نعمت کیرا کچ حق راکھیا   نہ کچ میرے نمک کے حق کوں دھا کیا

جو اس خوبی سوں کیتا توں برائی   سو کیوں کرنا نہ اب تج سوں بڑائی

کیتا توں منج بھلائی پر برائی   سو کیوں پاگا برائی کر بھلائی

بھلائی کا جزا ہوتے بھلائی   برائی کا سزا سو ہے بجزائی

سو اب تیرا سزا تج کوں نہ کرنا
نہیں تو ہور کوئی اس دھات ڈرنا

جو اس سے یوسف ایسا ردس دیٹھے
سو سچ تھا سو اپی کہنے کوں بیٹھے

کہ اے تج پاس سب آچار بچیار
بچارے بن نار کریوں منج کوں خوار

نہ منج کوں بول بول اس کے پتیا کر
نہ لا یوں بول ایسا خطا کر

جو بانوں میں پکھوی تھے نار اُپج ہوئی
سو بانوں تھے سدھا پن کوں دیکھے کوئی

جے کوئی چپ راست بوجے سو پچھانے
کہ چپ سو راستی کی گن نہ آنے

سدا آپیں بڑے ہے خیال میرے
لگی ہے یہ جھنجھون دنبال میرے

بہو چند بند سوں تلسل رچھاوے
منجے آنگ سنگ کا ان نت بلاوے

نہ میں اس کے کہے پر کان دیتا
نہ کد یک دِشٹ اس لگ جان دیتا

جتا مٹکائی منج من لیونے تیئں
نین کھولیا نہ اس کو دیکھنے تیئں

کنوں گن اس تیرے گن ہور کرم سوں
کروں ایسی خیانت تج حرم سوں

رکھے تو پاؤں سوہاگ تھے دھاکوں
ادب سوں ڈر وہاں میں سر نہ راکھوں

سو تیری سیج جگلن کیوں منجے بھائے
تیرے اچھے صدر پر کیوں رکھوں پائے

زلیخا منج ایہاں آپی بلائی
یکس پر یک بلانی بھیج بلائی

بہو حیلے مکر سوں بھوند کر منج
سنگات اپنے لے گئی اس گھر بھیتر منج

منگی منج تھے کہ اپنی سیج آنا — سو ہیت تھے پڑے میرے پُرانا

سو میں کیتے دکلد سوں جھُٹ کراس تھے — نکل نھاٹیا بُرا ہو تنٹ کراس تھے

پکڑ را کھن پچھیں تھے جب ستّی ہات — سو پھاٹا پیرہن پھدی اینو دھات

جو یہ پا کی میری با ورنہ دھرسے — سو اب خاطر تیرا اچھے کچ کرسے

زلیخا یوں کہیا اُس کا سنی جب — سو اُن یاندھی سو ان کہانے لگی تب

غدا کیاں ہور عزیز مصر کیاں بھی — جیتاں کچ جانتی تھی اوتنیاں بھی

جو دعوے میں کسی کی آپڑی دند — گواہو نا گوا نا ہیں تو سوگند

سوُان کھا کر لگی انجھو بہانے — کیتی بات آپنی سچ ہر بہانے

جو دلیوا جھوٹ کا روشن کیتی نار — نہ پاسے تیل بن جھوٹی انجھو دھار

کہیں جگ جھوٹ کوں جب چودوان چند — جو اول جوت دے دن دن ہوئے مند

اول دکھلائے اُجالا ہور سیوٹ — اندھارا پاد کر ڈب جائے گھٹ گھٹ

نوے چند سوں کریں سچ کوں سو نسبت[۱] — جوں دن دن جوت اُجالا دے زیادت

عزیز اس جھوٹ چندنی کوں بھلیا جب — نپٹ کو یوں تھے جوں سورج جلیا تب

سو فرمایا جو یوسف کوں لجاؤ — سیاست سوں بندی خانے میں بٹھاؤ

---

[۱] نسبت

عزیز مصر فرمودند کہ یوسف را در بندی خانہ اندازند

ہم برائے یوسف طفل گواہ داد

بندی خانہ کیرے شحنے جو آئے
سو یوسف کوں جو کھینچیا کھینچ لائے

سو یوسف تنگ دل ہو تنگ دل سات
خدا سوں آپنے لایا مناجات

کدائے سب گُٹ بُجن ہارے گسائیں
جو تیری بوُج میں کچ جھوٹ ناہیں

جے کچ اس جھوٹ سچ کا گٹ بھر گھال
میرا سچ جھوٹ کرنا جھوٹا اس حال

جو دیتا منج ست کا نور اجالا
نکر پھر جھوٹ سوں اندکار کالا

میرے تیَں یک گواہ اُپجا جگت میں
جو روشن ہوئے ست میرا جگت میں

مناجات اس بندے کا جب قبولیا
سو جوں سچ تھا سو وہ گُت جگت میں کھولیا

زلیخا کی قرابت ایک کامن
جو اُچھیتی تھی زلیخا پاس نس دن

مہینے تین کا تھا بینگڑا اُس
سو دیتا بات کی قدرت خدا اس

پکارا و ٹھیا عزیز مصر کوں بیگ
نہ کر یوسف اُپر یوں قہر توں بیگ

نہیں یوسف سیاست کا سزاوار
دھرے حق جو دھرے توں مہر ہور پیار

عزیز اس بولتے تھے بہہ عجب کر ‌ ‌ ‌ لگیا تفصیل پوچھن[1] یہ ادب کر

کہ اسے بالک بچے جے کچ سچ بول ‌ ‌ ‌ سکایا تج خدا سو بینج کہہ کھول

کہ کون یہ آگ ادل سلیگائے ‌ ‌ ‌ جو میرے شرم کا پردا اُچھارے

اُسوں بھی وہ بچہ کیتا بچن یوں ‌ ‌ ‌ کہ گن چھوڑے کیرے دھرتا نہیں ہو

ولے تج کوں کہوں گا یک نشانی ‌ ‌ ‌ جو توں اس تھے بجھے جے ہوئی کہانی

نظر کر دیکھ اس کی پیرہن پر ‌ ‌ ‌ کہ پھاٹا کس طرف تھے اس کی تن پر

اگر آگلے تھے پھاٹا ہوئے پیرہن ‌ ‌ ‌ اَچھے بے شک زلیخا پاک دامن

جے کچ یوسف کیرا دعوی نہیں سچ ‌ ‌ ‌ غرض پر بولتا ہے جھوٹ رچ رچ

جو پھاٹا ہوئے پچھیں تھے پیرہن اس کا ‌ ‌ ‌ اَچھے اس تھے پوتر دامن اس کا

جے کچ دعوی زلیخا کا سو جھوٹا ‌ ‌ ‌ اسی سکا کام ہے یہ کام کھوٹا

عزیز اس بول پر وہ پیرہن دیکھ ‌ ‌ ‌ زلیخا کوں لگیا بولن بھوتیک

کہ تو سلگائی ادل یہ برائی ‌ ‌ ‌ اصالت کوں اپس تھے آگ لائی

نلاجی کیوں بجے یوں توں آج کیتی ‌ ‌ ‌ نلاجی ہو میری بھی لاج کیتی

۱؎ پوچھن

بھتی بدکر بڑیاں کا ناؤں ڈوبتی | نہ کئی خوباں کی ہو کر کچ خوبی

شرم گن کا اندیشا کچ نہ کیتی | جو اپنے یک بندے تھے شرم دیتی

ایس تھے آئی سو ایسی برائی | بھلی ہو کر ایس اس آنگ لائی

جگت بھیدن سو دھن سار سکیاں | اسے سو دھن کی بھیدن ماں حیراں

جسے کوئی سودھن گگن ہور بھوئیں کی بھیدن | نہ سکے سودھنی سودھن کی بھیدن

نہ کوئی سکیاں کوں پیتا وے | پتیا وے جن سکیاں اپنی گنواوے

دنیاں بھی آپس ناری کہاوے | سو ناری ہوئے کر جگ کوں بھلاوے

سو ان لاکھاں منس نت اٹھ میلاوے | ولے سکلیاں پر آپ بھاتا چلاوے

دغا سوں پل میں گئی منساں کوں مارے | اسے تل ہور کیتاں تیں سنوارے

کوئی رنگ نت نوے بھیدن نہ کھاوے | کیتے بھیدن سوں تلتل رنگ پھراوے

سو دنیاں بھید ناری کے جو دیکھے | سو آئی کچ کچ اسکے بھید سیکھے

دنیاں جب نار کے کچ رنگ پاوے | سو اسکی ناؤں سوں ناری کہاوے

جگت سدبد جو ناری چھپین[۱] سی نانہ | نہ اسکی بات جانا کوئی جگت مانہ

---

[۱] چھپینی

جو اُن پانی کوں ناری ناؤں ہوئے — بھکوں پیاسوں لُسو دے جیو کھووے

سبھہ جگ نار جنگی کا گرفتار — سبھہ کوی مکر میں اس کے پھرن ہار

عزیز اس بات کیے یوسف کے رخ دیک — سراہا یا اس دیانت کوں بھو نیک

منت سوں منگ لیا اس بھو دھات — کہ اے یوسف کہہ کس دھیر یہ بات

زلیخا کوں نصیحت بھی کیتا تب — کہ استغفار کر اس بات تھے اب

کہیا یوں بول ہور باہر گیا جب — دیکھیا اس تھے گنہ ایسا رہیا چُپ

نہ کچ بولیا برُے بول اس زیادت — نہ کچ سنیا نہ کچ کیتا سیاست

تحمل کوں بھلا کیتی سبھہ کوی — ولے اتنا نہ کرنا جے شرم کھوئے

برائی ہور کال پر ہور کا متی سات — نپت دھیرا اچھے تسی آپڑے گھات

بیانِ مصر شنید بر زلیخا سخن ہا نہا تند آخر یوسف را دیدہ دست ہائے خود برید

برای کن نہ کس عاشق کوں سا جے — نہ عاشق سحر ہور مُہنے کوں لاجے

جگت بولاں تھے ہودئے عشق تازہ — جتا غوغا کریں ہوے گرم آوازا

پرت پنکھی جو جاگا پکڑے گا — نہ غوغا کر اُڑانے تھے اڑے گا

زلیخا جب کیتی یوسف سوں وہ گن — سو گٹ پر گٹ ہوا گُھن پُن جگت سُن

سو بیبیاں مصر کیاں پایاں خبر جب
زلیخا کوں اڑانے کوں لگیاں سب

کہ اس کوں کیا ہوا جو شرم گن سٹ
رہی ہے بھول یک بندے سوں نپیٹ

جو اس تھے نادں ننگ اپنا گنواوے
آپی ہو کر پکڑ لینے کوں جاوے

عجب گمراہ ہوئی بندے تھے اپنی
رہے اس تھے سبہہ دھندے تھے اپنی

عجب ہے جے بھی غلام اس کوں نہ لوڑے
جو سامن آئے وہ اُن مکھ موڑے

نہ اس مکھ پر نظر باہے کدھیں وہ
نہ اس دیکھ خوش راہے کدھیں وہ

نہ کد اس سات منہ دے بات لوے
نہ بات اس کی کندھیں آپیں قبولے

مگر اس کی نظر کوں خوش نہ آوے
جو اس کا روپ اسے دیکھا نہ بھاوے

ہمن ایساں سوں جی یک تل میلے گا
تو ہمناں سوں اسی تل ہیں ہیلے گا

سبھے کچ بولیا ہمارا سیس لے گا
ہمارے کارن اپنا سیس دے گا

زلیخا جب انوں تھے یہ خبر پائی
کھٹو کرنے انوں کوں دل اپر لیائے

ترت فرمائی شاہانی کندوری
کیتے سب نعمتاں ستیں جو پوری

سو اُن کوں اس بہانے سوں بلائی
نوازش سات کندوری کھلائی

جو اس آیا نعمت تھے اکھائی
کندوری درمیانی تھے اچائی

سو رنگا رنگ میوے سات مجلس
کیتی رنگیں چمن کی دھات مجلس

زلیخا مکر سوں سکلیاں کیرے ہات ــ سُنے مِٹھ کیاں چھوڑیاں دیتی ترنج سات

چھوڑی یک بات میں بیچل چھمک سار ــ ترنج یک ہات میں پیلا کنگ سار

کہی ان کوں کہ اے بیبیاں سُو جانیاں ــ جو ہے ہر یک تُمیں رایاں کوں رانیاں

تمہیں کی بولتیاں ہیں منج پرے بول ــ کہ مت اپنے بندے پر میں رہی بھول

جو اُس مکھ نور تھے روشن کریں نین ــ منجے معذور رکھ بولیں نہ یہ بین

رضا ہوئے تو اس جاگا بلاؤں ــ تمن کوں دَرس اس کا دکھلاؤں

سبہہ بولیاں ہمیں سب اس ہوس تھے ــ دو چنتیاں ہور رہیاں ہیں اُس ہوس تھے

بہو مشتاق اس تئیں جیو ہور من ــ ہمیں موھنیاں رہیاں ہیں باج درس

زلیخا بھیج دی دائی کو اس کن ــ کہ آ درسن سوں کر مجلس کوں روشن

سبہہ مجلس میانے ہے ذکر تیری ــ لگی سکلیاں سکیاں[۱] کوں فکر تیری

جگا مجلس کوں جگ دیپ شمع ہو کر ــ جو ہوئیاں تج تئیں پتنگ سب جمع ہو کر

اُٹھے گا توں جو چلکھ ڈگ راکھ آؤں ــ نیں تج پنتھ رکھیں پگ راکھ آؤں

جتا اس تئیں کیتے وہ دائی منتر ــ چلیا ناہیں کچھ اس کا منتر اُس پر

۱؎ حاشیہ میں یہ لفظ تحریر کیا گیا ہے۔

زلیخا یہ خبر سن کر آئیں گی — بھو تیک بھوند کر لیانے کے تئیں گی

کہی زاری ستیں اے من بھلاتی — تیرے انگ انگ سکلے جیو لانے

تیرے یہ انگ تھے رنگ بھو دھات — کیا بیلک رکت پانی انجھو سات

پھلے منج اپنی آس لایا — سو پھر نراس کر چھوٹی دکایا

فضیحت ہوی سبھہ لوگاں میں تج تھے — رہی ہوں یوں سبھہ لوگاں میں تج تھے

جو توں یوں منج خواری سات دیکھے — بھولا اعتباری سات لیکھے

نہ خواری سوں منج لا اعتباری — جو اس بیپیاں تھے کھینچوں شرم ساری

بکلیا سینا جو تیرے دکھ تھے ور زدر — میٹھے لب سوں نت اس پر توں سٹے تو ر

اٹھا اس شور تھے سب جگ میں نے شور — منجے بولن آچائے تب جنے شور

دیکھا ان کوں کچھ اپنا جگ دین دپ — جو منج کوں بولنے تھے سب ہیں چپ

بھوگن منتری شوگن دیکھایا — جو سائیں بھوگنے آنے پر آیا

سو اس گن تھے بہو خوش ہوئے ناری — ہی کسوت سوں جوں سر دانش نگاری

لڑکتی لٹ رہی کسوت اُپر لاگ — سو سبزی میں رہیا جوں مشک کا ناگ

کمر جس کو نظر دھنڈے نہ پائی — مرصع زر کمر سیتی کسائی

سنگاری تاج کوں اُس سر چڑھا کر — انبر سر لی سو پیتن پک بنا کر

دیتی اُس ہات کنذن آفتا دا — دیسے اس بات چہ پتری سہادا
سُنے کا طشت یک باندی کیرے ہات — چلائی اُس کوں تجھیں یوسف کیرے سات
دیکھے اس دستا سوں یوسف کوں جے کوئی — پھیلے ہات سُدبد تھے دھوئی
جو خلوت میں تھے آیا وہ چھپا دھن — نکل آیا بھر جا توں کھلیا بن
دکھیاں بیبیاں جو اس سنگار بُن کوں — چُنیاں درسن بھول اس بن تھے نین کوں
سو یک درسن میں سب اُو چیت موہیا — بسیاریاں آپسیں سُدسُد کھویاں
دیکھت اس کوں کہ دہ جانوں پدلگیاں — ہویاں بن دشت تل سرپا پریشاں
جو بے سُدہو ترنج کاٹن گیان سب — سوہات اپنے نسنگ کاٹن لگیاں سب
چھوڑی ستیں یکن انگلیاں قلم کی — ہیا میں نیہہ کی اچھر رقم کی
کیتیاں صفحے کیتیاں اپنیاں ہتیلیاں — جو اُس پر جدولاں کھینچیاں رنگیلیاں
جو دیکھیاں نور نرمل سب کھیاں اس — کہ او ٹھیاں پو چھتیاں یہ ہوئے مانس
نہ باج اُتم فرشتے کچ اچھیں حور — نہ ہوسکلے فرشتیاں کوں بھی یہ نور
زلیخا بول اُٹھی یہی ذات — جو اس تھے بولیاں تھیاں منج دن رات
اہی ہوں میں جم اس سوں چیت لائی — اُسی انگ سنگ کا دن میں بلائی
ولے ملتا نہیں منج خیال میں اُن — نرم ہوتا نہیں اس حال میں اُن

کٹھن ہو کر ہو رہے گا اسی حال — کروں گی نرم بندی خانے میں کھال

جو کئی دن بھاگ سے میں پائی خواری — اُسے اس ٹھاؤں انے پڑے رنج بھاری

جناور جنگلی ملیے نہ تو بن — جو رہے بند یا پنجرے میں کئی دن

کیتاں بیبیاں جو ہات اپنے لیتیاں کاٹ — پڑیاں بے ہوش ہو تری پرت اٹ

اُسی مجلس میں کیتیاں جیو دیتیاں — کیتاں جیو مانہ پیرت راکھ لیتیاں

کیتیاں ننگیاں کھلیاں سُدبُد گنوالے — رہیا سُدبُد گنوالے جیو بنچالے

کتیاں کوں گئی سُدبُد بھی آئی پھر کر — رہیاں اس کی پرت کا دکھ سر کر

زلیخا سار لتیاں پرم پیالے — دلے راہیاں گھر اس کے سمالے

زلیخا بی بیان مصر را این تجربہ نمودہم بے بیان مصر یوسف را پسند کردند بعدہ فکر بندی خانہ کردند

جو ہوئیں یک بست کوں بہوتیک خریدار — ادک رغبت دھریں ہر یک خریدار

جو یک بیہہ سوں اچھیں دل باندلیکن — پرت اس تھے اچھے یک حال اس من

جو دیکھی ہور عاشق کوں مقابل — ادک سلگن لگی عشق آگ تلتل

زلیخا دیکھت اُس بیبیاں کیرا حال — ادل کی خیال تھے لائی ادک خیال

کہی ان کوں کہ یوسف کوں دیکھت جب — ہوئیاں اس حال یک تل میں تمیں سب

تمارے حال پر بوجھو میرا حال — جو دیکھوں درسن اس کا نت سدا کال

اگر اس عشق میں معذور اچھوں میں — بُرای سوں نہ بولو بول مُنج تیں

منجے سنگاتیاں ہو اس فکر میں — بہو کوشش رکھو میری مدد میں

کرو اس سنگ دل سوں بندگی بات — جو نرمی سوں چلے کچ منج سنگات

سبہہ معذوری سوں دیتیاں گواہی — کیتیاں شرمندگی سوں عذر خواہی

کہ جیو کے ملک میں وہ راجنا ہے — جو حکم اس ملک میں اس کا رواں ہے

نہ مو ہے کیوں دیکھے وہ روپ جے کوئے — دیکھت اس ہوئے پانی جے پتھر ہوئے

نہ ہوئے جگ میں ایسا کوئی پیدا — جو وہ اس لکھ کرنا ہوئے شیدا

جے کوی یک دشٹ دیکھے اس نین کھول — آپیں بھولے سوتج پر کیوں رکھے بول

مکہ اس کا جگت بھلنے کا سبب ہے — جو توں اُس دیکھ بھولے کیا عجب ہے

بھلے جیو سات جن وہ مکھ دیکھت — وہے مکھ ہوئے معذوری کوں حجت

زلیخا کوں اینوں بکنوں سوں سمجائے — لگیاں یوسف ستیں لولن سبہہ جائے

کہیاں اس کوں کہ سن گنونت سامی — سہے تج انگ کسوت نیک نامی

تو آنیر جگ دریا میں سپنیاں ہیں — سو موتی اُس میں تج ایسے کہاں ہیں

سو کچ ہے مرتبا تیرا آچکل — جو راکھے عرش سر تیرے چرن تل

زلیخا کیا ہوئی تیری نیتھی مانہ ‎ ‎ ولے اس پنتھ پکڑی توں رکھے مانہ

نہ تیرا مرتبہ کچھ ہوئے کم ‎ ‎ جو چلیے پاؤں رکھ اس پنتھ یک دم

نہ کر اس سات ایسی سرکشی توں ‎ ‎ نہ رکھ ناخوش اسوں مل رہ خوشی سوں

بہانے حجتاں اس سات ناکر ‎ ‎ بجے کچ تج تھے منگے حاجت رواکر

بجے تج حاجت ہے اس بے حاجتی سات ‎ ‎ نہ حاجت مند کی جا تجھے کھینچ ہات

بھوت اپکار اس کا چکھ نہ بسیار ‎ ‎ چکھ اسکے سار کر اس پر رکھ اپکار

پیار اس کا دیکھت ایتا نہ کر ناز ‎ ‎ لپیٹ اس رو رخ چکھ جوں سرو سرافراز

نہ ہوئے جس کام دو جا سرکشی بن ‎ ‎ نہ دیوے سرکشی پھل ناخوشی بن

جو ان تج تھے نپٹ نرآس ہوئے ‎ ‎ نپٹ تج مہر تھے بھی ہات دھوئے

سکت دھرتا سو مت پھر ہوئے جے کال ‎ ‎ اکھاڑے[1] اوس ستیں پیٹ کی کھال

جو سر تھے اونچ آوے لوٹ سوں چل ‎ ‎ کھڑے ہوئے ماٹی سٹ دیوے پگ تل

بہو کچھ اوے کر تج تشانستی ہے ‎ ‎ بندی خلنے بہونگی کرتی ہے

بندی خانے تھے کیوں ڈرتا ئیں توں ‎ ‎ نگر اس تھے خبر دھرتا نہیں توں

بریاں کے تئیں کیئے سو وہ برا تھا دن ‎ ‎ جو روندے جیو اس کا لیوتے ناؤں

اندھارا تنگ جوں کافر کیری گور ‎ ‎ اپارا جوں اگن دوزخ بھرے گور

---

[1] کھاڑے

بچھانا اوڑنا دکھ باج کچ نا نہ ‎ ‎ ‎ کریں جم جاگ بھوک اس بیچری مانہ

سبہہ دھویں ہات کھانے پیچھے نے تھے ‎ ‎ ‎ بھوکوں پیاسوں اُدگھاوے جیونے تھے

جیسے گھالیں سیاست سات اس مانَن ‎ ‎ ‎ سو جیوتی جیو جانوں گور میں جائیں

جے کوئی اس میں گیا جے گور میں جائے ‎ ‎ ‎ سو اُس جاگا تھے اس کوں گور خوش بھائے

سکل اس پر سلگتی ملکہ کی دُرجن ‎ ‎ ‎ سو اُس سلگن تھے نت جلتے کیتے من

سو ان گانٹھاں بھواں پر چڑیک گانٹھ ‎ ‎ ‎ دلویں لوگاں کے دل پر نت ستیں گانٹھ

لٹکتے ہونٹ گوپوں سوں لگے گنٹھ ‎ ‎ ‎ جو دیس جوں ڈراون گور کے گنٹھ

نہ بولے باج کڑوے بول یک بول ‎ ‎ ‎ نہ بن مرنے کے بس بٹیاں ادھر کھول

جو کوئی تج سار سُکھ واسا جہ ہوسے ‎ ‎ ‎ دیکھت وہ ٹھاؤں جیو تھے ہات دھوسے

زلیخا تیئں جو توں دھرتا نہیں عار ‎ ‎ ‎ تو اپنی تیئں بھی کیوں کرتا نہیں عار

جو توں اُس تیئں مہر کی بات چھوڑے ‎ ‎ ‎ کچ اپنی ذات پر تو مہر لوڑے

نہ کر توں اس نارادی ستا توں دَند ‎ ‎ ‎ جو اس تھے بھی نہ ہوئے تج کوں بند

اُسے کا ہیئت کوں ناخوش رکھے توں ‎ ‎ ‎ جو اُس تھے ناخوشی آپیں دیکھے توں

جو آن تج کوں نپٹ آن بھاوتے ہوئی ‎ ‎ ‎ نہ اس کی شکل تج من بھاوتی ہوئی

تو رہ تمنا ستیں سرکار لاکر ‎ ‎ ‎ بدن بیل اُس بھوگے ہو چھپا کر

ہمیں ہر یک خوبی میں یکٹ ہیں ۔۔۔ چندا سورج تھے رُوپوں ماں اَدِٹ ہیں
ہمیں اُچھتیں زلیخا کس گنت مانہ ۔۔۔ ہمن سوں لاف کی اس کوں سکت نانہ
بچارا اُن کی جو یوسف کا ن دیکھتے ۔۔۔ بھو تیک دل پرا او کھرٹ مان لیتے
اَنوں کے مکھ تھے مکھ اپنا بھرا کر ۔۔۔ دعا کرنے لگے دو ہات اُچا کر
کہ اے تج سات سب جگ کا مناجات ۔۔۔ منگے ہور پائیں[1] سب کوں تج تھے حاجات
گنہ تھے بندیاں کوں توں رکھن ہار ۔۔۔ صبوری پر سکت توں دے سکن ہار
اکیلے بن منیں توں ہے سنگاتی ۔۔۔ نہیں تج یاج منج خلوت میں ساتی
تمیں ہے منج کوں پروردیگارا ۔۔۔ جے کچ میں مانگتا سو دین ہارا
جے کچ منج تھے انوں کا منگتا ہے ۔۔۔ بندی خانہ منجے اس تھے بھلا ہے
جو میں رہا ہوں بندی خانے میں سو برس ۔۔۔ بھلا جے پاؤں اس کا ایک تل رس
دل اند ھلا ہوئے نامحرم کوں دیکھے ۔۔۔ دو چینت ہوے جت اُن پر ست در کھتے
انیوں کے سنگ تھے اس جاگا تھم تو تنگ ۔۔۔ ہزار افسوس جے چوکے نہ یو سنگ
بندی خانہ منگے یوسف خدا تھے ۔۔۔ بندی خانے پڑے اپنی دعا تھے

---

[1] پائیں

جو چکے منگتے اُن سنگ تھے دوری | بندی خانے میں نا پڑتے ضروری
خدا اُن سنگ تھے ہر یک سبب سات | ہے دیتا خلاصی سکھ سنگات

و پند زنان یوسف خاطر نیاورد هم زلیخا لاعلاج شده رضائے عزیز مصر گرفته در بندی خانه کرد

دغا سوں ہات جن کوئی کاٹ لیتیاں | دغا بازی جتا یوسف سوں کیتیاں
نہیں جیتیاں کسی بازی دغا سات | سو بازی ہار پچھتایاں بہو دہات
دغا کر داغ بن دل پر نہ پایاں | سو یوسف تھے دغا کھا کر اگھایاں
کہ کچ اُن کو نہ دمن آس دیتا | نہ کچ من آس دیون بات لیتا
زلیخا کن گیاں سب ہو اُتالیاں | سو اُس کوں بھاگے گھال شتالیاں
کہیاں اس کوں کہ اے مسکیں بچاری | نہ دیکھیا جائے تیرا دکھ بھاری
نہیں کوئی روپ دنیا یوسف ایسا | دلے سرکش بھی نا ہیں کوئی ویسا
کدھیں تج سر نہ دیسے سرکشی تھے | نہ دیسے کد خوشی تھے نا خوشی تھے
جرم توں سرکش اس کوں پاوتی ہے | اچھوں توں کیوں نہیں سر کھاوتی ہے
ہمیں بہوت دہا اس کوں پند دیتیاں | ہمیں سب جیب سوں ہن سار کیتیاں
دلے نا ہیں کٹھن اس سار کوئی سار | جے کوئی ہو ہن کٹھن اس پہ جلین ہار

اب اس تیئں بھاگ سے کلمیے کیرا اگرم
جو ہوئے وہ کٹھن فولاد کچ نرم

جو کلمیے مان جل کر نرم ہوے سار
کریں اس کوں جسے کچ توڑے سو لوہار

جو گرمی سوں نہ کرے گرم لوہار
نہ چلسے کچ جتا کوٹے ٹھنڈ اسار

زلیخا کوں جو دیں بولیاں اُنوں سب
بہو خوش بھائی یہ تدبیر اسے تب

بہو تیک آس راکھتی آپنی چت
کہ اس تدبیر تھے مت نرم ہوئے مت

کہ اپنے سکھ تیئں اس کا دکھ لوڑے
دیکھے سُکھ کا مکھ اُس کا مکھ چھوڑے

کہ عاشق عشق میں پورا نہ ہوئے
تو اپنے بھاؤ تے بن کچ نہ جوئے

منگے من مت کوں اپنی بھوک کی جو
نہ من کے میت کوں بن آپی بھوک

جن اپنی بھوک کے کارن بھوگیا ہوئے
دکہیں عاشق اس کوں عاشقاں کوئے

نہ کہیا جائے اس مت کوں سُمت مت
جو اپنے تیئں دکھاوے مت کا چت

سُمت مت بے رہے مت تھے دو چت
نہ چنتی چت میں مت کو بن سُچت مت

عزیز مصر کوں جا کر زلیخا
کہی یہ بول سمجا کر زلیخا

کہ بدنامی لگی منج اس نگنے تھے
جو لاجوں میں سکیاں میں بیسنے تھے

شبہہ اس شہر میں بولیں یہی بول
جو میں چت با مدرا کھی ہوں اسے بھول

سُنبیر کر ہوئی تنگار اس کی سر کی مانہہ
جو منج یک بال کوں اس تھے چھٹک نانہ

سو کچھ اسکی دیوانی ہو رہی ہے
جو اپنے دیہہ کی سُدھ بُدھ کھو رہی ہے

سبھہ لوگاں گُماں ایسا دھریں جب
ہمیں اس کان یک حکمت کریں اب

جو اس حکمت تھے مت ہوئے گماں دور
میری پاکی ہوئے پھر جگ میں مشہور

پھیلے بید بید اُس کوں پھرا دیں
گلیاں کوچیاں میں لیں ڈھنڈرا پھرادیں[1]

کہ کیوں نا اس سزا کا ہوئے سزاوار
دھنی کی شرم پر جے کوئی اٹھن ہار

دھنی کیرے سیاست تھے نہ دھلکے
منگے جے سیج اس کے یادرا کھے

جو میرا تھہر لوگ پر دیکھیں گے
نہ پھر منج پر گماں ایسا رکھیں گے

عزیز اس فکر پر خوش ہو قبولیا
خوشی سوں مسکیاں ہر ہونٹ کھولیا

کہیا اس باب میں بہو تیک اندیشا
نہ ایسا ہوئے وہ ہر یک اندیشا

نہ میرے دل میں ایسی آئی تدبیر
جتا میں دل میں کیتا فکر پھیر پھیر

دیا ہوں حکم اب اس کا ترے ہات
چلا اب حکم تج کوں بھائے جس دھات[2]

جو آگن بول آن بھاتا لگیا تج
کر اس کوں دور جس گن بھار تا تج

زلیخا یوں جو اس تھے بھاوتا پائی
سو اپ کہنے کے تئیں یوسف کن آئی

---

[1] دھنڈرا مرادیں

کدا ے من بھاوتے آپ بھاوتا سٹ　　میرے من وو بھاتے تیئں نا لیا جھٹ

عزیز مصر آپ بھاتا کیا منج　　تیرے اوپر یو پٹ بھاتا تاریا منج

سو اب من بھائے سو تج کر سکوں میں　　جو بھاوے بھاگسے میں تج رکھوں میں

جو بھاوے یک تیرے ابر پر آ نیڑا دن　　جو بھاوے قہر سوں تج یک تلیں بھادن

میرے سر حکم ہے اب سرکشی سٹ　　خوشی سوں منج سوں وو ناخوشی سٹ

جو تج سر سرکشی ایسی بلا لیائے　　بلا کوں سر گراں کیوں تج کوں بھائے

جو میرا امر نہ لے لیوے بلا سر　　سو اب سر لے جے کچ تج بھائی خاطر

جو اب توں منج دکھیا کوں نا کرے شاد　　تو تج بھی دکھ دے لیوں اپنا داد

خوشی جے کچ انھاگی کوں نہ بھاوے　　منگے خوش راہنے جیت دکھ بھاوے

خوشی لینے تجے دکھ دین لوڑوں　　سے تجے خوش رکھ خوشی میں لین لوڑوں

جو منگر ادودنا پیوے خوشی سات　　پلائی اس نار[۱] مائی ناخوشی سات

میرا دکھ دور کر خوش رہ آپیں بھی　　منجے دکھ دے تنگو دکھ اپیں بھی

جو توں دکھ بند میں راکھے اچھوں منج　　ترت بند کر بندی خانے نچھوں تج

---

[۱] پیار

جو ہنستا کھیلتا رہنے تھے منج سوں | تیرا خاطر جو بھاوے بند تج کوں
سو یوسف بول اٹھے جے کچ کرے منج | تیرے سر حکم ہے سب کچ سرے تج
جے کچ توں منگتی منج تھے تیری تئیں | بھلا اس تھے بندی خانا[۱] ہے میرے تئیں
زلیخا اس جبا بھوندی ڈرائی | نہ کچ اس بول تھے اس کوں پھرائی
سو بھوتیک تلملا کر چھپر میں نے آئی | بلا کر تورت سرہنگاں کوں فرمائی
جو اسکے انگ کی کسوت زنگار نگ | نگارے کر کیتے اس کوں ننگا انگ
جگت جوت انگ اس کا جگ دین بار | نمدر کٹے نپائی اس اڑے سارہ
لوہے کا طوق اس گردن میں چھوڑی | پگوں میں یک دنڈی زنجیر جوڑی
جو تھے کتوال سب دجال جیسے | جو اس کا دھا چڑائے جوں کہ عیسے
سو یوں کاندھے پر اس کوں سر کلا کر | پھرائے شہر میں یوں شور لا کر
کہ کن کھوٹا غلام ایسا جے کوئی ہوئے | جو مانگے جے دھنی کی شرم اپی کھوئے
سہے اس کوں جو انپڑے یہ سیاست | بندی خانا ہوئے اس ست جن لیٹا
ولے سب جگ تماشے کوں کھڑے ہوئے | بہوتیک جیو کر کہتے سہے کوئے
کہ یہ کیا بات ہے یوں توج[۲] ناہوئی | جو یہ گن ہور تے ادگن کیا ہوئی

---

۱ ہندی خانہ ۲ توج

فرشتے کر جیسے سر جیا پوّتر | نہ ہوئیں ابلیس کے اس میں چھتر
لکھن ونتا سُلکھن مکہ دسے جن | بُرے کام او لکھن ڈھنگ کیوں کرئے تن
سلکھن خوب روپ اپروپ ہوئے جس | چلنت اس روپ تھے بھی خوب ہوئے تس
سو کڑوے تھے سبھہ کڑوا اگ ڈھنگ ہوئے | جن آو لکھن گُن او لکھن کرن جائے
جو لے گئے اُس بندی خانے لگ اس ٹھات | بندی خانہ سو لا یار شک آنبر سات
جو اس دو رجگ مہکن پھول یک تھے | بندی خانہ ہوا سو گند سُرگ تھے
جو بند کے لوگ وہ امرت ہوا پائے | سبھہ نیر جیو تھے سو جیو نوا پائے
بندی خانہ سو کیا دوزخ اگر ہوئے | تو ویسے کے قدم تھے سُرگ سر ہوئے
بندی خانے کے سب لوگاں کوں یک قصیر | ہوئے کھلے بہشتی طوق زنجیر
بندی خانے میں جب یوسف کتے ٹھار | ہندی خانے کے شحنے کوں کہی نار
کہ اس اس تھے ادک دیکھ میں نہ پارو | اب اس کا طوق ہور بیڑی کہاڑو
نڈ سوں دیہہ نازک نا چھلاؤ | سراسر ریشمی کسوت پناؤ
اُس امرت نیر سیتی سر نھلا کر | سنگارو تاج کو اس سیس لا کر
جلد ایک کوٹھری اس تئیں سنوارو | بہو رنگ رنگ صفا ستیں سنوارو
بچھاؤ اس میں شہانی صدر سنگار | حریری سیج سج کر پھول انبار

جو اس تیئں اس محل میں ٹھاوں دیتے — سو اُس حجرے عیادت کان کیتے
سدا جوں تھا اُنوں کا رسم عادت — لگے خلوت میں نے کرنے عیادت
کیتے بھوتیک شکر اس بندیں جائے — کہ اس ناریاں کی چھند بند تھے چھٹک پائے

سرخی ندارد

بڑی کچ بھول ہے مانس کوں جگ مانہ — جو اپنے حال کی سُد بُد خبر نانہ
نہ اس کا رسم ہے نعمت شناسی — سدا معتاد اس کا ناسپاسی
جو پاوے نیت نعمت بھوگ سولاکھ — اُس سوں راضی اچھے لوب اگ دک راکھ
جو ساری عمر اس بھوگوں سوں جاوے — نہ بوجھے قدر اس کا بن گنوائے
زلیخا نت جو مِت کوں دیکھتی تھی — سو انگ سنگ سنگ اس سکھ لیکھی تھی
سو نت اس دیکھنے کوں سکھ لیکھے — جو وہ سکھ کھوے برہے دو کھ دیکھے
بندی خانہ بندے لوگاں کے تیئں سب — سُرگ بن ہو رہیا اس بھول تھے
سُرگ بن تھا سو اس کا من کا گھر — ہوا اُس باج دوزخ تھے بنتر
جو دکھ دوزخ اول تھے دل میں تھا اس — سو یک دوزخ سہس لگ گن ہوا اس
سو دل کے ہور اس گھر کی انگن سیج — جرم جلنے لگی جلنے تھے بھو تیج

جیسے جگ مانہ جالے آگ میں بجائے | سو یوں جھے ترت جلبل راکھ ہو جائے
دلے برہ آگ گن دوزخ کی ہوتی[1] | نہ بوجھن دیوتی نا یہ راکھ کرتی
سو یوں اس برہ بھنجن بن زلیخا | جلی برہ آگ سوں نس دن زلیخا
کبھیں دامن بھرے گلال ستیں | کبھیں جوں پھول کپڑے پھاڑ لیتی
سجن دو جگ مہکن پھول کے خیال | کبھیں ڈھالے نین نرگس تھے گلال
دگد منہ ہیر چھاتی چیر لیوے | کہ مت چکھہ دکھہ دگد باہیر دیوے
دلے وہ بھی جو دروازے کھلے پائے | سو اس پنتھ بھی دگد دکھہ بیس کرائے
کھرو بچی مکھ لو بچی بال لانبے | بچھاڑی ہات پا یک تل نہ تھانبے
لڑی اپنے ادھر دانتوں پکڑ کر | پڑے میانے یکیاں موتی کی سر کر
کبھیں سر مانہ اپنے دھول اڑا دیوے | کبھیں سو دھول میں اپیں لڑا دیوے
کبھیں دکھہ انجھواں ہنوں تھے بیٹھی | ہو دھرتی سب چکر ہو دھول بیٹھی
رگت رنگ مکھ جھل جاس کھیلے پر | کری جون کنول نیلا مار لے کر
کہ ترا رنگ ناسا جے خوشی باج | دکھیا کوں نیل کیرا رنگ ہے ساج

---

[1] دلے برہ آگ گن دوزخ کی نہ ہوتی

اپنوں دکھاتوں پشیمانی دُکھ تھے ۔۔۔ پریشانی سوں بیٹھی ڈگمگ تھے

کہ اسے کرتب جو میں کیتی کرے کن ۔۔۔ جس ایسا ہیں بہیے کیوں نا مرے تن

میرے تن جیو جا کر جگ کیرا ۔۔۔ موا بن جیو کے جیو جیو میرا

اپیں ہوا بیس آزار دیتی ۔۔۔ اپیں ہو نگ میں نیشا مار لیتی

اپس تھے یہ بلا آپیں بسائی ۔۔۔ آپیں دون لائی اپنا جیو جالی

اپیں ہو آپنے دیدے کھاڑے ۔۔۔ گر اندھلی آپ دکھا گھاڑے میں پاڑے

ستم دکھ کے پہاڑاں سیس لیتی ۔۔۔ جو بیتے[1] گئے سبہہ تن بھار سیتی

بہودن کھوئی جس کوں ڈھنڈنے تیں ۔۔۔ سو آخر کی دُگد سوں پائی اس میں

پڑی کیا بھول منج اس بھول پر پھیٹ ۔۔۔ جو وہ جگ دیپ مانک کھوئی سیوٹ

اُٹھی ہوں جیو پر دل کی دُگد تھے ۔۔۔ دگد تھے اب پھٹوں کس کی مدد تھے

کریں تلتل یوں جکھ حال اُس وس ۔۔۔ کہ کاٹی میں اپی ہو آپنی آس

جو کھوئی دھند دھند کر بھو تیرا کال ۔۔۔ نہ ہوی منج سار آپیں آپنا کال

جو اپنی کال اپیں ہو لیون آپن شور ۔۔۔ جو پتھریاں سوں کچل سینا یوں توڑ

---

[1] بیٹے

سبجے کچھ تھی نیت اس کی کچھ یادے   سو اُس یاد وں جو اس سوں سینہ لاوے

دیکھی پھر پھر جو اس کے پیرہن لے   کہ تھا وہ جیو پیارا آپ تن لے

کبھیں مکھ پر اتاری باس اس لیوے   جو اُس باسوں تھے جیو من آس لیوے

کبھیں پھاٹی کلیجا دیک گیریباں   ہیا ہوی چاک دیکھت چاک داماں

کبھیں لی آستیں اُس آستیں ہات   کہ لے وہ ہت کلاین آستیں سات

کبھیں اس تئیں بھری انجھواں پڑے سات   جو آویں یاد وہ ڈنڈ ھیم کی دھات

کبھیں دامن چومے ہورلے نین پر   کہ بہت کئی دن رہیا تھا اس چرن پہ

کبھیں حسرت سوں دامن ہات لیتی   کہ اس کا دور لے ہاتھوں تھے دیتی

اُسوں جیں دور تھی میں ایک مندہیر   جسے جھاڑے جتا وہ دور پھر پھیر

کہ مت دسے یاد چومے جھاڑنے تیئں   نہ دیتا چاپلوسی کئی جتا ہیں

اِیتال اس دور میں اُس دور بھر بھر   نفا کیا جسے رتن دونوں نین کر

جو اُس سر باج اس کا تاج ہو بیٹھے   جو اس چوندھیر نخچل مانک بیٹھے

کہ ہے یہ تاج اس سر پر رہیا سو   جو اس یک کیہ جاگ سر دھر رہیا سو

کمر بند جسے کمر کا یاد دیوے   کمر اس بندگی میں باندلیوئے

جگت بیاڑ د کرن ہار سے ہرن جائے   کمر بند سوں مرگ اپ گل کرن جائے

دیکھت اس رنگ کیاں زرکش قبایاں انجھو دھاروں ستیں رو پے سلایاں

جو وہ اسوں کوشیاں جنّت دیکھے دیکھت بے موّل جیو دے مفت دیکھے

دیکھت وہ جفت بہہ حسرت سوں روئے کہ سائیں جفت آپ ستیں نہ ہوئے

اسوں گن تھا اُسے تلتل نوا دکھ جے کچ دیکھی کرے اس تھے جُدا دکھ

جو آئیں پارلی غفلت سوں دوری سو دوری پر صبوری تھی ضروری

ولے بن پیہہ صبوری کیوں کیا جائے برہ سغنا و تیں کس تھے سہیا جائے

نین جس دیکھتے چُکھ سکھ دیکھے سو اس بچھڑے تھے کیوں نا دکھ دیکھے

سو جس کے سنگ مل رہ سکھ دیکھے جن سو اس بن کیوں ادک دکھ نا دیکھے تن

میلے رت سوں پڑے انتری سوں انتر سدا انتر تھے اس انتر سہس سر

جو پن مل رہا تیں پیہہ سوں انتر ہے نہ وہ انتر او وہ انتری سات سر ہے

زلیخا تنگ آجیو دین لوڑے اپیں خون آپنا کرلیون لوڑے

نپٹ دی چھوڑ آپنے جیو کی چاڑ رکت میں نھای تلتل سیس پچھاڑ

بہوگن کے پچھے پر سار ہو جائے سٹالے دین لوڑی تل سر پائے

سرگ سر کیس آت لانبے رین جھبیس سرگ پھانسی کرن جاڑے انوں کیس

کبھیں بس بھر پیالی لین جاوے جو وہ پیالا لامرن لاہر چڑا وے

کبھیں پانی دھرے سو بانک لیوے — جو اس تھے پیٹ بھر جل مرن پیوئے
بلجے کچھ وہ نار تب کرتی تھی کر تب — سو کرتی تھی مرن تئیں جیت دھر سب
سرن کروا ای پڑ گئی اس یہ جرن پر — لسے کرتی دعا بھی بہہ سرن کر
کہ توں من بھاوتی من بھاولیوے — ادھر امریت پیالے پور پیوے
سو کچھ یہ بہہ ملنے تھے ہوئی توں شاد — جو بچھڑی بھی نہ آوے پھر تجے یاد
نہ لے خبری سوں بے صبری یتی لے — خبر سٹ کر نہ بے خبری یتی کر
یتا دھیرک نہ سٹ چکھ دھیر ہو رہ — میلن آسوں بھو گنبھیر ہو رہ
بھروسہ میلنے کا رکھ دل میں — یتا کیا جٹ پٹاوے ایک تل میں
جتا بار ابھٹی دکھ کا جتے بار — نہ کاڑی سار ہلنا چھوڑ کر ٹھار
جتا دکھ آگ بھڑکے اونچ سلگائے — بجھا اس صبر کیرا ابر برسائے
صبوری ہی آس کا پھل بار لیاوے — صبوری کھیت میں من جیت کا لکاوے
ہوے جل صبر سوں سیپی میں موتی — پتھر ہوے صبر سوں مانک جوتی
ادک بند صبر سیتی کرب میں باند — ہوئے نو ماس کوں جوں جو دواں چاند
یچنچل سوں کا منی بھرتا سو چکھ ہو — انوں بولوں رہے سینبرک چکھ ہو
سہس کھو چھاؤں سوں من بیر من دھر — رہے بے صبر کیرا بھیس تن پر

ولے بُد ونت تھی جب سوں کر بنید — جو عاشق باولا ہوئے صبر سوں بند
سو میں وہ پنداُس باول کی نسبت — سبہہ جوں مکڑی کی تار زر گت
اُلالی برہ سوں باول اُٹھی جب — سو کیوں وہ تار زرگت نا ٹٹے تب

سرخی ندارد

ادٹ یوسف جو مغرب بھاگے جائے — سو مکھ انبر زلیخا تھے جو چھپائے
زلیخا سار انبر نیلا کیتا لکھ — جو اس یوسف کے مکھ بن اُس پڑیا دکھ
انجھو رنگ رنگ سوں مکھ نیلا چھپاوے — ستارے ہور شفق جگ کوں دکھاوے
بن اُس یوسف تھے پڑیا جگ میں اندھار — جگائے چاند دیوا کر دپن ہار
سو بن یوسف زلیخا روتی رنگ رنگ — دلے جوں کھن شفق تاریاں میں سو رنگ
دگد بھارون خمی تھے جوں دھنوں دھات — سو نیروں آہ سوں پھوڑی انبر سات
جرم جلتی جلی اس دن بہو تیک — لگی جلنے سہس گن بھی رین دیک
جو دن گھٹ رات ہوی عاشق کے تئیں جب — ادک دکھ آپڑے عاشق کے تیں جب
دیسے جس برہ تھے دن دیس اندھارا — سو نس کر کیوں ادک تا ہوئے اندھارا
دکھیا کوں جے دیسے کالا سبہہ دیس — سو کالک کیوں اِدک تا ہوئے جو ہوئی نس

میلے دگد سے سوں تِس جب لے دگد بھیس
چلی سنگات لے ہندان دگد دیس

انجھو ڈھالیں بکیس کی رین سوں ایک
دگد کا لک لسایئں اکیس کوں یک یک

دکھیا کی رین جے لانبی کہاوے
دکھیا سنگ سٹ اُسے جانے نہ بھاوے

سو گاڑھے سنگ سوں دونوں رہن ہار
جو ہووے نیند کوں اُن سیج سنچار

زلیخا اس رین کا اسنگ پاکر
سو اُس جلنے آدِک تھے چپٹا کر

رنیپٹ بے صبر ہو فریادا اُچائی
کہ کیسی رین میری آگل آئی

جو میرا ست آدک تھا چاندا آچت تھے
منجے دن رات اُجالا تھا سو مت تھے

سو اب اُس سیت بن تِس رات منج کوں
اندھارا پڑ رہیا ایک دِستا منج کوں

نہ سورج تھے ہوا منج دیس اُجالا
نہ دیوے چاند تھے ہوئی نیس اُجالا

نہ منج من میت منج مندھیر اس رات
جو گذرا نوں رین اس سیونے سیات

جو اُس انگ سنگ تھے منج سُکھ نہ تھا پچھ
دلے سیوسے تھے منج سر دنگ تھا سُکھ

نہ منج ہنس کھیل آسودی کیتا اُن
ولے آسودگی منج تھے لیتا اُن

نہ آسائش دھنڈی اسکے دھندے مانہ
سر انکھیاں سوں ہنڈے اسکی دھنڈتاں

نہ جانوں حال اسکا آج کیا ہوئے
اُسی یک جیت سلوک کن ہوا ہوئے

پُھلوں بھر کن بچھاوے سیج سو دن
سرہانے کن کیا ہوئے شمع روشن

نیکے تلوے تلاشن ہار تھا رکن | تلاشن سوں ہتھیلیاں سکھ لتا رکن

کمر بند کوں کھولیا ہوئے کمر تھے | کہاڑیا کن قبا اس انگ پر تھے

کہانیاں سوے لگ اس کن کہیا ہوئے | کن اس کی پائنتی جاگت رہیا ہوئے

سُہے یا نا سُہے ہے وہ ہوا اُس | کیتی خوشی یاد ہے ہے وہ ہوا اُس

من اس کا پھول جوں کھیلیا رہیا ہے | کہ جلوں بن جل کمل کملا گیا ہے

گھنگروالے مہکن باس کے بال | ردکھے ہیں یا رکھے چکنے کدم گھال

رہیا ہے من کمل تنگ ہو کلی سار | ہنیں تو جوں کمل کھل ہے ہنس سار

اِنوں گُن یاد کرتی تھی بہو دھات | جو لتنے میں گذر گئی یک پہر رات

سو اسکی[1] برہ تھے نپٹ سکت کھوئی | لگی دائی ستیں بولن رکت روئی

کہ چل آ چکھ بندی خانے کوں جاوئں | سجن کوں چکھ جو دری مل کر آویں

بندی خانے میں جے ہے پھول دلیا | بندی خانہ نہ ہووے کیوں سرگ جیسیا

کھُلے بن باغ تھے جگ میں دکھیا دل | نہ کھولے بن بندی خانہ میرا دل

رواں ہوئی نار سوں جوں سرہ ہو دائی | سنگاتن ہوئی چل چھپاؤں اس سنگات دائی

---

[1] اسکی

بندی خانے تے تلک جا نپڑے جوں — بلا کر میر زندان کوں کہی یوں

کہ چک کھول اس بندی خانے کیرا دار — جو چکہ اس تھے کھلے منجے دل کے کیواڑ

جو کھولیا دار دیکھی دور تھے اُس — دیسیا نرمل سبہہ تن نور تھے اُس

مصلی پر کبھیں جوں شمع اُدبھی — در و دیوار سب وہ نور ڈوبی

کبھیں جانوں پہیلا چاند خم کھائے — مصلا مکھ تھے بہو تیک جھمکائے

کبھیں سر بہوئیں دھرے بہو تیک سرن کر — گگن کوں دے سرافرازی یرن کر

کبھیں بیٹھے مصلے پر نیوا سر — کبھیں پڑتا ہوئے دل سوں ذاکر

زلیخا چھپ کر دیکھ دیکھ روتی — دکھوں جیو چھپ کر بے ہوش ہوتی

سٹے نرگس تھے جا سُن مکھ کمل پر — اُبال یوں دی بھر دکھوں اُبل کر

دسن ہیریاں سوں مانک ہونٹ پھوڑے — کھجور انار دانیاں سات توڑے

جلے دل ہور گیلے نینوں سوں اپ میں — لگی دکھ بین بولن آپ اپ میں

کبھیں اپنے کیے پر پچپتا دے — کبھیں گذرے سو دکھ دن یاد آوے

یہ سب نہیں کام اس بن پیہر کے ہاوے — مہاتے رین انیوں گن سوں بہاوے

گذر جاوے جو رینی گت سو چھپانی — چھپے تارے دیکھت سورج نشانی

چندر مت گوں پانی مان ڈوبیا — کمل دیکھت سورج کی نینہہ اُدبھیا

فریاد اُچائے شہنائی نغارے ‏ — ‏ اُچا وَن جگ خُروس اُٹھ کر پکارے

نہیں لاگیا ٹھنڈا بارا صبا کا ‏ — ‏ کلی بَن مانہ کھولے بند قبا کا

زلیخا کوں سواس ٹھنڈی پون تھے ‏ — ‏ بھو گرمی سوں سلگی آگ من تھے

پون جوں دھول اڑاتی آپنے سر ‏ — ‏ پون ہو کر چلی تُرت آپ بندھیر

بندی خانے منے تھا جب تلک مت ‏ — ‏ اپنوں گن آوتی جاتی تھی نس رت

سرخی ندارد

رِیس ہے آسرا دینے دکھیا کوں ‏ — ‏ رین بھی گُٹ چھپا لینے دکھیا کوں

بھوتیک کام نس اندر کیا جائے ‏ — ‏ جو وہ ناہوئیں میسر دِیس جب آئے

زلیخا نس جو ساری دکھ سوں ساری ‏ — ‏ پڑیا دکھ دِیس اُسے اس تھے بھی بھاری

نہ کل ہے اُس بندی خانے کوں جانے ‏ — ‏ نہ صبر اُس بِن بندی خانے نگھانے

سو بھوتیک نعمتاں تلتل کیتے دھات ‏ — ‏ بھیجائی اس کاں ہتو نت دِس رات

جو دیکھے مت کوں اپنے بدل جائے ‏ — ‏ جو اس دیکھن تھے اپ من ہت کوں یاد آئے

جو وہ ہت دِنت وہاں تھے پھر کر آوے ‏ — ‏ اُسی سوں عاشقی بھوتیک لاوے

کبھیں سر پایاں کوں نینوں دوئے رگڑی ‏ — ‏ کبھیں نینوں کی جل سوں دھوئے نگڑی

کہ ہیں یہ پگ چلے سو کنتہ کی پنتھ — سو یہ پگ سیویں جے نا پاؤں پگ کنتھ

کہیں پھر پھیر چومے لیون اُسکے — کہ روشن ہو رہیں درسن اس کے

جو درسن باج ہیں منج نین اندھارے — ہوئیں روشن دیکھت یہ نین بارے

کبھیں اس کے چرن تھے ہور زمین تھے — چلے رشک آگ بھو تپک سلگین تھے

منگوں جے سر سوں میں وہ پنتھ سدھا دوں — سو چلتے بھاگ کی وشاں تھے ناؤں

سو وہ پگ چاہ یہن چاہ تیں پائیں — جو تل کنتہ کیرے پنتھ سیدھائیں

منگوں جے نین ماتے ہوئیں اس پنتھ — جو پگ رکھ کر چلے اس پنتھ وہ کنتھ

اندھارے آئے بن درشن میرے نین — اُجالا دیس کالا ہور دیسے رین

سو داسی کے نین جے جوم روشن — اَدک لین روشنی اس دیکھ درسن

جو میرے نین اس کا درس چکھ پائیں — تو جیو ہور دل نین پر رشک میں آئیں

سو کیوں یہ دکھ کا راننج ہُیا جائے — جو یہ داسی اُسے جا دیکھ کر آئے

ابھی اس حال ہو بند انجھواں ڈھال — لگی دھر خیال پوچھن لال کا حال

کہ جب توں اُس دیکھی کس حال سوں تھا — کما تا وقت کیسے خیال سوں تھا

نیکا ہنس مکھ کھیلیا جوں پھول تھا کی — کلی کی دھات سوں مخمول تھا کی

جو توں لے گئی سو لیتا کی نہ لیتا — خوشی سوں خرچ کیتا کی نہ کیتا

منجے کچ بات کہہ بھیجا کی ناہیں — منجے کچ یاد کر پوچھا کی ناہیں

بھوتیک پوچھ پوچھ اس کوں بہو دھات — اٹھی اُس ٹھاؤں تھے بہتے نَین سات

سو ایسے یک چھجے پر جائے بیٹھی — جو اُس پر تھے بندی خانے کوں دیٹھی

بندی خانے پر اپنی دِشٹ راکھی — نَین تھے ڈھال موتی ڈھال آکھی

کہ میں تربھیا گئی کیوں پاؤں درسن — یہی بَس منج اس کا ٹھاؤں دیکھن

ایتوں گُن دِیس سکلا یوں گذر جائے — بندی خانے کوں جاوے بھی جو نِس آئے

گماوے دن در و دیوار دیکھت — بھماوے تِس کوں وہ دیدار دیکھت

سجن کی دھیان بن اس من بسے ناں — سجن کے روپ بن لوین دیسے ناہ

سو کچ ساجن کتا من ماہ جاگا — جو یک خطرے کو ابر یا ناہ جاگا

ڈوبی اُس خیال میں سر تھے چرن لگ — اُسی کی یاد میں بسری سبھہ جگ

جو باندیاں کچ[۱] حاجت تیئں پکاریں — نہ سُونے وہ جتا پوکار ہاریں

کبھیں سُد آئے پر باندیاں کوں کہتی — کہ میں یک تل نہ اپنی سُد سوں ہتی

سُتے کوں جوں اُجاتے تیئں ہلاتے — بہو دھا توں ہلا کر اس اُجاتے

لہ کچ

پہلیئے منج اسی دھاتوں ہلاؤ	بچھیں کچھ بات ہوئے سو سناؤ
جو یوں کچھ برہ میں جھکنا لگیا اُس	سو اُس تھے روگ آ دکھنا لگیا اُس
سو نشتر سوں رکت گھرے جو رگ مار	بہی یوسف کیرے نقشوں سوں بڑھار
وہی اچھر لٹھے بھوئیں کی ہٹی پر	لکھے شنگرف سوں جوں سطر قلم کر
جو بھید یا لال بالے بال اُس تن	نہ لوہی لال تھا تھا لال اس تن
بسے تن من میں جس کوں لال پیارا	نہ لوہی کوں نہ جیو کوں ہوے تھارا
نہ جیوے جیو سوں اُن لالن سوں جیوے	اسی لالن جیو یالن سوں جیوے
جو چیرے اُس نہ دیسے لال لوہی	بجے کچھ دیسے سو دیسے لال سوہی
جو یہ حال آئے جس عاشق کوں آنگے	رینٹ معشوق کی دوری تھے لانگے
دوئی دوری اُنوں میلنے تھے اوٹھے	بجے کوئی اس حال دد بولیں سو جھوٹے
ایسی حالت منیں آیا جو مجنون	کہیا سچ کر کہ لیلیٰ سو ہے میں ہوں
جو کوئی اس حال پر ہوئے حق تھے منصور	سو ہوئے حق بول اُن حق سات مشہور
الٰہی بخش احمد کوں یہی حال	جو اپنے حال کوں بسرے تیرے حال
سو کچھ دسے قریب احمد کوں احد سوں	جو احمد سو احد ہوئے تج مدد سوں

سرخی ندارد

سہاگن مائی تھے جن بھاگ نت آئے — اُچا اس کا سبہہ انند کا ریجلے

خرابی میں جو جاوے ہوئے معمور — خرابا مال دھن سوں ہوئے بھرپور

سُکے بن پر جو جوں بادل گذر جائے — اسی تل میں سُرگ بن سار بار آئے

جو تارے باغ میں گذرے پون سار — پھلے کانٹے سبہہ پھل سُرگ بن بہار

بندی خانے میں اس بادل اینڑیا جب — چھٹے دکھ بند تھے جن ہوئے گیئر پاتب

بندی خانہ جو یوسف کے قدم تھے — ہوا اُتم سُرگ بن ات اتم تھے

بندی خانے کے لوگ اسکی صفا تھے — کھیلے سب پھول جوں جنت ہوا تھے

سبھوں کوں وہ لوہے کی طوق زنجیر — زرینے سُرگ کی اُن کوں لگے پھیر

جو لیل اُس پر پڑے سے تھے شاد تھے تب — سو بھی اس لطف تھے آباد تھے سب

خدا کے حکم تھے جس روگ آوئے — دعا سوں یوسف اس صحیت دیلاوے

جے کوئی جس کام کا ہوئے آرزومند — سو اُس ساجن تھے پاوے فتح وہ بند

جے کوئی جاگا کی تنگی تھے جو تنگ آئے — فراغت اس سجن کے لطف تھے پائے

جے کوئی ننگ آئے جیو ہور جیونے تھے — سو جیوے اسکے دھیرک دیو تھے

جیسے عشرت لگے کڑوا دگد سات / میٹھائی بخشتی اسکی امرت بات

جے کوئی جس دھات کا سپنا دیکھے سوے / کرے تعبیر اس کا ان جے کچ ہوئے

سو دو کوئی شاہ کے تھے سو مقرب / پڑے تھے اس بندی خانے منیں تب

سو وہ دونوں جتے دو خواب دیٹھے / سو یوسف پاس پوچھن آئے بیٹھے

یکن بولیا کہ دیکھیا جو ڈر اچھا / نچوڑ کر لیوتا ہوں خمر آپ اچھا

یکن بولیا کہ دیکھیا میں جو سر پر / لیا ہوں روٹی ہور کھاتے جناور

ہمن کوں کھول کر کہہ سچ تعبیر / کہ توں ہے سرجن اتم پرکہ گنبھیر

کہے یوسف کہ اے بندے سنگاتی / نہ کچ تاویل منج تھے جھوٹ آتی

جے کچ کھانا تمارے گھر تھے آتا / سوہیں اولیچہ تماں کوں بجھاتا

اول یوں معجزے کی بات کیتا / پچھیں تجھے سہر ستیں پند دیتا

دیکھو اندیش اے بندگی مصاحب / رکھو اگیاں پر چکھہ گیاں غالب

الہاں بہہ تمیں پیدا کیئے سو / تمہیں ہر یک کوں یک ناؤں دیئے سو

یہی بہتر کہ یک اللہ بہتر / جو ہے قہار وہ ان بجاوتے پر

کتا ان سات یوں توحید کی بات / پچھیں تعبیر بولیا کھول ست سات

کہ توں ہوگا مقرب پھر شہہ سوں / پلاگا خمر اول کی دھات شہہ[1] کوں

[1] شبہ

کہیا دوجے کوں تج سولی چڑھائینگے
جنادر تج سر کا مغز گھانگے

مقدر ہور ہے یہ بول تم پر
مبدل ہوئے کیوں جے کچ مقدر

جیسے بولیا کہ پھر ہوے گا مقرب
کہیا اُس جے مقرب ہوے موں جب

میرے تیئں شاہ کن کوشش ستیں بول
میرا احوال سب کہہ شاہ سوں کھول

سو جب شہہ کا مقرب ہو رہیا اُن
سو یوسف کا کہیا بیسر کیا اُن

سو کچ شیطان بسریا اُسے یہ
جو کئی برس یاد نا آیا اُسے یہ

اچھیں جے کوئی خدا کا خاص بندا
نہ رہنا ان بندے سوں آس بندھنا

کہے حاجت جو بندے سات یوسف
خدا غیرت ستیں پاڑیا توقف

کہ جس معشوق کر پکڑے خداوند
کرے اس بے شک اپنے عشق سوں بند

نہ عاشق سہہ سکے معشوق تھے چکھ
جو اپنے رخ تھے ہور کس رخ کرے مکھ

جو مانگے آس وہ دوجے کنے ٹک
نہ معشوق اس کوں عاشق کر گنے چک

سرخی ندارد

جو کیتے برس گئے یوسف کوں اس ماہنہ
خدا بن آس دوجے کی رہی ناہنہ

سو جوں معشوق تھے عاشق کی سنگات
کدھیں ہوے نا رکدھیں مہر بہ دھات

چلا یا ناز جب کیتیک مدت — سو آئی مہر کی دِلیساں کی جمت

رکھیا بند میں جلالت سوں کتیک دیس — سو لوڑیا کھولنے جب مہر کی بیس

سو کیتا غیب سے کیلی جو اس سات — کھلے وہ قفل بن کس کا لگے ہات

سو رایا مصر کا سپنے میں یک رات — دیکھیا جے سات گایاں تازگی سات

یکس تھے ایک موٹیاں ہور خوش رنگ — جو بھیلیں ہات جے راکھیں سُکھپان انگ

رِپچھیں تھے ہور سات آئیاں جو ہر ایک — یکس تھے ایک دِسیں دُبلی بہوتیک

سو دُبلیاں سات موٹیاں سات کوں لے — سبھہ کھایاں ہری جوں گھانس لوئیے

دیکھیا بھی اس پچھیں بھرٹے ہوی سات — جو نیّوں سُکھ پڑے جُکھ دیکھنے سات

سُکے بھی سات آکر اُس ہریاں سات — پلیٹے جا سکائے اپنی دھات

جو رایا نیند تھے اوٹھیا صبا کر — لگیا پوچھن حکیماں کوں بلا کر

کہ اس سپنے کیرا تعبیر کیا ہوئے — کہو منج کھول بوجے تُرت بج کوئی

سب اس تعبیر میں راہے پریشاں — کہے جے یہ سپن آہے پریشاں

پریساں خیال کا خیالی سپن ہے — سچی تعبیر تھے خالی سپن ہے

سو جس یوسف جو بولے تھے بشارت — کیئے تھے اپنی کوشش تیں اشارت

کیتا تب یاد یوسف کا لکھیا اُن — خبر اس حال کا شہ کو دیا ان

لے سازگی

کہ ہے بند مانھ روشن دل جواں ایک — نہ ہوئے اس سار کا جگ میں سجان ایک

جے کچ تعبیر جے سُہنا دھرے سو — سب اس روشن اچھے روشن[1] کرے او

رضا ہوئی تو کہوں یہ خواب اس دھیر — سناؤں پھر جے کچ بولے سو تعبیر

کہیا شہہ توں رضا کیا مانگتا ہے — نین بن اندھلا کیا منگتا ہے

پڑیا دل کوں جو آچنبے تھے اندھیر — سو روشن ہوئے جو روشن ہوئی تعبیر

سو بیگی سات یوسف کن گیا اُن — سو اُس پر وو سپن ار دشن کیا اُن

سو روشن دل سوں وہ ستونت سرجن — کیا اُس خواب کا تعبیر روشن

کہ گائیاں ہور بھرٹے ہیں سبہہ سال — دیکھائیں اپ حال پر تھے سال کا حال

دِسیاں گائیاں جو موٹیاں سال سکال — دِسیاں دبلیاں ہیں وہ سال دکال

ہرے سکے سو بھرٹے بھی اسی دھات — یہی معنی دھریں دوجی نہیں بات

پہلیں سات سال اس حال سات آئیں — جو جگ پر رزق رحمت میگ برسائیں

جگت ہوئے پیک ہور غلے سوں معمور — پہلیں نعمت سوں دل ہوئیں نیں سنبور

پچھیں تھے سات ایسے سال ہونگے — جو یک بند نیر تیئں سب جگ ڈیں گے

---

[1] روسن کمہ پرسائیں

ذخیرا سب ادل کا کھائے جا گا
نچیں تھے یک نیوالا کوئی نہ پاگا

نہ برسین آسمان تھے دھوپ بن ہور
نہ دیکھیں روپ روٹی جگ بن مُہور

نہ چُوراپائیں روٹی کا جو دیں مال
کندوری جگ کی خالی ہوئے اس حال

سُنیا وہ مرد جب یوسف تے تعبیر
سنایا تُرت شہ کوں جائے کر بھیر

پڑیا چت شاہ کا جنتے ہیں یہ دھات
دو جنتا ہور ہسیا سن یہ عجب بات

کہیا جائے کر آ یوسف کوں مُنج کن
جو لین سنتوک اس تھے نین ہور من

سین اپنا کہوں گا آپ اُس دھیر
سنوں گا ہیں بھی اس کے منہ تھے تعبیر

خوشی سوں کچھ اُسوں صحبت کروں گا
اُسوں ہر جنس کیاں باتاں کروں گا

سو بھی وہ مرد پھر یوسف کن آیا
کہ چل شہ تج حضور اپنے بلایا

بندی خانے کوں جب توں آپ یک تھے
بہوا اُتم کیتا اُتم سُرگ تھے

سو مجلس شاہ کی جسے ہے سُرگ سار
آپ اُس مجلس کوں دے آپار سنگار

کہیا کیا آؤں میں اس رائے سامن
جو منج بند میں رکھیا ہے بن پچھاون

نہ آیا منج تھے کچھ پاپ ہور دوس
پڑیا ہوں بے گنہ کے برس بند سوں

جو لوڑے سچ کہاڑن منج باہیر
تو میری بنتی بھی بولیائے خاطر

بُلا پوچھے اُنوں ناریاں کوں ساریاں
جو منج دیکھ ہات اپنے کاٹ اتاریاں

کہ میرا کیا گنہ تھا منج کا ہے — رلجا کر یوں بندی خانے میں باہے

جو بولیا شاہ کوں وہ مرد یہ بات — اُنوں ناریاں کو شہ پوچھیا جو اس دھات

سبہ اُس وقت جوں سچ تھا سو بولیاں — جے کچ احوال تھا شہ پاس کھولیاں

کہ یوسف سار کا سکونت کن ہوئے — نہ دیکھے بن رست اس تھے ایک تن کو

دیکھیں سب جگ جند رمیں میل کا دھات — ولے اس میں نہیں کچ میل کی ذات

فرشتا نور کا سرجیا سو سرونگ — سو کیوں ہوئے اس منیں شیطان کے ڈھنگ

زلیخا بھی جو تھی حاضر وہاں تب — قرار آئی ابیں اپنی زباں سب

نرم کرتی اُسے بند میں رکھا کر — ابیں ہوئی نرم ضربے دکھ کے کھا کر

سو اس نرمی مینے کڑرا ہوا عشق — سٹیا خامی بہو پختا ہوا عشق

چدھاں خامی مینے تھی عشق میں کچھ — روا رکھے سبھن پر افترا دکھ

سو اس کا عشق پختا ہور رہیا جب — سو بولی کھول جے کچ سچ تھا سب

کہ یوسف تھے نہ آیا کچ گنہ پاپ — لگی تھی منج اس کی برہ کی تاپ

سو میں اس برہ کھنجن کوں پلائی — رہی منگ منگ ہور آنگ ننگ نپائی

سو اس یوں نرم کرنے بتا ستی — اُسے یوں بے گنہ آزار دیتی

ہوا جب دوکھ میرا حد تھے باہیر — ابی اسے انپڑی اس دکھ کی تاثیر

جے کچھ اس تیں نوازش شہ تھے آوئے　　ہزاراس تھے ادک جے اس کوں بھاوئے

جو بیٹھی یہ خبر سچ شہ کے دل پر　　اٹھیا ہنس جوں کلی ہو پھول کھل کر

دیا فرماں جو یوسف کنے جائیں　　بہو تعظیم یوسف کوں لے کر آئیں [1]

کہ ہے وہ جیو کے عالم بینے راج　　سو دیسے راج کوں کیوں بندئے ہو ساج

کروں میں بخشش اس کوں تخت ہور تاج　　نہ سا جے راج کو بن بخت ہور تاج

سرخی ندارد

اندھاری رین دکھ کی اینٹری انت　　جو آوے بھوگ سکھ کی صبح گاونت

کہ اس جگ مانہ ایسی کوئی بینتھ ناہ　　جو کئی دن جاوتیں اس کوں گھنٹ ناہ

جو یوسف پر ہوا دکھ بھار پربت　　سو اس پربت تھے نکلیا سور دولت

جو شہ اُس ماں تیں فرمان کیتا　　بڑے لوگاں کوں سامن بھیج دیتا

رچیا سنگار اپنا بھار لشکر　　رچھیا یک کوتلک دورست ہو کر

غلاماں ہور نزدیک کے محل دار　　کھڑے دونوں طرف سنگار سنگار

---

[1] بہو تعظیم سوں یوسف کوں لیکر آئیں

جو شہ کے تخت تھے رستاں چلیاں تھیاں ‏ بندی خانے تلک جا کر ملیاں تھیاں

کلاونتاں سو بدونتاں ہور دھات ‏ خوشیاں گاتے کھڑی سنکار سنگات

طبق لاکھاں جڑت مانگ بھرے سو ‏ جڑت بھر لے کیتے لاکھاں کھڑے سو

ہزاراں مشک ہور عنبر کے طبلے ‏ کھڑے اُس پنتھ پر وارن کوں سب لے

جو نکلیا وہ فرشتیاں کی چلنت کا ‏ فرشتیاں تھے زیادت نور اُنت کا

سُہاوے انگ نورانی پر ہاوا ‏ جو زنگار رنگ ہے اس پر چڑھاوا

چڑھیا براق نورانی جھمک برق ‏ جو سب تن نورتن[1] سنگار میں غرق

لگے وارن جو اشٹ ایسو راُس پنتھ ‏ نہ پاوے کوئی اسکے تئیں گنت انتھ

محل شہ کا دیکھیا نیرے جو آگل ‏ سواتریا ترت تیرتی تھے اُتاول

قماشں امول اطلس ہور مخمل ‏ سٹے پنتھ اُس اچھے پگوں تل

اُتاول ہو چلیا اس سامنے شاہ ‏ پرت سوں لا لیتا گل آپنے شاہ

سو دونوں مل کے بیٹھے تخت پر ایک ‏ لگے بولن ہکیں سوں ایک ہر ایک

سو پوچھیا شاہ اُسے اس خواب کی بات ‏ دیتا امرت جواب امرت آدھر سات

---

[1] نورتن

جے کچ پوچھیا جو اس بھوپال رایا — اس امرت گن تھے امرت جواب پایا

اس امرت تھے سو کچ تازا ہوا راے — جو مُہرگ اُس تازگی تھے تازگی پایے

سو آخر شاہ اُسوں یہ بات بولیا — کہ توں تعبیر سُہنے کا جو کھولیا

ولے جب قحط ایسا آپڑے گا — ذخیرہ کھائے پر مشکل پڑے گا

سو کس تدبیر سیتی جگ سنبھالوں — جو میں بھوپال ہو کیوں جگ پالوں

کہے یوسف نکال آوے جو اول — جو برسے نت منن جیت ہت سوں بادل

قلم رو میں سبھہ فرمان دینا — کہ سب کوئی کھیت کر کر بیک لینا

سبھہ جگ مل زمیں معمور کرنا — اسی دھندے میں نس دن جیت دھرنا

یتی کچ بیک لینا ہر برس میں — جو اول کوئی نہ لینے برس دس میں

جو بیکاں مستعد ہو بات آویں — سبھہ بھرٹیاں سوں جتنا کی کراویں

کہ جے بہو دن رکھے بھرٹیاں سوں دانے — نہ لاگے کیرڑا نا ہوئیں پرانے

جے کچ کھانے کے تئیں لاگے سو غلا — رگڑ لیناں اسی پورت نہ اگلا

ذخیرا یوں جتن کر جے رکھیں گے — تو جگ کوں قحط میں پال سکیں گے

ولے اس قحط میں بھی یوں خرچنا — جو جا کر قحط بیکاں ہوئے لگ اچھنا

ولے یہ کام بجہ رکھ دیک کا ہے — نہ سکلے ین جے کوی سیہ سیک کا ہے

لہ کچ

نہ ہوئے یہ کام بن ایسی سُبحان ایک
جو ہو جگ ہور ضابطہ ہوئے بھوت نیک

دیانت ہوا مانت ہیں کیسا سو
بہو نیکی سوں سب جگ میں دِسیا سو

نہیں حاجت جو آپیں کھول آکھوں
سو میں اس باب کا رک دیک راکھوں

جسے کوئی مانس حکم کا ہوے جگ ماںھ
سو آج اس باب میں منج سار کوئی ناںھ

کروں جتنا کی اور نکا بجھوں ہیں
امانت میں نہ کوئی منج سار اچھوں تئیں

کرے یہ کام توں میرے حوالے
تو جگ سب قحط میں جاویں سنبھالے

جو شہ کی بوج کوں اس کے کہے سات
موافق ہوئے دیسے گا نٹھ بہو دھات

کہیا بہوت نیک نوازش کر اُسے راج
کہ سب کچ پر حکومت ہے تجھے ساج

کتا لشکر سب اس فرمان بردار
دیتا سب ملک اسکے حکم تل ہار

خزینے کارخانے پر سبہہ اُن
نہیں اس باج کس دُوجے کوں برتن

شہانی تخت پر اُس بٹھار دیتا
چلاوَں حکم اپنے سار کیتا

بہو عزت اُسے جب یوں دلایا
عزیز مصر کر اس کوں کہایا

شہانی تخت پر راکھے چرن جب
سرن سوں آئیں جگ نس بھوئیں دھرن سب

سریب دل بھار ستیں جب بھر جائے
تو غل اس بھال دِ انیاں کا انبر جائے

سُرگ دل کے سریدل تھے سرگ سات
گرجنے سوں لگے ہدران بہو دھات

ستاریاں تھے بہوت تیرے چند رتم　　رتن تاریاں میں ڈوبے سیس تھے دُم

جو ہوئیں گرم تو یہجل دِیس سرد　　نہ دیکھیں پاؤان کی پاو کی گرد

سو ایسے کئی سہس چلتے جناتب　　سبھہ جگ کوں سُن انکا ناؤں ہیبت

عزیز آئے جب غرت سوں اس کوں　　اُچائے ڈھال تب دولت سوں اس کوں

عزیز مصر کی دولت کھاڑی　　سو اس دولت کی اوچی ڈھال پاڑی

دل اس کا یہ دگد جب سیس لیتا　　مرگ کیرے گھڑک تل سیس دیتا

جو دولت رات کیتا زندگانی　　سو دولت سات دینا زندگانی

زلیخا دکھ کو نے میں رہی پر　　کہ بتری آکھڑیا اُس کام او گھڑ

نہ دولت تھے دھنی کی ہے گھر آباد　　نہ دل یوسف کے ملتے سوں رہے شاد

زمانے کا ہی ہے کام دائم　　بچھاڑ ایکیں کرے دوجے کوں قائم

یکس کے دکھ ستیں ایکیں کوں سکھ دے　　یکس کے سکھ ستیں ایکیں کوں دکھ دے

چڑھائے انبر پر ایکیں کوں سورج سا　　ئسٹے جوں چھاؤں ایکیں کوں دھرت اُلا

وہی بوجھ جے کوئی اس ڈھنگ بوجھے　　نہ کدسنگ اُس دیکھت اپ نہ کو بوجھے

ئہ سٹے جوں چھاؤں ایکیں کوں دھرت پرخوار

نہ کچ ہوے اُس جڑ چھاؤں دیکھ مغرور　　نہ کچ اس کی اتارن تھے رہے چھور

جو من ہت دکھ تھے من سنپڑے اچھے جتن　　سبھہ دکھ ہور سکھ تھے دور اچھے رتن

نہ اس دکھ باج اس کن ہور دکھ آئے　　نہ وہ کس کاج تھے یک تل سکھ پائے

جو جگ دکھ سمندر ہو طوفان اُچاوے　　جو تل اوپر کرا انبر کوں دباوے

تو میگ اس کے نہ ہوئیں اس تھے تلکھے　　اُبھال اس دکھ کیرا نا کھلے چکھ

اگر ہوئے جشن کا میدان جگ سب　　بھرے عشرت دھرت آسماں لگ سب

پھراوے اُس خوشی تھے مکھ اپنا　　نہ بسرے چلکھ جے کچ ہے دکھ اپنا

زلیخا کوں جو تھا من ہت کا دکھ　　نہ کس دن کم ہوا اس چت کا دکھ

جدھاں دولت ستیں بھرپور تھا گھر　　سُرگ بن تھے بہو معمور تھا گھر

عزیز ایسے کی چھاؤں اس سیس پر تھی　　جو لے اس چھاؤں تھنڈک سوں انبر بھی

جے کوی عشرت کوں لوٹرے راکھتی تھی　　چلے فرمان جے کچ آکھتی تھی

دلے پروانہ تھی کا ہیت پراُس　　نہ تھا چت بن سمت کا ہیت پراُس

اُسی کے دکھ ستیں کوجتی تھی　　نہ اُس بن ہور سکھ دکھ بوجتی تھی

عزیز اس سیس تھے جب چھاؤں اُچایا　　دھرت تل سور سارا آپ ہی چھپایا

سبھ گھر بار دولت تھے رہی دور ۔ سبھ اسباب عشرت تھے رہی دور

زلیخا بہت کی دکھ کی دیوانی ۔ نہ کچھ اُس دکھ کوں رکھ کر چھپانی

نہ کچھ اُس من میںنے بن میت بستا ۔ نہ کچھ لوین میں بن وہ روپ دستا

اسی کی یاد میں بہلا لیوے من ۔ اُسی کے روپ تھے ہوئے نین روشن

خرابے میں رہی ویتاگ لے کر ۔ تپس لیتی وہی ویراگ لے کر

نہ راہی سُد آن پانی کی اس کوں ۔ نہ بُد دن رین بیہانے کی اس کوں

نہ نیند ہی بن پریشانی کی اُس کوں ۔ لگی بہہ اونگ حیرانی کی اس کوں

کبھیں دکھ دھیان بیچ اندر بندھاوے ۔ کبھیں دکھ گیان کی بنیاں میں لیاوے

جو وہ دن گئے گذر جے من سجن سات ۔ رہی تھی ایک گھر میں میل دن رات

ایسیں تھے آپنی دولت گنوالی ۔ جو اس کوں بے گنہ بندما نخہ گھالی

بندی خانے کوں جاتی تھی رین کر ۔ سو بیہہ کا درس پاتی تھی نین بھر

سو وہ بل بات تھے اب جو کہ کر سب ۔ پڑی آفت نوا دکھ دوکھ پر اب

نہ اس کے دھیان بن اب منج سنگاتی ۔ نہ جانوں کیوں سنگاتی ہوئے ساتی

نہ جیتی ہوں برہ تھے جیوتی ہوں ۔ برہ بھنجن کی یادوں جیوتی ہوں

جو اسکا یاد منج جیو ہو جیوا دے ۔ سو کیوں جوں جے جکھ اس کا یاد نہ آوے

کہی یوں اور تلتل آہ ماری ‏ اڑا وسے جال کر آکاس ساری

دھنواں اُس آہ کا بھر اُوچ پر چھائے ‏ سو بھی جگ کوں وہی آکاس ہو جائے

نین کجلے تھے انجھو لال ڈھالی ‏ دھرت کوں رکت سمندر کر دیکھالی

کمل کا بٹھار جگ میں سمندر آپار ‏ سو اس نینوں کمل میں سمندر کا بٹھار

جو کچھ اس سمندر کا طوفاں اوٹھے ‏ نہ چکھ اس تل پتال آکاس چھوٹے

سو اُس سمندر میں کاڑی ہوتے ترتی ‏ ملن بندر کوں لاگن ہوس دھرتی

ولے وہ سمندر دھرتی تھے سدا پور ‏ سیہہ بندر رہے تھے ہوے سمندور

کری نکھ پر چھپرا نتاں لو پنچ لے کر ‏ چلا وسے کالو سے یوں رکت کی بھر

لیوسے حیرت کی بیک اُس کا لواں تل ‏ نہ بن اس پیک بھوجن آسے اس آگل

کبھیں دولب کبھیں باتوں کوں لڑتی ‏ کبھیں حسرت ستی بھی آہ بھرتی

یہی تھا کئی برس لگ حال اس کا ‏ یہی سب حال میں تھا خیال اس کا

ہوا کالا جو جوانی کا اُجالا ‏ سٹے وہ کیس اُجل ہو بھیس کالا

اندھاری رات تھے سو کیس کالے ‏ سو اوجل ہو رہے جوں دیس اُجالے

عجب ہے پھیر سنبل کیوڑا ہوئے ‏ عجب ہے مشک جا کافور ہوئے

قضا کی تیر تھے اُڑ کر گے گگ ‏ سو اُن کا تھا دن آکر پکڑے بگ

نہ دیکھیا نہ سنیا یہ دن بڈھا کوئی
جو نیلم پھیر کر بلور ہوا ہوئی

مگر یہ نینہہ کی یکرنگ جو بہو رنگ
لیتا رنگ رلئے بیل اپنا سٹیا زنگ

انجھو بکجلے نین کا دھوے کاجل
سیاہی بن تھے کیتے پاکہ کاگل

جو انجھواں سمندر کے طوفاں اٹھے جب
کمل پر تھے سو بھنونری بہہ چلی تب

جو نیکے لال گالاں پر رہی چپیں
بہر نگے تافتے پر چوں سہیے چین

سہاوں مکھ پردیسیں جو جھرریاں
سہیں جانوں کیچے سنے کی مُرڑیاں

ات اچھا مکھ نرمل نیر کی سار
دسییں اُس پر سو لہواں ہو ہر یک بچار

سدھا قد تیر نینہہ بھاروں تھے خم کر
انگوٹھی ہو رہی رکھ سر قدم پر

ہوی اوندھے بخت تھے اوندھی سوا ٹ دھات
نہ سکی چھکہ اُچاون سیس کس دھات

جو بن سرپاوں بھاگ اسکے رہے یوں
نہ دیکھے کوئی سرپاوں اُس کیرے جوں

جو سیس اس کا رہیاں دھرن سوں
کہاں پل ہوئے سرتاج اُس دھرن کوں

جو پنجن سار حلقہ ہو رہی نازہ
سو پنجن کیوں دسے اُس پگ سہن ہار

جو لائی یوں نیور کرسیس تل ہوئے
رہی کیوں گل منیں جے بانس گل ہوئے

لڑاں کانوں میں کیاں کیوں نا کھاڑے
کہ جے کانوں میں پتیا دھر جھاڑے

کہاں پھندے سوں لٹکن ہات بہاوے
جو پھندنا لال لٹکن ہات ناوے

کمر میں زر کمر اس بجائے کس دھات | جو بیٹھی ہوئے کمر ساتی کے دکھ سات
جو لر نے سب تن اسکا لرزکاں دھات | سو کیوں کھونٹیاں منگے آن لرزکاں سات
جے کوی پیو باج سینا لیوتے پھاڑ | اُسے چولی حریری کی نہ ہوئے چاڑ
دُکھوں جن دُھول ہیں لڑتی پڑی ہوئے | سو کیوں وہ ریشمی نہلی اُپر سوئے
ستی سب جاؤ ہور سنگار اس دھات | نہ پیہ کے ذکر بن دوجی رہی بات
جدھاں دھن مال زینت راکھتی تھی | رتن مانک پدارت راکھتی تھی
جے کوئی یوسف کی کچ بات اس سنا دیں | سو اُس تھے بہترا دھن مال پا دیں
اُنوں کا منہ رتن مانک سوں بھرتی | رتن دُر جک انوں کے منہ کوں کرتی
جو خرچی مال نت ان بخششاں سات | تبہر دھن مال تھے خالی ہوا ہات
سو یوسف کیاں جو خبراں لیاوتے تھے | سو لیوں دھن مال جے نت پاوتے تھے
سو وہ دھن مال سر تلیں جب تٹی آس | نہ کوئی یک بات اس کی لیائیں اس پاس
زلیخا کوں نپٹ عزت لگی تب | منگی پیہ پینٹھ میں جا گاکرن اب
کہ جے جائے گذر اُس پینٹھ تھے کنٹھ | سُنے وہ غلبلا دوکان کی پینٹھ

سرخی ندارد

چودہ اندعلی دگدد کھ کی بیچاری | پہاڑاں رکھ تل سنیڑی سوکاڑی

بھو غربت سیتیں بدحال ہو کر — گذر جاوے سجن جس پنتھ اکثر

وہاں بانسوں کیری گھر سی بندھائی — سو اُس گھر سی منیں اپیں رُٹائی

جو وہ دم کھینچ کھینچ اُساس بھاوے — پچھیں وہ بانس سکلی ہوئیں باوے[1]

جو وہ دم دم اُساس اس دھات بھاوے — تو وہ باوے[2] سبھہ سنگات پاوے

انوں بانسوں مینے وہ نار اپروپ — کہ جیوں تیر دل منیں پاڑ رہی ڈوب

ولے اس پنتھ کی لذت کا اثر تھا — سو اُس ہر تیر نیہہ کا نیشکر تھا

دھریں وہ نار سیتی آپنی آگ — دھریں وہ بانس بھی سینے مینے آگ

جو تھا یوسف کے خاصے کا تورنگ ایک — جھپاندھی جلائے اس ہلنا حرک دیک

جو ابلق رنگ اُجلا ہور کالا — میلیا جوں رات سیتیں دیس اُجالا

چھٹے کا نسا ہُنم چند اسکے سُم تھے — جھڑے بوٹا گگن کا اس کی دُم تھے

ہر یک سُم تل نوا چند اگگن کا — نوا چند ہوئیں دِک جس تھاؤں کھتا

جھڑیں جب نعل اسکے دوڑ تیں بار — رہے انبر کوں لگ چندر نوے سار

جو من چھنٹے سیتیں مل دوڑ سے وہ — جنتا یک ڈگ رکھے لک پورے سے وہ

---

[1] پاوے [2] پاوے

جڑت کندن کیرا زین اُس جو گھالیں — رکیباں دو ہلال اس تھے دیکھالیں

یہی معتاد تھا یوسف کیرا تب — جو اُس پہ زین دیکھیں میلیں چشم سب

نفیری طبل کا حاجت نہ اُس دار — ہزاراں بھالداراں لائیں پوکار

جو نکلے یوسف اس تازی اُپر چڑ — گنواتا جائے سورا اُس نور میں پڑ

رتن اس زین کے تارے اَدک نور — سورج یوسف جو چھاؤں اسکے انبر پور

جو[1]ر اس ابلق میں نے تس دن میلے تھے — ستارے سور بھی مل نکلے تھے

چلے یوسف جو اپنے غلغلے سوں — لگیں گرجن گگن اُس غلغلے سوں

زلیخا بھی نکلتی غلبلا اُس — گماتی وقت اپنا نیت اِس گن

بہو حسرت سوں بیٹھی باٹ کوں جائے — کہ مت اُس باٹ کی دھول آپ پر آئے

حسد کر باٹ پر اُس جیو جلتا — جو گھوڑا بیر کا اُس پر تھے چلتا

جو بن یوسف کدھیں لشکر گذر جائیں — تو اُس تھنوا دل بھوتیک سینتائیں

کہ پھدی آئے یوسف تھوں نکل بیگ — رہے چھنک اُس پنتھ نینوں نیر جوں میگ

کہیں تاری کی کاہے منج تلتل — رنجاتے جھوٹ سوں سکلے منجے ل

---

[1] چھ

کہ یوسف جب نکل آوے ایوں سات ۔ پہچانیاں جائے منج سبھہ گنوں سات

جگت مہکار اس کی باس آمریت ۔ نہ آوے منج نزدیک تھے آئے جس ریت

منج انتری پر تھے باس اسکی جیو آوے ۔ سو کیوں پوچھوں نہ جے نزدیک آوے

کتک سنگات یوسف آوتے جب ۔ سو بھی بھنوا دائسے سناوتے سب

کہ جھوٹیں توں نکل کر آوتے کائے ۔ کہ اس لشکر میں یوسف نہیں آئے

کہی کچواسے دکھ دارھی انوں سوں ۔ کہ کیتا منج دغاویں اس گنوں سوں

رکھیلے من بن جو اس کی باس آتیں ۔ سو کیوں آن آئے سو چھپی چھپاتیں

جو ہوئے کھن پروہ امرت باس کا پھول ۔ رہوں وہ پاس لے کر جو بھنور بھول

جو بولیں بھالداراں دور ہو دور ۔ چلے وہ سن نپٹ دکھ من منیں پور

کہی بہ کال تھے ہوں دور اس تھے ۔ گھٹوں نت لس پیالی پور اس تھے

اچھوں کیتا کھسیڈ پڑیں ہور منج کوں ۔ کھنڈل کر کے نہ کرتے جور ہنج کوں

کہی یوں ہور ہوئی سو کچھ بے ہوش ۔ جو اپنی ذات کوں کرتی فراموش

گمائی وہ دکھیا اس دھات کئی دن ۔ نہ تھا اس کام دوجا ہور کچ اس بن

زلیخا جو رہی تھی کنتھ کی پنتھ ۔ کہ مت جا کا گذر اس پنتھ تھے کنتھ

جو رہتی پنتھ میں کئی دن گمائی ۔ سو بن کنتھ پنتھ تھے بھی تنگ آئی

بہیلیں دُور تھی اس پنتھ تھے جب ۔۔۔ نہ تھا اُس لوب دوجا پنتھ بن تب
جو اسکی پتیتھ پائی اس تھے چڑیا لُوب ۔۔۔ سواب اُس کنتھ پاؤں کا پڑیا لوب
کہ مانس لوب کا ہے تھے نہ بھگسے ۔۔۔ جے کچ پاسے زیادت لوب لگسے
جو ہوئے بے صبر درسن لوب ادِک ہوئے ۔۔۔ لگے بھو چٹپٹے مرنے نزدیک ہوئے
سو جسن پُتلی کوں آپیں پُوجتی تھی ۔۔۔ جو اس اپنا خدا کر بوجھتی تھی
سو یک رات اس کنے سرحرت راکھی ۔۔۔ بہو تیک سَرن سُوں اُس پاس آکھی
کہ اے گوبند گُسائیں پاپ ناسن ۔۔۔ سدا میں تج کوں پوجن ہار داسن
دیا درشٹی سوں اس داسی کوں چکھ دیک ۔۔۔ جو لی دیکھیں تھے درشٹی کھوئے دکھ دیک
دیا درشٹی سوں منج درشٹی دیا کر ۔۔۔ جو مانوں تج دیا ونتا دیا کر
جو تج بن منج نہیں دیا دیا ونت ۔۔۔ دیا سوں ترت دکھلا منج میرا کنتھ
کدھاں لگ منج کوں یوں جلتی رکھے گا ۔۔۔ تھنڈی کر منج کوں جے توں سکے گا
کیتی یوں بنتی ماٹی میں جو پڑ کر ۔۔۔ انجھو پانی سوں ماٹی کوں جکڑ کر
جو راجا سو رتخت انبر پر آیا ۔۔۔ سو یوسف بھار لشکر لے کر آیا
زلیخا بھی اُتا لی سوں بھرائی ۔۔۔ کیتی فریاد سبھ اڑرای اڑرائی
منگے جوں دادخواہاں آپنا داد ۔۔۔ کیتی سائیں کنے سائیں کی فریاد

و لے گھوڑیاں کے تل کے غلطے تل
اُتل کُتل دھرت تل کا ئی اَت رل

جہاں اس دھات کا غوغا اُٹھیا ہوئی
سبد اُس کے دگد کے کیوں سنے کوئی

جو اس دُکھ تھے ہوا بدحال اس کا
نہ ہوئے اس دھات سیتیں کال کس کا

بہو نراس ہو گھر سی منیں جائے
درونی آگ سوں سب یا نس سلگائے

لیتی ہاتھوں سوں کھینچ اس پوتلی کوں
لگی کہنے بیٹھ اُس پتھر سوں

کہ اے پتھری میری من جام کے تیئں
نہیں آڑا میرے ہر کام کے تیئں

لگوں جس پنتھ بے لاس سنگھر ہوئے
تھیں اس پنتھ میں اوگھڑ پتھر ہوئے

پڑے پتھر میرے ہر کام پر سو
پر وتج پر پتھر توں وہ پتھر سو

جو توں منج پنتھ پتھرا ہوئے کی نا
سُہے جی کوٹ لیوں پتھریاں سوں سینا

رکھی تج تیئں جو ماٹی پر لیلاٹی
لیکھے مست منج لیلاتی سو ہے ماٹی

لیہہ ڑھی ہے دُھول ماٹی میں تیری آس
سو ماٹی دھول ہو کر گئی میری آس

جو اپنے کام تیئں تج پاس رو ئی
سو اس انجھواں تھے کالک دوشٹ دھوئی

جو دیتا گیان تھے یہ گیان کرتار
مسلماں ہو سٹی بت ہور زنار

کیتی غسل انجھواں میں ڈوب دے کر
منگی بخشش دھرت سر راکھ لے کر

کہا اے وہ توں جو جگ تیرے بنائے
جہاں جا دے جی کوئی تج بن نہ پائے

نہ تیرے عشق بن گمراہ کوئی ہوئے
نہیں تج عشق تھے خالی کدھیں کوئے

نہ بن تیری طلب بت پوجتے کوی
نہ تج بن جگ سامی پوجتے کوی

سبھہ حیران تج کوں ڈھونڈنے میں
سبھوں کوں دھیان تج پنتہ ہنڈنے میں

جے کوئی بت پوجتے یوں پوجتے ہیں
کہ سچ آپیں خدا کوں پوجتے ہیں

نہ تیرے شوق بن بت رس کرے کوئی
نہ بن تج دھیان اُسے سر جھوئیں دھرے کوئی

جے تھی گمراہ تیرے عشق میں میں
دکھایا باٹ منج گمراہ کے تئیں

جو میں گمراہ تھی انجانگی تھے
خطا بہو تیک کی انجانگی تھے

سجانی توں سبھہ کچھ جانتا سو
میری انجانگی پہچانتا سو

سو منج انجان کوں جب جان کیتا
نہ باٹ انجانگی منج جان دیتا

سو میں انجان تے جے کچھ خطا کی
سو کالک دھو چھٹک سیتی عطا کی

جے کچھ تیری عطا کی یک چھٹک دھوے
سو دھوئے نا جائے جے ہمدر سبھہ ہوئے

جو میرا دل دھولایا توں خطا تھے
سو دھو میرا خطا بی آپ عطا تھے

جرا دل نین دل کے اندھلے تھے
سو پرگٹ کے نین میرے کھلے تھے

کیتا روشن جو دل کے نین میرے
سو روشن کر نین پرگٹ کیرے

جو یوسف کوں دیکھوں پھر ان نین سوں
نہیں اس باج کچھ مقصود مَیں کوں

سو پھر کر آئے جب یوسف اُسی پنتھ | پکاری پنتھ میں وہ نار ستونت
کہ اے سائیں سگن ہار اتھیں ہے | سبھہ جگ کوں رکھن ہار اتھیں ہے
تھیں راجاں کوں تخت ہور تاج دیوے | جو لوڑے تل میں کیتے راج لیوے
..... دستگیری جس نہیں کوئے | اُٹھے تیری مو دسوں جن پڑیا ہوئے
...... عاجزی کوی جگ میں | نہ تج بن کوئی مو د منج ہوئے جگ میں
.... یہ آواز یکایک | رہی بے ہوش ہو ہیبت تھے بہو تیک
...... یوں حاجب کوں فرمائی | جو اُس تسبیح خواں کوں گھر لے کر آئی
.... کی میں سنیا جب | سو ویں بے تاب ہو سد تھے گیا تب
...... کوں کچ دکھ درد ہوئے ناہ | سو اس کے بول یہ تاثیر دیں کاہ
.... محل لگ انپڑا دیں | تو اس کا دکھ درد خاطر کوں لیا دیں
دوا اس کی کریں جے کچ درد ہوئے | جے کچ حاجت اچھے اسکی نہ رد ہوئے

سرخی ندارد

دکھیا عاشق کوں اس تھے کیا بھلا ہوئے | جو اس کا من مہانا اُس بھلا ہوئے
بھلا کرنے منگے بچھوڑا ہسیا کا | نوار ن جیت رکھے دکھ اس دکھیا کا

ایس ہو کر بلا دیئے آپنے پاس — کہ ہت بر لیلے جے کچ اُن دھرے ہیں
دیا رکھ کر بچارے دُکھ اس کا — میا ستیں نوارے دُکھ اس کا
جو بیٹھے غل تھے فارغ ہوئے یوسف — کیتا حاجب خبر اُس بے توقف
کہ بیھدی آکھڑی وہ نار تج دار — جو کیتی بے خبر کر تج خبردار
کھیا حاجب اس کیرا روا کر — اگر کچ درد دھرتی ہوئے دوا کر
کہیا حاجب کہ ہے وہ اُونچ ہمت — نہیں کہتی منج اپنا کچ حاجت
کہیا اُس لیا و میرے سامنے ترُت — جو بولیں حاجت اپنا منج کنے ترُت
زلیخا کوں حضور اس کے جو لیائے — سو جوں تازا پراں اس کوں دیلائے
سو کچ یوسف کی تابش تھے پھلی نار — کمل جوں سور اُجالے تھے کھلن ہار
بہو ہنس مکھ ہو ہنسی اُدھر سات — دعا کیتی جو یوسف کوں بہو دھات
سو اُس ہنستے تھے یوسف یہ عجب رہ — کہے اپنا نشاں ہور ناوں اب کہہ
کہی وہ ہوں جو تج دیکھت سپن میں — رکھی گاڑا سو نیہا آپ من میں
جو تج کوں جاگتے نینوں سوں دیکھی — جگت تج بال کا قسمت نہ لیکھی
خزینے سب کیتی خالی تیرے تئیں — جوانی پاؤ ہو جالی تیرے تئیں
جو دنیاں نار اب تج کوں دیتی ہات — بساریا منج دکھ وادی کوں اس دھات

سو جب یوسف پچھانیاں اس کہے کوں رن　　سو بہو تیک مہر سوں دیکھ اس لگیا رن

سو پوچھا اے زلیخا کی تیرا حال　　ہوا یوں تج لگیا کیوں یہ بُرا کال

جو بولے یوسف اس کوں اے زلیخا　　پڑی اپنی خبر سٹ دی زلیخا

سو کچ لذت دیتا اس کا پکارن　　جو ہوئی بے ہوش اس لذت کی کارن

جو کتیک بار کوں پھر ہوش آیا　　سو پاتاں یوسف اس سنگات لایا

کہیا پہلی کہاں وہ روپ جوانی　　کہی یوسف تھے تُرت ہوئی روت پہانی

کہیا قد سرو تیرا یوں خمیا کلائے　　کہی دکھ بھار سر لی کیوں نہ خم کھائے

کہیا نیناں تیرے بے نور کا ہے　　کہ جے تج دیکھنے تھے دور رہا ہے

کہیا تیرے خزینے کیا ہوئے سب　　تیرے تن کے رزینے کیا ہوئے سب

کہی جے کوئی تیری کچ بات بولیں　　خبر تیری جو کچ منج سات بولیں

اُنیس کوں ہور دھن کوں وار اُن پر　　رتن مینہ لائی دھارا اور اُن پر

کہیا حاجت سوں کیا ہے آج تج کوں　　جے کچ حاجت تجے ہے بول منج کوں

کہی تج سات حاجت تب کہوں میں　　جو توں سوں کھائے حاجت دیونے تئیں

اگر اس بات کی توں سُوں نہ کھاسی　　تو کچ حاجت تجے کہیا نہ جاسی

یتی دن جے تیرے دُکھ سات کھوئی　　سو مانوں جے اچھوں ہیں دیس سوئی

سو یوسف کھائے ابراہیم کی سُوں | جیسے سنگار بن ہو کر رہے دَون

کہ جے کچھ کام کہہ سکی آج منج سات | کروں کوشش ستیں جے ہووے منج ہات

کہی اول جوانی روپ اَ بچکل | پھرا منج کوں دیلا جیسی تھی اول

دیلا اُس بعد نیتوں نور مج کوں | جو دیکھوں دو نیَن بھر پور تج کوں

لگے یوسف دعا مانگن خدا پاس | کہ بر لیا وے زلیخا کی جے کچھ آس

سو بخشش میگ برسیا اس سُو دھن پہ | سُکی تھی سو ہوی پھر سُرگ بن بسر

سو کچھ رنگ روپ تازہ ہور کھلی نار | جو کوتر میں کمل نا ہووے اُس سار

پنم چند جوں ہُنا سو ہوی ہُنا پھیر | بُڈھی سو جوان ہوی وہ نار گنبھیر

لیئے تھے کیس کافوری پرہاوا | کیئے پھر بھیں کستوری سُہاوا

نیَن نرگس نظر کا جل کیتے پھر | کمل پر آ بھنور جاگا لیئے پھیر

ہوا جوں ڈال تھا سو قد الف سار | بنفشہ پھر ہوا جوں سرو پھل بار

لہر بن باؤ مکھ پانی اُپر تھی | سو یوں گئی جے نہ دیسے باؤ گر تھی

جو چالیس برس کی ہوئی تھی چترنار | سو ہوئی پندرہ برس کی نودن سار

سو کچھ دیسن لگی اپروپ صورت | جو ہوئی اول تھے بھوتیک خوبصورت

سو بھی یوسف اُسے بولے کہ اچھوں | جے کچھ حاجت تجے ہوئی بول منج کوں

کہی اب منج نہیں اس باج حاجت — جو راہوں سیج مل تج کنٹھ لاگت

جو برہے بس تھے سینا جائے پھٹ پھاٹ — سو اس سینے اپر لیوں تج کوں ڈاٹ

رلیاں سوں مت تج سوں میل جاگوں — چندن سو گند ہو تج انگ لاگوں

جو تج تھے طاق اپن طاقت نہیں منج — ایس تیں جفت کر گن اب تھکیں منج

جو کیتے کان اس کی بات یوسف — جواب اس کا نہ دے کیتے توقف

خدا کیری رضا کی ہو طلب گار — منڈی لڑکائی کر راہی کتیک بار

یکا یک جبرئیل اس تیں خبر لیائے — کہ جگ سائیں سلام اپنا تج انپڑائی

کہ ہم دیکھے زلیخا کی جو زاری — تیری بیرت منیں بہو تیک خواری

سو ترت اس کوں ہمیں من آس دیتے — اسے تج سوں عرش پر عقد کیتے

سو توں بھی عقد کر مل رہ اسوں جم — مدن بیلاس بہو تیک بھوگ سوں گم

شمس جوں دو رتن دونوں میلے پر — چلے اولاد جگ میں جوں رتن سر

سرخی ندارد

جو یوسف پائے جگ سامی قرمان — جو عقد اس سا باندھے باج اتمان

شہانی جشن کا بنیاد کیتے — نگر عشرت ستیں آباد کیتے

اَمولک مشک عنبرؔ عود پرمل — سُرنگے زعفران کافور صندل

پھولیل چنبیلی پھولوا پھول پھول نیر — لگے مہکاونے بہوتیک چوندھیر

نکر سو ہے پھلوں میویاں تھے نگ نگ — چونے اس رنگ تھے گلزار رنگ منگ

رکیتے آیا رجے جگ میں کندوری — نہ ہوئے سفرا بچھاون دھرت پوری

جو چنیاں نعمتاں لیا بار کیتے — سو اُس پر سب جگت کوں بار کیتے

بہو رنگ نعمتاں بولیا نہ جاوے — مگر کوئی بھاگ وُ نت جنت میں پاوے

جو لے پانی دُھلادن تیئں جگت ہات — رہے ندنیل سب سکھ دھرت کی دھات

دُھلا کر بات مہمانا کے ہر یار — جو بھر بھر کرسٹیں طشتاں سورج سار

بہن لاگے دھرت سکلی ندی ہو — مگر سو ہے ندی اب نگ بہی سو

دَھتی مجلس کیرا سو مصر کا راج — جو اُس تھے وہ سبھہ مجلس دیسے تاج

عروساتی محلّاں اَت سہانے — بچھلے اُس ماں شاہانی بچھانے

سٹے دو تخت وہاں کُندن جڑت کر — جو عاروس ہور شہہ بیٹھے اُنوں پر

کیتی عاروس عروسانی پر ہلاوا — ہور اس نے پیر واسب سہاوا

خلیل اللہ کا معتا دھتا جوں — اُسی معتاد پر یعقوب تھا تیوں

ہوا شادی سوں شہہ عاروس کا تخت — یکٹ شہہ پائی سو دھن کی بڑی بخت

مبارکباد کوں مجلس کے سب لوگ
خزینے اُن اُپر وارن لگے ٹھوک

خوشی سوں یوسفا اُٹھ کر سب جنیاں سات
میلے ہور دست بوسی تیئں دیتے ہات

بھیجائے عاروس کوں سو دن محل مان
جو اس سنگار سوں گھر سُرگ میں ناں

ہزاراں باندیاں خدمت کرن ہار
پچھیں آگل تھے دوڑیاں سات اُس نار

سُنا مانک جو وار اُس نار پر تھتی
سٹے سو چھپ رہے اُس تل دھرتی

سنگارے سر تے سر تے پاؤں لگ اُس
مبارک باد بولے دوی جگ اُس

جو اس گھر مان جلوے کی عروس آئی
محل کوں نور دے جلوے منیں لیائی

ولی اجنوں بنی تپتی اُتا لی
کہ بنڑا ہوئے کب مجلس سے خالی

جو اتنے میں سُلکھن رین آئی
چھبیلی لٹ ستیں سورج چھپائی

ستاریاں سات انبر کوں سنگارے
شمع دیوٹیاں ستیں بھوئیں کوں سنوارے

بہو تعظیم سوں لوگاں کوں بہورائے
سجن بنڑا بنی کی سیج چل آئے

محل عاروس تھے تھا نور سنپور
سو دا ٹیا آئے شہ کا نور اُس نور

دیکھی عاروس شہ کوں کھول چکھ آنکھ
حریری دامنی مکھ ڈھانک کر جھانک

سو ہوی اُس نور تھے بیتاب یکا یک
کہ جوں موسیٰ خدا کے نور کوں دیک

بنی کا حال یوں بنڑا جو دیکھا
سو اس کا گود نا ہیں کھینچ بیٹھا

اتاریا ہات سینے اور مکھ پر — گوسیّا آپ سکھی پیہ مہر رکھ کر

سُگند باس امرت سوں جیوں دیا پھیر — سو بے ہوشی تھے ہشیار اُس کیتا پھیر

جو اول اُس دیکھن تھے مکھ پھراوے — سو اب اس مکھ کوں پر توں سوں نجھاوے

جو شہ پھر پھر دیکھیا عاروس کا مکھ — دیکھت اُس نین کا بھوتیک لیا سکھ

کہ سو کچ روپ دیکھیا نیں سو تب — جو روپ ایسا نہ دیکھے سُرگ میں کب

نین کا سکھ لیتیں یوں ہوا خیال — کہ لینا انگ سنگ کا سُکھ اس حال

سو باہاں سوں لپیٹا اس لا لیتا گل — لیتا من سُکھ سینے لائے چیکل

مدن مورت مکھ پر مُوکھ رکھیا — ادھر امرت مدن مدپان چاکھیا

مدن رس پورتا رنگ ہات لیتا — لٹا پٹ سوں رلیاں بہو دھاتا کیتا

لٹا پٹ سات ہوئی ماندھی جو رانی — گوہر سرپوش پایا دھن نشانی

بکٹ مانک رکھی کُندن کی دُرجگ — جو وہ درجگ سنبھالی بہہ جتن رکھ

نہ کد اس کا کلف کھولیا کسی تھے — نہ کد اُس قفل تیں کیلی دیسے تھے

سو یوسف کن جو تھی کیلی رتن کی — اُسوں کھولیا نیکی دُرجگ رتن کی

اول درجگ میںنے مانیک تھا ایک — کھلے پر نیکلے مانیک بھوتیک

پہلیں تھا سو مانک ایک اس حال — عجب جے ہو رہیا مانک نیکلے لال

سٹیا مچھلی دیکھت امرت چشماں — دیے پایا نہیں کچ نیر اُس ماں
عجب دیکھو کھلے جا سوں سو بھر کر — رہی جا کر کلی کیوڑے کے بھیتر
جو جا سُن کھیل لیایا بار گلال — کلی کیوڑے کی مگرے پھول دی ٹھال
بندیا الماس لا جب ڈھال موتی — ڈھلی موتی میں تھے یاقوت جوتی
عجب دُسرا جو اُس الماس تھے تب — بہوت موتی ڈھلے موتی بندیا جب
مچھی بن نیر کے چشمے میں پڑ کر — سٹی موتی کلیاں اس تھے گھرکر
نہ موتی دیوتے مچھ سمندر میں ہوئی — نہ چشمے ماں تھے پاوے کلیاں کوئی
نہیں ایسا خبر پانی دھرن ہار — جو اس تھے میاں پانی سوں بھرن ہار
جو یوسف پائے بست اپنی امانت — کہ جوں سُہنے میں تھے اپنی اشارت
سو اُس گن سمند کوں پوچھتا کہہ بھول — رہیا کیوں آن بندیا موتی یو امول
کلی کیوں نا مدن بارے تھے کھیلی — کھلی کیوں ناں دُر جگ پائے کیلی
دیتی وہ نار اُسے یوں جواب میٹھا — عزیز مصر بن منج کوئی نہ دیٹھا
اگرچہ تھا دنیا کے کام میں چست — مدن کے باب تھا بن لوب اک سست
نہ تھی اچھتیں جو توں سُہنے میں آ کر — کیا منج دُھن کو دھن آپتا کر
رکھی سنبھال کوشش سوں تیرا مال — تجے انپڑائی تیرا مال سنبھال

جو یوسف یہ خبر اس تھے کیتے کان
اَدک پیرت لگا اُگلا دیتے مان

سو یوسف اُس چتر دھن کوں دیتے یاد
کہ اے تیری پرت سوں من میرا شاد

جو توں اول منجے فرماوتی تھی
گنہ منج انگ لاون جاوتی تھی

بہو چوری چھپی کا کام تھا وہ
سو دیک اندیش اب یہ خوب یا وہ

کہی رانی کہ سچ توں آکھتا سو
ولے کیوں رہ سکے نیہہ راکھتا سو

جو توں اس روپ سوں ہوئے دِشٹا تل
سو تیرے انگ سنگ بن کیوں رہے جت

جو میں آپار پیرت راکھتی تھی
سو رکھہ معذور جے کچ آکھتی تھی

جو کیتی عذر خواہی نار یہہ دھات
سجن بھی عذر خواہی سوں کیا بات

کہاں ہوئے اس خوشی کوں جگ منیں انت
جو عاشق سوں رہے معشوق ہو کنت

سرخی ندارد

نہ راہی کچ جدائی ہو رانتر
میٹھائی سوں رہی جوں دودھ شکر

جے کوئی معشوق سوں بھی ہوئے عاشق
یکس کے عشق میں یک ہوئے صادق

ولے یہ مرتبا عاشق نہ یاوے
مگر بہہ دلیں یہ ہے سوں کماوے

نہ کوئی معشوق کوں پاتا جگت میں
مگر بہہ دلیں کھوئے اپنی پرت میں

۱؎ پاوے

نہ کس معشوق جگ میں بات آوے ۔ مگر دو جگ تھے ہا اس کوں دھلائے
نہ کس عاشق کوں ہوئے معشوق عاشق ۔ مگر پایا ہوا اُس تھے عشقِ صادق
زلیخا عشق میں بہوت یک سچی تھی ۔ بُجی تھی عشق جب تھے او بجی تھی
ننھی سین میں جو نازک گُڑی ساز ۔ گُڑیاں کھیلے اپس میں آپ جس ٹھار
اُنوں میں تھے ہر ایک جوڑا جوڑا کھے ۔ سو عاشق ہور معشوق ان کو آکھے
گماوی کھیل نس دن عشق کے کھیل ۔ بن کھیلی ہور کچ بن عشق کے کھیل
جو اِتنی تھی بُجھی بُد کی نشانی ۔ سُو دھنا ہور یا نواں کر بچھانی
یکایک میت کوں سُہنے میں دیکھٹی ۔ پنٹ اس تھے جگائی عشق اگیٹھی
سٹی ماں باپ اپنا ملک چھوڑی ۔ لیتی پردیس سب تھے مُکھ موڑی
سجن کوں دھنڈنے تیئں مصر کوں آئی ۔ وہاں یہ دیس اس دھالوتں سو بیہائی
سجن کے تیئں کیتی خالی خزینا ۔ خزینہ تیہہ بھر صندوق سینا
جوانی پیہہ کے دُکھ میں گنوائی ۔ سلونے نین[1] پانی کر چیوائی
جوانی نین بھوگ مانگی اسی جوگ ۔ اُسی کوں دی جوانی نین کا بھوگ

---

[1] تین

جو وہ یوں عشق میں سیدھی رہی جم — ہیا میں عشق کیاں زخماں سہی جم

سو یوسف کوں بھی اس کا عشق لاگا — پرت اس کا کیتا اُس من میں جاگا

سو کیچ رانی سوں باندھیا آپنا دل — جو اُس کوں تا گمیں اس باج یک تل

رکھے رانی کیرا بھاتا بہو گن — جیو ان بھاون کرے اسکا کہیا سن

رکھی رانی کیری بھاتی منے چیت — نہ اُس آن بھاوتا لیائے آپنے چیت

یکس کے یک میلاوے سوں رہیں شاد — لتا پیٹ ہور رلیاں ستیں دل آباد

یکس کے ایک دھرامرت کے متوال — یکس کا ایک تا انگ سنگ پالے خوشحال

یکس کوں ایک بانہاں سوں لپیٹیں — یکس سوں ایک سینے لاگ لیٹیں

یکس کے ایک مکھ پر دھر سر سوئیں — یکس کی پاس تھے یک بے خبر سوئیں

یکس تھے یک لطیفے سوں سنے بول — ہنسی بازی سوں دونوں گھنگرٹا کھول

یکس کا ایک کارہا بان سو سیں — یکس سوں ایک لاوں چاؤ روسیں

یکس سوں ایک راضی جیو سنگات — یکس کا بھاؤ تا دل کا یکس ہات

سدا سب بھوگ چوراسی بندوں سات — سہاون سیج اُتل کُتل چھندوں سات

جو چھندوں بھاؤ سوں وہ نار یک رات — سجن کے پاس سے نہاٹی ہنسی سات

سجن بھی دوڑ اُس پر ہات سا ٹیا — سو چولا نار کا یچن تھے پھاٹیا

کہی ناری سجن کون جے اول میں — کیسی تج سوں کیتا اس کا بدل تئیں

جو باٹیا تھا تیرا پیرہن میرے ہات — سو پھاڑیا توں میرا چولا بھی اس دھات

اینوں گن تھے لکیں سوں یک رلیاں سات — رہے تھے مل کہ جوں دونوں بھی یک دھات

وے یوسف تھے وہ ناری سگیانی — رہی تھی ہو حقیقت کی زندھانی

دوئی پردے تھے باہر نیکلی تھی — سو وحدت کے آنگن میلنے چلی تھی

دوئی سب دور ہو یک نور دیٹھی — چھٹک پھر جا دریا کے پور بیٹھی

عبادت بندگی میں ایک چیت ہو — سمت ہو مت ستیں آپ امرت ہو

عبادت ہور عابد ہور معبود — سبہہ یک دھات دیکھی ایک موجود

جو یوسف دیکھے اس کا حال اس دھات — کیتے یک خانقاہ اس تئیں چھندن سات

بہو نقشے گگن تھے ہور اچکل — انگن اس کا سرگ تھے صاف نرمل

بہنواں جوں جو رکیاں طاقاں کی محراب — ڈولارے ذکر تیں اس ماں قلاب

محل میں اس دریوالاں کی صفا سات — نہ حاجت سور ہور دیویاں کی دن رات

کھڑے روشن جو رستا تھا نپ دستے — کھڑے بندگی سوں نورانی فرشتے

سنہے روپے رتن کے جھاڑ اونچے — پنکھی ان پر چھپے لے چونچ مو نچے

انگن کی رو کھڑے طوبی کیرے دھات — ملک ان پر پنکھی ہو دیس ہور رات

سٹے اس میں شہانی تخت سنگار — جو خرچے اس کے تئیں مانیک بھنگار

زلیخا کوں بہو چاؤں منا کر — خوشیاں سوں بسیلائے اس رجھا کر

کہیا اس کوں کہ اے گنونت ناری — تیرے اپکار سوں منج شرم ساری

نہیں سار ن سکوں اپکار تیرا — نہ منج گردن تھے اترے بھار تیرا

جو توں اول میرے تئیں گھر بندھائی — خزینے خرچ کر حنا لی کرائی

سو کیتا میں بھی تج تئیں یہ عمارت — جو توں کرتی رہی اس میں عبادت

اب اس گھر میں خدا کے دھیان سوں رہ — جو اس کی نعمتاں کوئی نا سکے کہہ

جو بالے بال توں اندیش دیکھی — تو ہے اپکار اس کا باج لیکھی

دیتا دولت فقیری دور کر تج — کیتا نو خیز پیری دور کر تج

جو تھے بہو دیس تیرے نین نرجوت — دیتا رحمت ستیں یک تل میں پھر جوت

جو بہو دن برہ بس بھیدیا تیرے من — دیتا امرت میلاوا برہ بھنجن

زلیخا بھی خدا سے پائی توفیق — جو ہیں اس ٹھاؤں ساری پنتھ تحقیق

جو رانی اس محل میں ذکر لاوے — خدا کا نور اس سب رخ تھے چھاوے

ایسوں گن اس محل میں تھے بہو کال — سبھی مقصود اپنے پائے خوش حال

دنیاں میں کوئی سدا رہا ہے نہ یک حال — نہ کوئی جیو بھارا ہے سدا کال

زمانا جس چڑھاوے پھر اُتارے — خوشی سوں جس جیواوے دُکھ سوں مارے

نہیں کوئی اس دنیا میں مل دو یار — جو آخر نا دیکھے بچھڑے تھے آزار

مِلاوا بَن میں جن جوں پھول کھیلے گا — سو بچھڑے دھوپ تھے سکھ کر ڈھلے گا

میلاوے سوں جہاں شادی گواویں — وہاں بچھڑے تھے پھر رُو رُو یلاویں

جو یوسف تھے زلیخا پائی مقصود — میلاوا پائی ہوئی بخت تھے خوشنود

سو کیچ سُکھ سات بِسری دکھ پچھلا — جو یاد آوے نہ کچ اُس دھاک اگلا

نہ گذرے یاج عشرت دیس ہور تیس — گذر گئی کیچ اگلی برس چالیس

دیتی جوں رُو کھ پھل نت بار سبہہ بار — جو اس تھے رُکھ اٹھے سو بھی دیتے بار

سرخی ندارد

جو اتنے میں یکایک رین میں — دیکھے ماں باپ کوں یوسف سپن میں

جو دیس لے سبہہ تن نور کا بھیس — جھمکتا نور مکھ کا جوں سورج دیس

کہے یوسف کوں اے فرزند پیارے — کدھاں لگ بچھڑے سوں عمر سارے

ہمیں مشتاق ہیں مل تُرت ہم سات — سنے ما باپ تھے یوسف جو یہ بات

بہو مشتاق ہو کر جاگ اُٹھے — پنت اس شوق سوں دنیاں تھے توٹے

کیتے روشن زلیخا پر بھی یہ حال
کیتے اُن ہیبتوں سے آہ جگ جال

سنٹن لوڑے جو یوسف اس جگت بھوگ
اُتا ول ہو بقا کے ملک کی جوگ

دعا کرنے لگے چت راکھ کر ٹھار
کہ اے جگ چت بھرا دن ہار کرتار

جو منج سر جائے کر دنیا میں لیایا
عجائب آپنے منج کوں دیکھایا

منج اپنی نعمتاں میں غرق کیتا
سنگاسن، تاج دولت راج دیتا

منج اپنی یاد کی توفیق دیتا
میری پیغمبری تحقیق کیتا

منج ایسی توں بڑائی سات رکھیا
سو کوئی میری بڑائی کوں نہ تاکیا

منج اب ملک بقا کا شوق لاٹیا
خدا کے ملک تھے خاطر اُچاٹیا

تُرت منج تھے فنا کا ملک کردان
تُرت ملکے بقا تیں بخش فرمان

مسلمانی کی حالت سوں منجے مار
میرے صالح بڑیاں کن دے منجے ٹھار

جو سائیں تھے زلیخا یہ خبر پائی
بہو بھر کے اُساس آنبر کوں اپر ٹائی

یقیں جانی کہ اب اس کی دعا تھے
تُرت تاثیر دیسے کی خدا سے

کہ وہ ماریا دعا کی تیر جس دن
ہدف مقصود تھے چوکیا نہ کس دن

سو دکھ سوں جاتے دکھ کرنے بینے پر
لہو پانی سوں انجھواں کی جکڑ کر

چکڑ میں مکھ پیشانی سب رگڑ کر
ابد میں نامرادی کی سینٹر کر

اپی بھی یوں کرن لاگی مناجات — کہ اے سب جگ کوں دیون ہار حاجات

تجھی یوسف سے اب امید میری — ولے دائم دھروں امید تیری

کہ تو کرتار ہے دیا دیاونت — دکھیا کا دکھ ہرنت سائیں دیاونت

دیا کیتی سوں باندھے دار کھولے — میا میگھن تھے موتی منہ تھے رولے

پہاڑاں دکھ کے یوں ہلکے کرے تو — جے کچھ لوڑی کرن قدرت دھرے توں

سکت یوسف کے بچھڑے کی نہ راکھوں — یہی مقصود اب تج سات آکھوں

کہ منج کوں ہور اس کوں مار یک بار — گھر میرا ہور اس کا جیو یک ٹھار

جو توں دیتا منجے انگ سنگ اس سات — سو میرے جیو کوں کر اس جیو سنگات

نہ لوڑوں راہنے جگ ماں اس بن — ہوس منج جیونے کی نان اُس بن

سدا جینے سے بہتر مرگ اس باج — برا دوزخ تھے سو دن سرگ اُس باج

نہ کر سے جے سنگات اسکے منجے توں — تو اول منج لجا اس بعد اس کوں

صبوری یک تل اس بن کیوں رکھوں میں — جگت اس باج کیوں دیکھن سکوں میں

زلیخا تھے ایسوں گن دکھ دگد سات — نہ بوجھی دن کوں دن کر رات کو رات

دگد دکھ رنگ رنگ نس دن دیسے جس — اُسے یک رنگ دیسے دیس ہور نس

سرخی ندارد

تو دوجے دیس دِیسا صبح روشن ۔۔۔ سو کھولی جگ نرگس سار لو ین

تہانی بھیس سوں یوسف پھرآئے ۔۔۔ سواری تیئیں رکھے پگ پاوڑے پائے

جواتنے مان جبرائیل آئے ۔۔۔ سو یوسف کوں سواری تھے رکھائے

کہ تج فرصت نہیں باہیر نکلن ۔۔۔ نہ ٹمنگ اب پاوڑے دوجے کوں چکلن

تیرے تن کے نگر میں جیو جو ہے راج ۔۔۔ نکلنا ہے سواری دور کی آج

عیش عشرت کی سٹ دے ہات تھے اب ۔۔۔ کھر پگ پاوڑے تھے عمر کی اب

جو یوسف اس بشارت پر رکھے کان ۔۔۔ وجود اپنا بسایا بہہ خوشی مان

ترت اس ملک کے میراثی کوں لیائے ۔۔۔ اس اپنی تھاوں کیتے تخت بسلائے

کیتے اس ملک کے شاہی مقرر ۔۔۔ دیتے پند اس کہ کر اپکار جگ پر

کہے آخر زلیخا کوں بلاوئے ۔۔۔ بچھڑتے وقت اس منج سوں ملاوئے

کہے لوگاں کہ وہ دکھ سوں پڑی ہے ۔۔۔ دگد کے بند میں سنپڑ اڑی ہے

نہ سکتی دیک تج اس حال سوں وہ ۔۔۔ بھلا جی را ہی اپسے خیال سوں وہ

کہے یوسف بڑا منج دھاک ہے یہ ۔۔۔ جو اس حسرت قیامت لگ رہی یہ

کہے اس کوں خدا کے کر حوالے ۔۔۔ جو اس کی خیریت[1] سوں اس کوں راکھے

---

[1] خیریت

جو تھا یک سبب جبرائیل کے پاس جو اس کی باس تھے لیوے ثمر کی باس

دیتے وہ سیب یوسف کوں جو جبرئیل دیتے جیو آپنا اس باس پر کھیل

لیتا اس تھے بقا کی باغ کی باس سٹیا اس تھے فنا کی باغ کی آس

جو دیتے جیو اس باس سوں تھے یوسف جگت فریاد لائے بے توقف

جو کچ فریاد میں آئے جگت سب جو انبر گرج کر ہدری دھرت سب

زلیخا پوچھ اٹھی یہ غل سو کیا ہے جو اس غل تھے دھرت انبر بھریا ہے

کہے لوگاں کہ وہ شاہ جواں بخت چڑھیا تابوت تختے پر سٹیا تخت

دنیاں کا تنگ کلیا چھوڑ دیتا پچھے پر لامکاں کے ٹھاوں کیتا

زلیخا بے خبر ہوئی اس خبر تھے اثر سُد کا نہ رہیا اس اثر تھے

پڑی اس ہول تھے وہ سُر دھول کا بہو خواری سوں بھوئیں پر چھاوں کی سا

گذر گے تین دیس اس کوں اسی دھات جو چوتھے دیس اوٹھی چکھ خبر سات

سو بھی اس یاد کر بے ہوش ہوئی پھیر پچھاڑی کھا پڑی آنکھیاں اندھیر

ایسوں گن تین تین دن تین نوبت پڑی بے ہوش ہو وہ نار سُمرت

جو چوتھے بار اُسے آئی خبر چکھ سبھن کوں پوچھ کر لاگی کرن دکھ

کہ یوسف کیا ہوا دستا نہیں منج نشاں اس کی نہیں دستی کہیں منج

جتا پوچھی یہی بولے نشانی　　کہ جوں دُھن اس کیتے بھوئیں پن نہانی

نہ راہی سُور دھرتی تل رَین بن　　سو دھرتی تَل رہیا وہ سور نس دن

زلیخا جب سورج اپنا چھپائی　　کمل جوں باج سورج کُملائی

کھلیا جوں کوَل کیتے پھاڑ کپڑے　　نہ کھیلے کول جب سورج نہ سنپڑے

ہیا پھر پھر نکھوں سوں چیر لیوے　　ہیا کی آگ مت باہیر دیوے

جتاں باٹاں ہیا کوں ہوتے اکلیاں　　اگن بھی آئی اس باٹاں تھے سکلیاں

رکت گھرے جھڑانتیاں پاڑ مکھ پر　　اُدٹ چشماں بھاوے کالوے کر

جو ہر اک کالوا اس تھے بہاوے　　سو اُس تھے پیک حسرت کی لگاوے

جو انجھواں لال ہور اُجلے بہاوے　　سو پھول گلال ہور رابیل گنداوے

جھڑانتاں کے جو خط مکھ پر سہاویں　　سُنے پٹی اُپر سُرخی لکھاویں

کبھیں سینا کبھیں سر کوٹ لیتی　　کبھیں نی مار مکھ پر دکھ سیتی

کبھیں بھوئیں پر پچھاڑی کھائے پڑتی　　رکت ماٹی منیں خواری سوں لڑتی

کبھیں بھوئیں پر پچھاڑی لیس اپنا　　رکت سوں لال کرتی بھیس اپنا

بہوتیک لونچ کر ہلکے کیتی بال　　نہ ہوے دُکھ بھار تو ہلکا کسی حال

جو آدھا کاٹ سٹ دیں سو جتا در　　کری تھڑ پڑ رکت ماٹی میں پڑ کر

۱؎ بھاڑ

لگی فریاد آ ابر کوں انبڑانے — نوازش سات رو رو کر پلانے

کہ شہہ میرا کہاں ہور شاہی اس کی — جو چلتی تھی جگت میں دوائی اس کی

غریباں پو کہاں اس کا میا مان — فقیراں پر کہاں اس کا دیا دان

نہ چھپتا دیس سورج باج آ بور — سو بن آ بور کیوں چھپیا میرا سور

جو سورج رات گھر دھرتی تلیں جائے — ترت بھی دن دیا دن مکھ دکھلائے

میرا سورج سو اپنا مکھ چھپا لے — بہو دلیساں تھے کیوں نا مکھ دیکھائے

سواری ایک تل کئیں جاوتی بار — نہ جاوے منج پوچھے بن کسی ٹھار

سو ٹٹا وقت کیسا آ گیا یوں — جو وہ پردیس پوچھے بن گیا کیوں

بڑی حسرت جو میں دیکھی نہ اس دیس — جو وہ پردیس تیں لیتا نوا بھیس

جو وہ نکلیا سواری پر ملک کے — عینین اپنے مڑ ڈیا اس ملک تھے

نہ چھوٹے جوں عینین اسکے نیکے ہات — نہ راہی جوں رکاب اس کے چرن سات

سواری تھے جو ماندے ہوئے فوج آئے — گلاب انجھواں سوں انگ اس کا نہ دھلولائے

جو ستکر تخت تختے پر گیا وہ — سہاوں تخت تختے کوں گیا وہ

توا و تخت نا دیکھی نین سوں — نہ کیتی اس جڑت انجھواں رتن سوں

جو ماسا دا آن سیا بینا پردا — نہ دیکھی جے دلیسا کیسا سہادا

جو لوگاں سب مل اس کا بہار آچاے — سو اس کا بہار سب سر لے چلائے

نہ تھی اس وقت میں اس بہار سنگات — جو سینا کوٹتی جاتی طبل دھات

کنٹھے نادنگ رونے سوں اچاتی — سو جوں اس بہار میں یاد آجاتی

جما اس کوں تخت تختے تھے اچاکر — چھپا راکھے بھٹیارے میں چھپاکر

نہ بیٹھی ہیں بھٹیارے ماں سنگات — جو اچھتی رات دن کبھو سے لگا اس ساتھ

عجب یہ نامرادی میں جو سوسی — قیامت لگ اسی کاڑہی آکوسی

سدا جس کی وفا میں جیو کو جی — سو ایسا بے وفا ہوئے کر نہ بوجھی

سدا ست ہوئے کر راکھی پتیارا — نہ ہیا تی جے دغا دے جان ہارا

پتیارا منج کوں دے کر پیارے — دغا دے کیوں منجے سٹ کر گیا رے

پیارے کیوں منجے کیتا یکیلی — سہیلیاں ساتھ کیوں بیٹھوں ڈھیلی

پیارے کیوں نہ چکھ منج پیار کیتا — بخیلی کر نہ یک دیدار دیتا

جو دیتا منج غنیمت ایک دیدار — تو میں بھی جیو دیتی دیکھ دیدار

میرے دل میں تتی حسرت کیرے تیر — پیارے دیکھ آ میرا ہیا چیر

منجے یوں دکھ دوزخ ماں سٹ کر — مرگ کی باٹ یکڑیا توں سو اٹھ کر

جلوں دوزخ کی لکڑی ہوئے میں سو — رہیا ہو کر سرگ کا پھول تئیں سو

جو اَب توں منج لگ آنے کی نئیں آس | بھلا ہے آؤں میں اب ترُت تج پاس
کہی یوں ہور عماری ماں بیٹھی | سلگتی جوں کہ دوزخ کی انگیٹھی
دیکھی جا کر سجن کا ٹھاوں جو ترُت | سٹالی کھائی تل سر پاؤں ہو ترُت
نشان اپنے رتن کی دیکھن آئی | گیلی مائی کے ڈھیکلے بن نہ پائی
اسی مائی میں وہ جگ دیپ آجیت | پڑی لڑتی رہی جوں چھاؤں کی ریت
سُنے سارنگ مائی میں میلائی | انجھو رتنا میں مائی میں دبائی
کبھیں پڑتی سرہانے کی طرف آئی | کبھیں خواری سوں لڑتی پائنتی جائی
کبھیں مائی میں سینا لے رگڑتی | کبھیں مُکھ اور ہور نین بھرتی چگڑتی
کبھیں کیتی کہ اے جیو کے پیارے | اجھوں تج باج یہ جیو کیوں رہیا رے
چھپیا توں بھوئیں میں جوں پھول ڈال جڑ | اُرے ہوں میں سو جوں پھول ڈال اُو جڑ
دھرت تل توں سو جانوں رات کو سُور | دھرت پر میں سو برسن ہار آ بُور
رہیا توں دھرت تل نرمل جل سار | دھرت پر میں سو جوں گسپٹ چلن ہار
بھریا سب جگ دھواں میری چلن تھے | سو بہتا نیر سب جگ کے نین تھے
سو کچ رو رو ترختی دُکھ کر کر | جو ترختی دیکھ اس دھرتی ہور انبر
اُلالے دو دکھ سوں جون آہ مارے | اڑین جل راکھ ہو آسمان سارے

سو پکڑ گلتی بکستی نار سمرت — جو پانی ہوئیں نکیں اُس دیکھ پر پیت

کِتا سب جگ میں اس کا دکھ تاثیر — سبھہ جگ کے کلیجے پھٹ ہوئے نیر

بہو کچوانی پیہہ کے دیکھنے باج — کہی کیا کام آویں یہ نین آج

نہ مانگی یہ نین اس دیکھنے باج — جواب اس کوں نہ دیکھی نین کس کاج

اندھارا پڑ رہیا سب دیس جوں رین — رہی بن دِشٹ نرگس سار ہو رین

نخرنے کو نکھوں سیتی گرد کر — گھُرلی دو نین نرآس ہو کر

گھُر کا سیاں تھے اس ماٹی ہیں سٹ دی — نین کانسے اسی مائی سوں بھرلی

رکت بھریا مکھ اُس ماتے اُپر دھر — دیتی جیو پیہہ کے تیئں آسواس بھر کر

سجن کا دیہہ جس ماٹی میں پاتی — سو جیو اپنا وہاں ماٹی ملاتی

جگت اس دیک انبر انبڑا ئے فریاد — کتے شاباش کہہ اس روح کوں شاد

بھلا عاشق جو دیوے جیو اپنا — وہاں جیو دے جہاں ہے پیو اپنا

پکائے اس پلاؤں ہار کوں لوگ — بہو چالیاں سیتی جوں دھیا ٹھوک

سبھہ جگ روتی اس کوں نھلائی — میھول جوں انگ پھولوں[۱] کا دھلائی

---

۱ بھولوں

کلی کوں جون ہر یا اچھتا پرہا وا — کفن اُس تن ہر یا کیتے سُہادا

رکھے یوسف کے بکھوے لاکر اس کوں — میلا سے پیو سوں یک جا کر اس کوں

میسر یوں کسے ہوئے موئے پر — جو اپسے پیہہ سوں مل سوئے موئے پر

ولے جن کوئی کہیا ہے یہ حکایت — سو لیایا ہے اِنوں دھاتوں روایت

کہ تھی وہ قبر جب ندنیل کے پار — سو ندکی پُور تھے انپڑیا کچ آزار

ہور اس آزار باج اس ٹھاؤں بہو دھات — ہویاں پیدا بلایاں ہور آفات

سو پتھر سے کالکیتے صندوق سنگین — رکھی یوسف کوں اس میں باہ کر چین

سو اس صندوق کوں راکھے ندی ماں — زلیخا سات مل رہنے دیتی ناں

نہ کوئی دنیا کے داواں سوں سکے جینت — نہ چینتیاں دیونے کرتیں اسے جینت

دنیاں کے مکر تھے مر کر پڑے سو — موئے پر مل رہے سو بچھڑے اد

چلی ہے یوں برگیاں تھے اے بڑی بات — کہ ناہیں عشق میں راحت کسی دھات

چنگا موہت جو موہن تیں مرے یوں — بھُنیارے میں سجن کے اوتری یوں

اول یو باج سب تھے دشت اُباڑے — پچھیں اس کیہہ میں تن جیو کاڑے

خدا کی رحمت اس کی جیو تن کوں — سجن تھے نور ہے اس کے نیَن کوں

سرخی ندارد

کروں اقرار اپنی عاجزی سوں — کہ شکرانہ خدا کا کہہ نہ سکیے سوں

جو اُس کیاں نعمتاں کوں جب نہیں انت — سو کیوں اس شکر لگ ہوئے انت کوں پنتھ

جو منج من دِشٹ کوں سو کچ دیتا نور — جو گم اس مال سب ملکوت کا نور

میرے دل بزرگی ایسی دیلا یا — جو اٹھرہ سہس جگ اس میں گنتا یا

عرش جس میں جو سارے جگ سماوے — جو دیسے عرش انت اس میں نے ماوے

کہیا ہے اُن جو اس کی یاد تل عرش — کہ من مومن کیرا حق کا بڑا عرش

حدیث قدسی آسمانی ستیں دیک — نبی بولیا کہ یوں بولیا خدا ایک

کہ منج بھر یا نہ کچ آپ میں سماکر — سمایا جوں منجے مومن انتر

جگت میں کوں چتر اس دھا دستا — جو خالق ہور مخلوق اس میں لبھا

دلے دلدار کوں ہے بہوت یک انترا — نہیں یک دھات دین ہور تھینکرا

میری من آرسی سو کچ منجھایا — جو سب کچ میں تھے نور اپنا دیکھلایا

بوجھایا آپنی توحید منج کوں — کیتا شیریں زباں اپنے بچن سوں

سو کچ قدرت دیتا میری زباں کوں — جو اپنی گت چھپے کھولوں زباں سوں

کبھیں جبروت کا گٹ بولنے جاؤں ‏ ‏ کبھیں لاہوت کا پردا کھلاؤں

کبھیں بولوں قدر ہور رمز بہو دھات ‏ ‏ کہوں بتیاں خدا کیری مدد سات

کبھیں ہوئے زباں حجت کی تروار ‏ ‏ گھسیڈ پڑوں کفر ہور بدعت کے پرواز

کروں اسلام کے تئیں ملک گیری ‏ ‏ کرے پس او قوی تروار میری

خوارج پر خروج ایسا کروں اُٹ ‏ ‏ جو خارج ہوئیں اپنے دین تھے ٹُٹ

جن اہلبیت کو کم دوست راکھے ‏ ‏ میری شمشیر کی زخماں تھے دھاکے

جو چیریاں کا ترٹ دل ہوے ظاہر ‏ ‏ میری تروار اُن کو حد تھے باہر

جو دھڑے بوتی سامیاں[1] نہیں کر ‏ ‏ سکوں اُن کوں نہیں کرنی زمیں پر

منجم جے میرے نزدیک آوے ‏ ‏ تو منج تھے جو ہر تنزیہ پاوے

نبوت تھے جو منکر ہیں برہمن ‏ ‏ اگر راکھے میرے بولاں اُپر من

سبھ زنار اپنی چھوڑ دیویں ‏ ‏ گلے میں ..... ہور تقلید لیویں

اماماں کوں خدا راکھیا جو معصوم ‏ ‏ جن انکی پیروی تھے ہوے محروم

کروں اُن کوں بوجھا اپنی زباں سوں ‏ ‏ جو اس گھرکاں تھے آوے نور اُن کوں

جو اس تھے ہوئے آندھارا دوئی ددر ‏ ‏ نبی بولے ہور اُن کوں پائیں یک نور

بڑی کیلی زبان ہے فتح کے تئیں ‏ ‏ خزینے غیب کی اس سوں کھولوں میں

درود اس مصطفیٰ پر جے کھیا او ‏ ‏ کہ ہے حق کوں عرش تل ایک دھن جو

---

[1] سانیاں

فرہنگ

آپار	بے حد، بے انتہا	آپس	خود
آپنے	اپنے	آکاش	آسمان
آدھر	آدھر۔ ہونٹ	آرت	آرتی
آکار	شکل		
آگو	آگے	آدھاک	(آدِھک سنسکرت) زیادہ ۔بہت
آچار	آچاریہ		
آچھے	رہے	آسوں	آس کی جمع
آرسیاں	آرسی کی جمع	آلی	محبوب سکھی
آکھوں	کہوں (پنجابی)	آچپل	(اچپل) شوخ
آنگھیں	آگے		
آگل	آگے	آکھی	کہی (پنجابی)
آچھا	اچھا	آکھے	کہے (پنجابی)

آدِٹ	غائب۔ جو دکھائی نہ دے	اُپجایا	پیدا کیا
آرا	آرہا	اُوجال	اُجالا
آہے	ہے	ایسو	ایسا
آیور	عمر	النکار	زیبائش (سنسکرت) خوبصورتی
آجیت	سورج	اُتم	اعلیٰ
آپ	اپنے	اگیاں	لاعلمی
اُپر	اوپر	اُتر	جواب (سنسکرت)
اپن	ہم۔ خود	اُپَم	اُپما (سنسکرت) تشبیہ۔ تمثیل
اپیں	آپ ہی۔ خود	اشٹ	(سنسکرت) آٹھ
اپکار	احسان	اُو	وہ
اچپل	شوخ۔ چنچل	ان بھاتا	ناپسندیدہ
اچھیں	ہوں۔ رہیں	انپڑاتے	پکڑواتے
ادمیاں	آدمی (آدمی) کا جمع	اُسوں	(اس سوں) اس سے
انبر	آسمان	ابھوں	ابھی
اُگن	وہ۔ آگ	اندھارا	اندھیرا۔
امول	بے بہا	اُتل مُتل	اُتھل پُتھل
اچھے	ہیں	اودھانی	ہوشمند
اُجاون	اٹھانا	انتر	اندرونی۔ فرق
اگلی	زیادہ۔ بہت	انترا	گیت کا مستزاد ٹکڑا موسیقی کی اصطلاح
ادتی	اُتنی	اترک	(ادِھک) زیادہ۔ بہت
		ادک	
اُمس	جوشش	اتاول	جلدی۔ بے چینی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
انگ	جسم	اپروپ	خوب صورت۔ نادر
اشٹ ایسور	اٹھ قسم کی دولت	آتش خور	ایک جانور کا نام جس کی غذا آگ ہے۔
امرت	امرت		
اچھریاں	حوریں	اُدبھج	پیدا ہونا
اگن	آگ	انگلیاں	(انگلی۔ زیادہ) کی جمع
اسمان	آسمان	انجھوان	انچھو۔ انجھو (سنسکرت۔ اشرو) کی جمع
ارداش	عرض داشت		
اَت	بہت۔ زیادہ	اندھکار	اندھیرا (سنسکرت)
اچھر	(سنسکرت) اکشر، حرف	اوچت	یکایک
الت	خاتمہ	اُدھان	دہان
ادگون	بدخصال	اڑرائی	چلائی
اوست	جھوٹ	ادبھڑ	جس کی جڑ نہ ہو
انگ	جسم	انجھوں	ابھی تک
اماماں	امام کی جمع	اسرواد	(آشیرواد) دعا
اَن	اناج	اُتالا	جلدباز
ادھارے	(آدھار سنسکرت) سہارا	اُسواس	(اُساس)۔ آہ
اشٹ دک	(اشٹ دشا) آٹھ سمتیں	اذیان	اذان
اُڈرائے	(اڑلائے) بھیجے	اُترگ	(اُتر۔ سنسکرت) جواب
اُدنچ	اونچا	اپاڑنا	اکھاڑنا
اندھلا	اندھا	اونٹاں	اونٹ کی جمع
ایئوں	ان۔ ایسی۔ یہہ	آلی	اعلیٰ

لفظ	معنی	لفظ	معنی
			جس سے سیری ہو
اُونْت	ترقی یافتہ ۔ اعلیٰ		
اُچھالے	اکھاڑے	ایہاں	یہاں
اُچھاڑن	اکھاڑنا	اینٹھ	اینٹ
اَدھ مرتا	ادھ موا	اُساسی	اساس = آہ
اُٹھیان	اٹھی (فعل) کی جمع	ادبال	اُبال
اوڑیاں	اوڑی (اوڑھی فعل) کی جمع	ادھر	(ادترا سنسکرت) معلق
اوتار	اُتار	ادھر	ہونٹ
اصل	نشہ آور مشروب شراب	اسے	ہے (مراہٹی)
اندرا ن	ایک قسم کا تلخ پھل اندرائن	انیندری	بے خواب
انگیٹھی	انگیٹھی	اچھن	رہنا
آوتا	آتا	آوازا	آواز
آروس	عروس ۔ دلہن	اوچاٹ	(اُچاٹ) پریشان
انگار	آگ	اگیانی	جاہل ۔ لاعلم
آدیکھے	جس کو دیکھا نہ گیا ہو	اُبریا	بچ رہا
اُپجاوتا	(اپج = پیدا ہونا : پیدا کرنا	اندران	اندرائن
اپتاپچ	(اپتال + پچ) اب ۔	اندری	اندر ۔ باطن
اچ	(اچھ) رہے	آدیکھے پن	نہیں دیکھ سکنا ۔ حسد
او	وہ	ابراہن	زلیہ رات
اہل	(اہلیہ) بیوی	آڑا ہوئے	حائل ہوئے
اڑانا	مذاق اڑانا	آدر	آدھا
آگھادن	(آگھانا ۔ سیر ہونا)	آدکلا	بے چین

اُپج	پیدائش
اولیچہ	اول ہی - پہلے ہی
اُونبھیا	(اُونبنا: اکتانا) اکتا گیا
اونچ بہت	بلند بہت
آوتی جاوتی	آتی جاتی
اُبرا	بچا ہوا - باقی ماندہ
ابھاگی	بدقسمت
اولکھن	بدقسمت
اس واسس	اس واسطے
اُدگھڑ	بے ڈول - بے ڈھنگا
انجانگی	لاعلمی
ابھال	بادل
اُبھڑا	(اُبھڑنے - ہراہٹی)
	پھیلا ہوا - محیط

ب

بھار	وزن - باہر - فوج
بھانہ	بہانہ
بن	بغیر
بی	بھی
بلہار	قربان
بسار دوں	بھول جاؤں
بسارے	بھلا دے
بہانیاں	(بہانے) کی جمع
باؤ	ہوا
بارا	ہوا
بھبھڑکا	شعلہ
بھنجن	بھجن
بھنجن	(سنسکرت) توڑنا - بھگنا
بھدرا	(بدرۃ - عربی) تھیلی
برائے	بیگانے
بولیا	بولا
بھی	پھر
باند	باندھ
بہو / بھو	بہت
بچھانا	بچھونا
بل جاؤں	قربان جاؤں
بست	(سنسکرت وستو) چیز
بڑھے	بڑھے
باول	(باولا) دیوانہ
باج	بغیر

لفظ	معنی	لفظ	معنی
بہوتیک / بھوتیک	بہت ہی	بلونند	(بلونت) طاقت ور
		بلایاں	بلا کی جمع
بندیاں	بندے (غلام) کی جمع	بھیدیا	سرایت کرگیا۔ اثر کرگیا۔
بخشش	بخشنا	بےغش	بے ہوش
بھوت	بہت	بیس	بیٹھ
بھاوت	بھائے	بہنے	بیٹھے
بھاوتا	پسندیدہ۔ محبوب	بیی	(سنسکرت وانی) بول۔ بات
بھوئیں	(سنسکرت) زمین	بچارن	غور و خوض
بائیں	بادلی گھٹاں	بچارک	مفکر
	(بھانا۔ ڈالنا) ڈالیں	بسیالے	(بس۔ زہر) زہریلے
		بختاں	بخت کی جمع
بجل / بجل	بجلی	بچن	بات
بُدّ	عقل	دکھ	تکلیف
بُدھی	عقل	دکدیاں	تکالیف
بکُبل	قربان ہونا	باز	بازو
بھیتر	اندر۔ میں	بجھی	بوجھی
برہ	جدائی۔ فراق	بھوگی	عیش پسند
برہا	جدائی۔ فراق	برتن	استعمال کرنا
برہا سنتاؤ	جدائی کا دکھ	بہہ	بہت
بھوگن	عیش پرست	بہادیں	ڈالیں
بھوگن بیلاس	عیش و عشرت	بجھلے	بھولے

بانہہ	بانھ - بازو	بار	دروازہ
بار	تاخیر	بنڈادں	تقسیم کرنا
دوسوں	دوش (الزام سنسکرت) کی جمع	بیگ بیگی	جلدی
بھریا	بھرا	بھارں	بھاری
بِکٹ	سخت	بورک	(ورشا۔ سنسکرت) برکھا۔ بارش
بانہاں	باہیں	بھالداراں	بھالا رکھنے والے (سپاہی)
بھاگ	قسمت۔ حصہ	بیتاں	بیت کی جمع
بھاگ ونت	خوش قسمت	بنیادم	بنی آدم
بھاتا	خواہش	بیہانی	پرائی
بدلیں	بدلے۔ بجائے	بھیاں	(بھیے = ہونا کی جمع) ہوئیں
بِس	زہر	باہیر	باہر
بدل	بادل	باہے	(بھائے) ڈالے
برسالت	برسات	بھروسا	بھروسہ
بُڈ بڈے	بُلبُلے	بخشاں	بخشش کی جمع
بلایاں	بلا کی جمع۔ بلائیں۔	برگہ	برگ
باچھا	باچا (بچا) کی الفیائی	بھوج	کھانا
	ہوئی شکل	بھورائی	بُرائی
بھنوری	بھنورا	بدونت	عقلمند
بھنور	بھنورا	بنجیا	(بنج = پیدا ہوا) پیدا ہوا
بتر	بدتر	بیہانے	بسر کرنے

بھیری	ایک پرندہ		ہے جو آسمان کا پانچواں
بندھیر	بیدھن		برج ہے۔
بچھوہا	جدائی	بیری	دشمنی
بھوپال	راجہ۔ حکمراں	بھاگسے	بھاگ سکے گا۔
باٹ	راستہ	رغو	ایک قسم کی نفیری
بچھڑی	فراق	بالے پن	بچپن
بھوڑائے	(بھوڑنا۔ واپس کرنا) واپس کیے	بنھال	بنا: دولھا
بھونیارے	بھونگ۔ تہہ خانہ	بھرٹت	بھیڑ
برسن ہار	برسنے والا	بھرٹاں	بھیڑ کی جمع
بے درس پا	بے دست و پا	بھیکرے	بکھیرے
بنچالے	بچائے	باہ	(بھانا) ڈالنا
بھونڈ	دھوکا	بال	(بالک) لڑکا
بھونڈنی	فریبی۔ دھوکا باز	بکھانئے	(ویاکھان سنسکرت) بیان کیے
بھر	باہر	بلاس	(ولاس سنسکرت) عیش و عشرت
بچکتی	ڈرتی	بھئی	ہوئی
بلبلاں	بلبل کی جمع	بکیاں	(بکیان) ایک درخت جس کی
بل	طاقت		پتیاں نیم کی طرح ہوتی ہیں
بھرنت	بھرتی		اس کو بکائیں بھی کہتے ہیں۔
بھنگار	(بھرنکار سنسکرت) ہونا	برچ	(بوجھ) علم
بکسنا	پھٹنا۔ پھوٹنا	بجن ہارے	جاننے والے
باگ	باگھ۔ شیر۔ کنایہ برج اسد	بھنڈار	ذخیرہ

لفظ	معنی	لفظ	معنی
بھکے	بھوکے	بگ	بگلا
بینوں	بین کی جمع	بھوجن	کھانا۔ غذا
بیچھوے	بچھوے۔ پاؤں کی انگلیوں کا ایک زیور	بخشن ہار	بخشنے والا

پ

لفظ	معنی	لفظ	معنی
بند	بوند	پاپ	گناہ
بانک	کٹار	پات	پتے
بید	(وید) حکیم	پتالوں	پاتالوں
بھلائے	بھٹکائے	پھُٹ	پھوٹ
بانویں	بائیں	پہلیں	پہلے
باند	غلام	پورسے	پورا ہو سکے گا
بھلیا	بھول گیا	پلیٹے	لپیٹے
بنتی	التجا۔ درخواست	پتیارا	اعتبار۔ بھروسہ
بوجھن	بجھا	پرگلیاں	پرائی گلیاں
		پورت	(پورتیہ سنسکرت) مکمل۔ پورا
بیس	دروازہ	پشانی	پیشانی
بہتے نین	چشم گریاں	پاتری	رقاصہ
بُندیاں	بُندے کی جمع	پرم / پیرم	پریم محبت
بھوترا	بہترا		
بیندیا	سوراخ کیا ہوا (موتی)	پدم	کنول
بوجک	علم۔ عرفان (عالم)	پدارت	دولت۔ سامان
بیٹھد	بیٹھک گاہ		

لفظ	معنی	لفظ	معنی
پیو / پی	محبوب	پُتا	(پُتر) بیٹا
		پھوٹیا	اُگا
پُتاں	(پُت - پیا) بیٹے - اولاد	پھاندے	پھندے
پیت	پریت - محبت	پولاد	فولاد
پڑدکا	(پاوک سنسکرت) آگ	پھیلارے	(پھیلاڑ) پرے - آگے - ادھر
پرگھٹ	(پرکٹ) ظاہر	پردیاں	پردے کی جمع
پئین	پہن	پاوتے	پاتے
پربت	پہاڑ	پنم	چودھویں رات
پھُلا	پھول	پتر	خط
پارا	ایک قسم کا باجا	پاردکرن ہار	فریاد کرنے والا
پنچھی	پرندہ	پھنکڑیاں	پنکھڑیاں
پگ	پاؤں	پَون	ہوا
پار	(پاڑ) گرانا	پرمل	خوشبو
پٹن	شہر	پردل	(پر + دل) دشمنوں کی فوج
پلاتا	گاتا	پھاڑ	پہاڑ
پانی دھرے سو بابک	آب دار کٹار	پربل	طاقت ور
پنجنی	پاؤں کا زیور	پھبے	(پھبنا = موقع ملنا) موقع ملے
پھٹکتے	پھوٹتے	پیرادا	پہناوا - لباس
پادڑا	رکاب	پرتول	پرتو
پاچ	(سنسکرت) زمرد	پھانٹیاں	پھانا (شاخ) کی جمع
پُتر	(سنسکرت) بیٹا	پھیلے	آگے - پہلے

لفظ	معنی
پکھی	(پنچھی) پرندے
پھل نیر	پھولوں کا عرق
پیٹھنا	داخل ہونا۔ گھسنا
پیسکی	(پیک - مراٹھی فصل) حاصل کیا
پیک	(مراٹھی) فصل - حاصل
پاڑ	اجاڑ - برباد
پنگڑا	بچہ (گجراتی)
پنگڑیاں	بچے
پھاگڑی	بچہ
پنکرو	پرندہ
پتری	پتر = خط
پاپی	گنہ گار
پگل	پگھل
پرڑیاں	پڑی (فعل) کی جمع
پران	جان
پنیہ	نیکی - ثواب
پوچھتیاں	پوچھتی (فعل) کی جمع
پداروں	پدر (پترت) کی جمع
پہیلے	پہلے ہی
پاکھ	پاک
پوتر	(سنسکرت) = پاک

لفظ	معنی
پنڈ	جسم
پہلاک	پہلا
پیگال گے	پینگ دیں گے
بندیا	باندھا ہوا
پتھریاں	(پتھر = پتھر) کی جمع
پاکاں	پاک کی جمع
پہنا	پہنا
پنکھ	پر
پھولری	خوشی
پیڑاں	پیڑ کی جمع
پھانٹے	شاخیں
پیت	پیجن - پائل۔
پکار	پکار
پھیرنے	پیرہن
پھیلے	پہلے - قدیم
پیاسوں	پیاس کی جمع
پہنیاں	پہنی فعل) کی جمع
پھُگ	پھولا ہوا
پرسی	(سنسکرت پرشن خوشی
پرس	پارس
پیر	محبوب

لفظ	معنی
پلکھاں	پلک کی جمع
پورتی	(پورتیہ سنسکرت) مکمل
	تمام۔ پورا
پرتوں	پرت (محبت) کی جمع
پاڑنا	گرانا۔ پھینکنا۔ برباد کرنا
پھاڑا	ٹکڑا۔ حصّہ
پڑیا	پڑا
پھیٹی	قطرہ
پھنس	کٹھل
پھلیل	خوشبودار تیل
پھولوا	پھول
پچھیں	بعد
پھیر	پھر
پڑیا	پیڑا
پاپ ناسن	پاپ (گناہ) کو ناس
	(ناش۔ تباہ) کرنے والا
پہناؤ	پہناو
پاؤ	پاؤں
پوت	ڈھیر۔ انبار
پایاں	پائی (فعل) کی جمع
پچھاون	پہچان

لفظ	معنی
پکاوے	فعل تیار کرے
پلاون ہار	پلانے والا
پکھوا	(پکش۔ سنسکرت) گود۔ بازو
پروار	(پرپوار سنسکرت) خاندان
پنکھی	پنچھی۔ پرندے۔

ت

لفظ	معنی
تس	اُس
تھے	سے
تن	وہ
تھانب	تھام
تج	تیرا
تل	لمحہ
تئیں	تو
تسلا	تسلی
تل	نیچے
تلین	نیچے
ترت	جلدی
تسے	اُسے
تھنڈ	ٹھنڈک
تھنڈڑا	ٹھنڈڑا
ترنگ	گھوڑا

تھیں	تب ہی - تو ہی
تاہیں	(تاہیں) وہ - اُسے
تھیں	تھے (سے) کی انفیائی شکل
تدھاں	تب
تُلنگ	گھوڑے کی ایک چال
تاریاں	تارے کی جمع
تگٹ	زرین کپڑا - ایک قسم کا زری کا کام
تمٹے	ٹوٹے
تِتنا	اُتنا
تنتر	جادو
تِری	تیری
تلملن	تلملانا
تحفا	تحفہ
تلوئیاں	تلوے کی جمع
تورڑیا	توڑا
توج	تج - تجھے
تمناں	تم
تلملی	بے چینی - تڑپ
ترِبھون	تینوں عالم
تپسی	تپسیا کرنے والا
تٹی	ٹوٹی
تتھڑ	ٹوٹی
تتھڑ	ٹوٹ
ترغن	تڑپ
تلاشن	تلاش
تھیاں	تھی (فعل ناقص) کی جمع
تروار	تلوار
ترتی	تیرتی

ٹ

ٹھار	جگہ
ٹھاریاں	ٹھار (جگہ) کی جمع
ٹھاؤں	ٹھکانہ
ٹانگے	ٹانگ (پیر) کی جمع
ٹھیری	ٹھہری
ٹھارا	قرار
ٹھینکرا	ٹھکرا کی انفیائی شکل

ج

جگ	دنیا
جُکچھ	جو کچھ
جیو	دل - زندگی

جیوپالن	حیات پرور	جل	پانی
جگت	دنیا	جگت موہت	دنیا کو لبھانے والا
جالے	جلائے	جگت موہن	سب کا دل موہ لینے والا
جتا	جتنا	جھمکتا	چمکتا
جتے	جتنے	جوبن	جوانی
جے	جو	جڑت	جڑاؤ
جدھاں	جب	جوت	چمک
جھال	جوشش گرمی	جگ پرپادن	دنیا کو منور کرنے والا
جائیگا	جگہ	جیوتے	زندہ
جیوائے	زندہ کرے	جن	آدمی
جالی	پردہ	جنے	آدمی
جیوتی	(جوتی) روشنی۔ چمک	جھوٹیں	جھوٹی کی
جیون	زندگی		الفیائی ہوئی شکل
جیا	دل	جھڑپ	جھاڑی
جگ میت	جس کو ساری دنیا دوست رکھے	جنیا باپ	سگا باپ
		جسومت	(مہیش۔ عظمت سنسکرت) عظیم
جگت پال	دنیا کی کفالت کرنے والا خدا	جوکھیں	جھونکیں
جگت آدھار	دنیا کا سہارا	جیوڑا	(جیا) دل
جیرم	ہمیشہ۔ سدا	جتی	جتتی
جوتی	چمک۔ روشنی۔ آب و تاب	جاسن	جسم

لفظ	معنی	لفظ	معنی
رچیاں	جیب یا جیبھ کی جمع		تلاش کرنا) تلاش کرے
جنک	باپ	جنیاں	جن (لوگ) کی جمع
جنتر	آلۂ موسیقی (ینتر سنسکرت)	جان ہارا	جاننے والا
جدولاں	جدول کی جمع	جلن ہار	جلنے والا
جامون	جامن	جگیندی	جگمگانے والی۔ چمکیلی
جوڑا	بالوں کا جوڑا	جاسول	جسم
جنادر	جانور	جن	جو
جگجگا دے	چمکے	**چ**	
جالتا	جلاتا	چُکھ	(چکشو۔ سنسکرت) آنکھ
جوزا	آسمان کا تیسرا برج جس	چکھ	ذرا
	کی شکل دو جوڑواں لڑکوں	چرن	پاؤں
	جیسی قرار دی گئی ہے۔	چھنکائے	چھڑکے
جھمکٹ	چمک	چک	(چکوا) ایک پرندہ
جھکنا	غم کھانا	چٹ پٹی	بے چینی۔ اضطراب
جھر	گرمی۔ غصّہ	چکا دے	چرائے
جد	کوشش۔ محنت	چڑھ	چڑھ
جھُٹ	جھوٹ	چارا	غذا
جوگ	(سنسکرت۔ یوگیہ) واسطے	چُب	چُبھ
	قابل	چنت	ذکر
جیوتے جیو	جیتے جی	چنتے	اندیشے۔ فکر
جو وے	(جویدن = فارسی۔	چندر	چاند

لفظ	معنی	لفظ	معنی
چندر	چاند		
چھٹنک }	بوند۔ چھینٹ	چھتر	سایہ
چھٹنک }	قطرہ	چوسارگی	ہنرمندی۔ خوب صورتی
چوسار	ہوشیار۔ ہنرمند	چتُر	ہوشیار۔ دانا
چندن	صندل	چیرا	کپڑا۔ غلام
چلبل	چلبلا	چُمی	چومی
		چومیا	چوما
چنگی	چنگاری	چمکے	چومے
چودویں	چودھویں	چلیشٹی	کوشش۔ اذیت
چرن ہار	چرنے والا	چھڑے چھاٹ	تنہا۔ بے تعلق
چشماں	چشمے کی جمع	چوندی	دھوکا
چڑائے	چڑھائے	چنتی	(چنتا) فکر
چل سسی	چل سکے گا	چٹپٹائے	تڑپے
چیکل	بھینچنا	چاکھے	چکھے
چتر	تصویر	چنگا	چنگاری
چتارے	تصویر بنائے	چاکھنی	بوسہ
چتاری	مصوری	چربھے	چبھے
چنچل	شوخ	چرنت	چڑھنا
چھند	ناز و ادا	چپی	خاموشی
چوراسی بندون	سنگار کے چوراسی طریقے	چکرتی	(چکرت سنسکرت) حیران
چند	چاند	چاکھن	چکھنا

لفظ	معنی
چاڑ	محبت۔ آرزو
چوبیس	پُچھتے
چونے	چُنے
چیکڑ	کیچڑ
چت	(چنت۔ چنتا) فکر
چنپل	چنپا
چیت	دل
چفیاں	چفنی (فعل) کی جمع
چودھر	چاروں طرف
چلنتر	چالباز
چلنت	چلت۔ چال
چُھٹک	نجات
چیکل	چکلا۔ چوڑا
چاکھیا	چکھا
چیت	چینی

ح

لفظ	معنی
حمیلاں	حمائل کی جمع
حلے	حیلے

خ

لفظ	معنی
خاسں	خاص
خش خش	خشخاس
خوئی	پسینہ
خبراں	خبر کی جمع

د

لفظ	معنی
دیا	مہربانی۔ رحم
دیا دنت	مہربان
دوسا	(دوش سنسکرت) الزام
	تصور
دیوے	چراغ
دھرتری	(دھرتی) زمین
دھیرک	(دھیریہ سنسکرت) ہمت، دلاسہ
داٹ	شدت
درنگ	تاخیر۔ دیر
دِک	(درک) آنکھ، آنسو سے بھی مراد لیتے ہیں
دوجا	دوسرا
دلیالاں	دیوال (دیوار) کی جمع
دکھ دادھی	غم نصیب

لفظ	معنی	لفظ	معنی
ڈُوکال	(ڈُکال) قحط	دیکھیا	دیکھا
دھوسے	(دھونس = دھمکی)	داواں	داؤ کی جمع
	گھبرائے	دلیس	دلی
دنب	دُم	دلیسان	دلیں (دل) کی جمع
دھرت	(دھرتی) زمین	دھنڈا	ڈھونڈا
دھک	دھردھر چلنا	دوزخیاں	دوزخی کی جمع
دوچیت	دودل = اُچاٹ	دول	دو
دھاوے	دوڑے	دیلایا	دلایا
داک	انگور	درشٹ	(درشٹی سنسکرت) آنکھ۔نظر
دند	دشمن (دووند = سنسکرت)	درزاں	درز کی جمع
دندکر	دشمن	دُگرا	تکلیف۔زخم
دکھیاں	دیکھی (فعل) کی جمع	داب	مال و اسباب
دھیریہ	حوصلہ۔استقلال	دُھیری	دوہری
دھیر	طرف، سمت	دَیّا	خدا
دھیرے	دہرہیئے	دیوا	چراغ
دیٹھے	دکھائی دے	ڈنڈوتت	سلام
ڈٹاویں	ڈانٹیں	درس	درشن۔دیدار
دونے	دونا۔یہ ایک قسم کا خوشبودار	دھاک	ڈر۔رعب
	پتہ	دیپ	چراغ
دار	(دوار) دروازہ	دول	آگ
دھات	طرح۔طریقے	دراہی	دوہائی

دان	خیرات	دیہہ	جسم
دھریں	رکھیں	دھوسے	دھوئے گا (پنجابی)
دنیاں	دنیا کی الفیائی ہوئی شکل	دُرجن	دشمنی
دور	دودھ	دیونے تئیں	دینے کے لیے
دیتیاں	دیتی (فعل) کی جمع	درپن	آئینہ
دیپتا	چمکتا	دکھاکے	دوڑے ۔ بھاگے
درونا	باطن کا	دھُول جگ	دوجگ
دُرجک	صندوقچہ ۔ درج ۔ عربی)	داڑھی	داڑھی
دھیانوں	دھیان کی جمع	داس	غلام
دادن	دامن	دیپاؤں	چمکاؤں
دروازیاں	دروازے	دھرن ہار	رکھنے والا
دھلان	دھلانے	دُسرے	دوسرے
		دس	دانت
دھنوں	(دھنش ۔ کمان) کماناں	دوجے	دوسرے
	قوس قزح	دھن	مال ۔ عورت
دسن	دانت	دھنکرا	(دھنشیہ سنسکرت) کمان
دیونے	دینے	دیونے	دینے
دکال	برا زمانہ ۔ قحط	دیٹھ	(درشٹی سنسکرت) نظر آنکھ
دکھین	دیکھنا	دوکھ	دکھ
دیوتی	دیتی	دیپن ہار	روشن کرنے والا
دول	آگ ۔ حرارت	دیکھت	دیکھ کر

لفظ	معنی	لفظ	معنی
دسیں	دکھائی دے	ڈاکے	ڈنک مارے
دوم	دم	ڈھالاں	ڈھال کی جمع
دین ہار	دینے والا	ڈھٹی	(ڈھٹ) مضبوط کپڑا
درئی	در	ڈیٹ	(ڈٹ) مضبوط
دیک	دیکھ	ڈاکی	(ڈاک) ڈنک
دیکھن ہار	دیکھنے والا	ڈگ	قدم
دیسن ہار	دکھائی دینے والا	ڈاٹیا	مغلوب کیا
دیسیا	دکھائی دیا	دھادے	(دھانا - دوڑنا) دوڑے
دیکھیا	دیکھا	دیدیاں	دیدے کی جمع - آنکھیں

ڈ   ر

لفظ	معنی	لفظ	معنی
		راہے	رہے
ڈکن ہار	ڈسنے والا	راتی	رات
ڈھالے	ناز سے حرکت دے	رنگیلیاں	رنگیلی کی جمع
ڈھلکتے نین	ناز سے حرکت کرتی آنکھیں	رلیاں	کھیلوں
ڈونگر	پہاڑ	رگڑیا	رگڑا
ڈون	(ڈونگر) پہاڑ	رودچ	(روشن سنسکرت) غصہ روٹھتا
ڈھون ہار	ڈھونے والا	رہیا	رہا
ڈورک	ڈور	رہیاں	رہی (فعل) کی جمع
ڈونگائی	گہرائی	راجنا	راجا
ڈنڈ	بازو	راجے	راجا

لفظ	معنی	لفظ	معنی
رکت	خون (سنسکرت)	رانے	راندۂ درگاہ
رکھن ہار	رکھنے والا	رایا	راجا۔ حکمران
رُچ	(رچی: سنسکرت) لطف، شوق	روپوں	روپ کی جمع
روپ	شکل	راوین	طوطا (سنسکرت)
روپ ونتا	خوش شکل	رتری	سرخی
رین	رات	راکھنا	رکھنا
رینی	(رین) رات	روکھ	(ورکش: سنسکرت) درخت
رنجانے	رنج پہنچانے	رَچ	بنانا
ربابی	رباب: ایک قسم کا باجا	راہے	رہے
رست	صف۔ قطار (فارسی)	راس	(راشی: سنسکرت) ڈھیر
رچ	(رچیہ: سنسکرت) جذبہ	رسوں	(رچوں) بناؤں
رسولاں	رسول کی جمع	راشٹ	ریاست۔ ملک
رانیاں	(رانا۔ حکمرانی کرنا) حکمرانی کی۔	رنگوں ماتا	قوس قزح
		ریت	رسم۔ طریقے
راکھ	رکھ	رج	ذرہ
رک	رکھ	رُدلا	رُلا
رکھن ہار	رکھنے والا	راج راسن	سلطنت کا محبوب: بادشاہ
رکیباں	رکاب کی جمع	روما رودم	رواں۔ جسم کے بال
رہیا	رہا	رس لپور	رس دار
راجو	راج	رابیل	رائے بیل
راکھے	رکھے	رون	رونا

لفظ	معنی
رکھ دیکھ	دیکھ بھال

ز

لفظ	معنی
زیادت	زیادہ
زلیخاں	اسم خاص زلیخا کی انفیائی ہوئی شکل
زرینہ	زرین کپڑا
زحل	ساتویں آسمان کا ستارا جو نحس سمجھا جاتا ہے۔
زخماں	زخم کی جمع

س

لفظ	معنی
سار	مانند۔ جیسے۔ لوہا۔ جوہر
سر	(سار) مانند
سرکا	جیسا
سراہوں	تعریف کروں
سرنا	ختم ہونا
سہادے	زیب دے
سنتیں	سے
سوں	سے
سُہیلی / سہیلی	سہیلی سہیلا۔ خوشی اور

لفظ	معنی
	سرمستی کا گیت
سکت	طاقت
سنواریا	سنوارا
ستاریاں	ستارے
سنگاریاں	سجائے
سات	ساتھ
سُد	سُدھ
سرن	(شرن، سنسکرت) پناہ
سُہے	زیب دے
سیو / سیوا	غلام
سائیں	مالک ۔ محبوب
سکسوں	سکوں گا۔
سٹ	ڈال
ساتی	ساتھی
سبھ	سب ۔ تمام
سین	بچھونا
سیاں	سے
سُنے	سونے
سُروپ	خوب صورت
سبھوگی	عیش کرنے والا

لفظ	معنی
سناویں	سناویں
سرجن	خالق
سرجیا	پیدا کیا
سبھاں	سب
سنگاتی	ساتھی
سُرگ	جنت
سُہن ہار	زیب دینے والا
سنگ	ساتھ
سمُدر	سمندر
سرنگ	خوش رنگ
ست	سچ ۔ حق
سکیا	سیکھا
سکیاں	سکھیاں
سُورَج	سورج
سُننے	سونے
سُمت	دوست
سیڑیاں	سیڑھیاں
سوندھی	محبوبہ
سکل، سکے	سب ۔ تمام
سرے	ختم ہوئے

لفظ	معنی
سیوک	غلام
سجن	محبوب
سہاوا	زیبائش
سنتاپ	(سنسکرت) جلن ۔ آگ
سُرگ بن	باغ بہشت
سنگاسن	سنگھاسن
سیس	سر (سنسکرت)
سنپت	دولت (سنسکرت)
ستپکار	وقعت ، قیمت
سوکھ	سُکھ
سرب	(سرو سنسکرت) سب ۔ تمام
سِکلانا	سکھلانا
سُلکھن	اچھے گن والا ۔ مبارک
سلول	خوب صورت
سنتوش	اطمینان ۔ خوشی
ساقاں	ساق کی جمع
سمالے	سنبھالے
سنگارن	سنگار کرنا
سمدر اپار	بحر بیکراں
سُنبلا	خوشہ ۔ آسمان کا چھٹا برج
سُنن ہار	سننے والا

سنیا	سنا	سنجوگ	ملاقات - ملاپ
سیتی	سے	سراچے	بانس کا خیمہ
سیوا	خدمت		
سٹن ہار	(سٹنے) ڈالنے والا	سنگ	شنکھ
سمالا	سنبھالا	سامن	سامنے
سپور	بھرا ہوا	سوں	وصل - قسم
سینا	سینہ	سرد	تمام - پورا - (سنسکرت)
سرونگ	پورا - سراپا (مراہٹی)	ساجی	آقا - مالک - محبوب
سربند	پگڑی	سوون	سنہری - زرین
سرئیں	ختم ہوتے ہیں	سم آچار	سماچار - خبر
سہس	ہزار	سربری	برابری - ہمسری
سکن ہار	سیکھنے والے	سگند	خوشبو
سگن ہار	خوش صفات	سم	مقابل - برابر
سجن	محبوب	سندھری	(سندری سنسکرت) حسینہ
سجانی	دانش مند	سولکھن	نیک بخت - مبارک - اچھے گن والا
سجان	عالم - دانش مند		
سونتا	سنتا	سہنا	(سپنا) خواب
ستاریاں	ستارے	سیوٹ	(سیوٹ - مراہٹی) انتہا - حد
سنمکھا	مقابل	ساچ	سچ - سچا
ساجنا / ساجنی	محبوب	سراگا	(سرےگا) ختم کرے گا
		ستونتاں	ست ونت (سچا) کی جمع

سوئن	سونا	سودن سیج	سونے کی سیج ۔ بستر
ساج	سجا کر	سرک	پھندا ۔ گرہ ۔ جال
سنپور	بھرا ہوا ۔ معمور	کیس	بال
سڑیا	سڑا ہوا	سانند	(سندھی ۔ سنسکرت) جوڑ
سنتوک	(سنتوش) اطمینان ۔ خوشی	سنگڑی	انگیٹھی
سلے	(سلکنا ۔ کھٹکنا) کھٹکے	سوسودن	(سوس = احساس ۔ جذبہ)
سرن	(سراہنا) تعریف ۔ خوشامد		محسوس کرون
سائی کھائی	گرپڑی	سگے سودر	عزیز اقربا
سنگ خوار	پتھر کھانے والا کیڑا	ساج	زیب دینا ۔ سازوسامان
سلگن	سلگھنا	سیوکاریاں	خادمائیں
سست	سات (سنسکرت)	سمرت	(سنسکرت سمرتھ) ۔ طاقتور
سیوے	خدمت کرتے	سُھتا	سونا
سنپڑی	گرفتار ہوئی	سنگ تراشاں	سنگ تراش کی جمع
سگیانی	عالم ۔ عارف	سوریاٹی	چاندکا احاطہ یا گھر
سُگُن	اچھے گن	سودن محل	شبستان ۔
ساہیں	(سائیں) محبوب	سلایاں	سلائی کی جمع
سکت	طاقت	سُار	سوار
سوناگ	اچھے ناگ	سہیا	سُہا
سنچر	(سنچل ۔ سنسکرت) آہٹ شور و غل	ساری }	گذاری
سپن	خواب (سپنا = سنسکرت)	سارے }	گذارے
سنتا دے	ستادے کی انفعالی شکل	سوہی	دہی

لفظ	معنی
سُکال	خوش حالی کا زمانہ
سُگند	خوشبو
سُکھ واسا	خوشی کی زندگی بسر کرنے والا
سُچت	خوش دل
سجیری	سیج
سبد	(شبد - سنسکرت) لفظ، بات
ستیا	سُنا
سوس	احساس - جذبہ
سیک	تعلیم - تربیت

ش

لفظ	معنی
شالیاں	(شالنا، اکسنا) اکسائیں
شانتی	امن - سکون
شریر	جسم
شیرک	(پشرہ) چمگادڑ
شرزا	شرزہ - خوف ناک۔ غصے میں بھرا ہوا - اکثر شیر اور پلنگ کی صفت ظاہر کرنے استعمال کیا جاتا ہے
طشت	طشت کی جمع

ص

لفظ	معنی
صیحت	صحت

ض

لفظ	معنی
ضربے	ضرب (مار) کی جمع

ط

لفظ	معنی
طرا	طرہ
طبلے	صندوق
طشتاں	طشت کی جمع

ع

لفظ	معنی
عقرب	بچھو - آسمان کا آٹھواں برج (جس سے جھگڑا اور فساد منسوب کیا جاتا ہے)
عطارد	دوسرے آسمان پر ایک ستارہ جسے منشی فلک کہتے ہیں - عطارد سے ہنرمندی تیزی اور طراری منسوب کی جاتی ہے۔
عاروس	عروس

غ

غوطے	غوطے
غلبلی	غل مچانے والی
غلبلا	غلغلہ
غریبی	ترک وطن

ف

فق	فقہ
فرشتیاں	فرشتے کی جمع
فام	فہم ۔ سمجھ

ق

قبوے	قبول کرے ۔ اقرار کرے
قبایاں	قبا کی جمع

ک

کول	کنول
کاند	دیوار
کنو	کس ۔ کون
کپڑیاں	کپڑے
کلاکر	ملاکر
کلکوت	ہوس ۔ خواہش
کوُرنگ / کرنگ	کالا
کونڈن	قید ۔ حبس
کونڈی	(کونڈنا ۔ بند کرنا) بند کیا
کوکل	(کوکلا ۔ سنسکرت) کوئل
کالوے	نالے
کاگ ۔ کگ	(کاگا) کوا
کالیج	کلیجہ
کپٹ	دشمنی
کھلنڈرے	کھلنڈرے
کانٹھے	کانٹے
کلکلتیاں	شور مچاتی ہوئی
کستوری	مشک
کوِت	(کویتا) شاعری
کوُچ	کچھ
کھان	کان ۔ معدن
کیاں	کی (حرف اضافت) کی جمع
کالیاں	کالی (صفت) کی جمع
کد	کب

لفظ	معنی	لفظ	معنی
کرتن	کرتا	کھاتپ	درخت کا تنا
کہن ہارا	کہنے والا	کارتی	ماہر
کال	پاس کے لیئے	کرتار	پروردگار ۔ خدا
کان	کا (حرف اضافت) کی	کاڑھ	نکالنا
	انفیائی ہوئی شکل ۔	کیوں	کیسے
کتیاں	کتنا	کہیا	کہا
کتنے	کتنے	کرا	کیا
کھاندے	کاندھے	کیرا	کا
کنٹھ	گلا	کیری	کی
کاچے	کچے	کیرے	کے
کن	کون	کول	کو
کہایا	کہا	کنٹھے	گلے
کنٹھ	محبوب	کیتا	کرتا
کندرائیں	کراہت کریں	کچھ	کچھ
کھلن ہار	کھلنے والا	کرن ہار	کرنے والا
کانٹھ	سانٹا	کھن	آسمان
کھرونچائے	کندہ کروائے	کت	کیسے
کارن	سبب ۔ وجہ	کہیا	کہا
کارنے	(کارن) وجہ سبب	کیہہ	کہ
کیس	بال	کنڈ	تالاب کا
کچوائے	گریز کرے	کریاں	کرن کی جمع

لفظ	معنی
کھنپے	کانپنے
کھڑرے / کرڑے	سخت
کھڑاٹھی	کھڑی ہوگی
کو	کب
کھرے	خالص
کیرت	تعریف ۔ وصف
کسپٹ	(کسوکٹ) پانچ دھاتوں کا مجموعہ
کلف	قفل
کدم	ایک درخت
کنک	سونا
کیلی	کنجی
کوندن (کندن)	سونا
کھلے	کھلے
کہتہ	ایک برج جس کی شکل ڈول کے جیسی ہوتی ۔
کٹھو	کٹھور ۔ سخت
کسمل	میلا
کندل	حلقہ
کوجھوں	کھوجوں ۔ تلاش کرو
کی	کیوں
کت	کیسے ۔ کتنے
کامن	(کامنی) خوبصورت عورت
کال	موت ۔ موت کا دیوتا
کتے	کہنے
کھیڈیڑیا	دکیدا
کاچی	ساونگی
کوپ	غصہ
کٹک	(سنسکرت) فوج
کھیکی	تکلیف ۔ مصیبت

لفظ	معنی
کوا	کنواں
کیٹ	بغض ۔ دشمنی
کمل سار	کمل کے پھول کی طرح
کھنڈیاں	کھنڈی (خاص وزن) کی جمع
کن	پیاس
کلال	ساقی
کلال بچے	مغبچے
کوجھی	(کجی) کمزور بیوی
کھیکڑیاں	کھیکڑے کی جمع
کاڑ	نکال
کنداوے	کراہیت کرے
کولا	گیدڑ
کچوات	کراہت
سربری	ہمسری ۔ برابری
کیا	(کایا) جسم
کگر	کہہ کر
کہشاں	کہکشاں
کھڑیاں	کھڑی (فصل) کی جمع
کندوری	دعوت ۔ دسترخوان
کال	کالا سانپ ۔ دشمن
کھلیا	کھلا
کھنچیاں	کھنچی (فعل) کی جمع
کھیاں	کھی (کہی فعل) کی جمع
کھلیاں	کھلی (فعل) کی جمع
کتیاں	کتی (کتنی) کی جمع
کھشن	کٹھن
کوشاں	کوش (فارسی کفش ۔ جوتا) کی جمع
کیواڑ	کواڑ
کھانگے	کھائیں گے
کارا	کالا
کلا	ڈھونگ
کوچیاں	کوچے (کوچہ) کی جمع
کاہیت کو	کاہے کو
کلیے	کلیے
کال	وقت ۔ دشمن
کلاونتاں	(کلاونت ۔ فنکار) کی جمع
کوجی	کوکتی ۔ آواز کرتی

لفظ	معنی
کھڑک	تلوار
کلبا	کلبہ
کاسیاں	کاسے کی جمع

گ

لفظ	معنی
گھن پن	سن گن
کانٹھ	گانٹھ۔ گرہ
گوسائیں	محبوب۔ خدا۔ آقا
گاونا	گانا
گھالنا	ڈالنا
گوریاں	گوری (لڑکی) کی جمع
گسائیں	آقا۔ محبوب۔ خدا
گھنٹے لاگت	گھٹنے لگے
گرٹ	گھڑنا
گرو	پیر کامل۔ استاد
گردتاں	گردن کی جمع
گرت	گرنا
گُٹ، گھٹ	خیال۔ بات۔ راز
گوتی	(گوتر۔ سنسکرت) تخریہ قرابت دار
گولان	(گول دائرہ) کی جمع
گیرایک	گاہک
گنڈالویں	گوندھائیں
گیہوملا	گیہوں کے رنگ کا۔ گندمی
گنبھیر	سنجیدہ۔ گہرا
گمن	(گمنا) بسر کرنا۔ وقت گزارنا
گن	صفت
گمت	تماشہ
گیہ	(گرہ) گھر
گت	(سنسکرت) حالت
گندے	گوندھے
گوا	گواہ
گمیں	بسر کرے۔ گزارے
گرلوں	گربھ (غرور) کی جمع
گھندلیا	روند ڈالا
گنت	گنتی
گگن	آسمان
گل	گلا
گنونت	گن والا۔ خوش صفات
گیان	علم

لفظ	معنی	لفظ	معنی
گئیں	گزریں	لیایا	لایا
گھوڑیاں	گھوڑے کی جمع	لیاؤ	لاؤ
گایاں	گائے کی جمع	لیاوے	لائے
گوبند	خدا	لیوے	لیے
گدھنک	(گند ھ) بو	لکھن	(لکشن سنسکرت) صفت
گھاڑھے	گڑھے		خوبی مسعود و مبارک
گاونت	گانے والا	لکھمی	مبارک
گھرسی	جھونپڑی	لکھن ونتا	مبارک
گھنگرٹا	کمبل	لڑاں	لڑ کی جمع
گلال	(گل + لال) سرخ پھول	لھالیاں	لہولہان
گتنایا	گتھایا	لاجین	شرمائیں
		لالن	محبوب
	ل	لوگاں	لوگ کی جمع
لیوں	لوں	لوکاں	لوک (لوگ) کی جمع
لوڑے	چاہیے	کونچے	کوچے
لگ	تک	لوا	لو
لیکھیا	لکھا	لیکھے	لیے
لابھ، لوبھ	(لابھ) فائدہ	لیدکر	(لبداند فریفتہ ہونا) فریفتہ
			ہوکر
لکھ، لک	لاکھ	لکھتر	لاکھوں
		لوئن	آنکھیں

لفظ	معنی	لفظ	معنی
لِڑھدا	گرتا پڑتا	لیون	لینا
لیوں	ایک قسم کا کپڑا	لیتیں	لیتے ہی
لوہی	لہو	لیوں	لوں
لاجوں	لاج (شرم) کی جمع	لیلاٹی	زمین پر لیٹنا
لہالا	نہال یہ شیدا	لیلناں	لینا کی انفعالی شکل
لگھیں	لگے ۔ معلوم ہو	لہریاں	لہر کی جمع
لاوں	لگاؤں	لڑاں	لڑ کی جمع
لوہے	لہو	لاؤن	لانا
لنکھوں	لگن ۔ محبت	لیائیں	لائیں
لٹکتی	نازو ادا والی	لہالی	خوش حال
لا	لگا		
لوچ	لوچ	**م**	
لالنا	محبوب	مدن یان	شراب نوشی
لولت	(للت) محبوب	ماس	گوشت ۔ مہلیہ
لاکھاں	لاکھ کی جمع	ماں	میں
لٹاپٹ	ہم آغوشی	من	دل
لگیاں	لگی (فعل) کی جمع	مچھ	مچھلی
کھیاں	کہی (فعل) کی جمع	ماویں	سمائیں
لیکھنا	دیکھنا	مکھ	چہرہ
لیتیاں	لیتی (فعل) کی جمع	مھور	مور
لال	محبوب	منیں	میں
لاگیا	لگا	امنگ	مانگ

منگنا	مانگنا	میگ	میگھ
مانگیا	مانگا	ماٹی	مٹی
مدمستی	مست۔ بے خود	میلاءسہ	ملائے
میا	مہربانی۔ محبت	مایاں	ماں کی جمع
موکھڑا	مکھڑا۔ چہرہ۔ صورت	منت	مت (دھیاں۔ خواہش)
ماوے	سمائے		کی انفیائی شکل
مائیں	میں	میز دانیاں	میزبانی کی جمع
مانس	انسان	مندھیر }	گھر
مس	سیاہی	مندر }	
مکرا	چھت	میھو	مینہ۔ برسات
منج	میں	میھون	مینہ۔ برسات
مل سسی	ملے گا	مہالکھمی	مہالکشمی
موندھیا	بندکیا	منترتے	سحر کرتے
مانیا	مانا	مانیک	(مانک) جواہر۔ موتی
مل سسے	مل سکے گا	مانک	جواہر۔ موتی
ملکے	کونپل	مد	شراب
منڈ	منڈی۔ سر	من مست	مست دل
مخمل	ایک قسم کا پھول جو مخمل کی	میھنے	طعنے
	طرح نرم ہوتا ہے۔	ماچھی	مچھلی
مخمول	افسردہ	مارگ	راستہ (سنسکرت)
میتر	(متر۔ سنسکرت) دوست	مدن	محبت کا دیوتا
محلال	محل کی جمع	ماہاں }	(ماں) میں

جھابلی	طاقتور		سونا گلانے کی پیالی
متوال	متوالے	میرزایاں	امیروں کی بیٹیاں
میک	مکرا - جدی	میدانا	میدان کی جمع
مرتبا	مرتبہ	امدرس	شراب
مان	عزت	امرگ	ہرن
منگن ہار	مانگنے والا	میلتی	ملاپ
مسکتے	مسکراتے	مین	مچھلی
میلے	ملے	موہت	عاشق
من بھولانی	دل کو محو کر دینے والا	موہن	معشوق
من مھانا	(من موہن) محبوب	مولک	انمول
مچھیاں	مچھلیاں	مندا	دھیما سست - بے رونق
موتی بند	دُرِّ نا سُفتہ	منش	(منش سنسکرت) آدمی
مٹکاونا	مٹکنا	مکرا	جدی
مت	(میت سنسکرت) دوست	مریخ	ایک ستارے کا نام جس
مہرائی	مہربانی		کو جیلا ڈنگ کہتے ہیں۔ قدیم
مسکیناں	مسکین کی جمع		رومیوں کا لڑائی کا دیوتا
میاونت	مہربان	مہمانا	(مہماناں) مہمان کی جمع
منجھے	مجھے کی اتفیائی تشکل	مرن	مرنا
مہاجن	عظیم انسان	مسکٹیاں	(مسکٹیا = مسکانا) مسکراہٹیں
مٹھ بول	میٹھے بول	مگرے	موگرا
موسس	کھٹالی - چاندنی	مرڈوڑیاں	پیچ تاب

سر نیچے — بند کرے
میگھن — میگھ
میلیا — ملا

ن

ناؤں — نام
ناؤں — نام
نیاوے — پیدا کرے
نوازیاں — نوازا
نینوں — (نین = آنکھ) آنکھیں
نیر — پانی
نِس — رات
نیس — رات
ناہ — نہیں
نعمتاں — نعمت کی جمع
نامے — نامۂ اعمال
نکٹ — نزدیک
ناہیں — نہیں
نشٹ — برباد
نان — نہیں
نین — آنکھ

نت — ہمیشہ
نیت — ہمیشہ
نار — عورت
نیکے — اچھے۔ خوب صورت
نرمل — صاف
نیڑے — قریب
نیہہ — محبت
نپٹ — خالص۔ تمام تر
نگارے — نقش و نگار۔ تصویر کھینچے
نرجیو — (نرجیو) مردہ
نہاس — بھاگ ۔ دوڑ
نیڑا — نیوڑا
نرجیو — بے جان
نیٹ — استوار۔ مضبوط
نیہا — محبت
نرگت — بے بساط
نکھیتر — (نکشتر۔ سنسکرت) ستارے
نوا — (نیوڑا) مڑا ہوا۔ جھکا ہوا
نیکلے — نکلے
نرسنگ — (سنسکرت) الگ۔ علیحدہ
نارنگ — نارنگی

نہر	نہر
نہاٹیا	بھاگا
نچنت	بے فکر
ندھانی	(ندھان۔خزانہ۔معدن) خزانوں کا مالک
نلاجی	(جس کو لاج نہ ہو) بے شرم
نافا	ناف
نرآدھار	بے سہارا
نچھل	صاف
نکھول	(سنسکرت) ناخن
ند	ندی
ندنیل	ندی کا پانی
نویلا	نیا
نرگ	دوزخ
نوارے	(نوارن سنسکرت) ہٹانا۔ دور کرنا
نراس	ناامید
نبر	(نبل) حسین
نیٹ	ٹھیک۔ درست
نین سکھ	کپڑے کی ایک قسم
ننھی	ننھی

ننھن وادپن	بچپن
ننھن داران	بچے
نکو	(مراہٹی) نہیں۔مت
نوایا	(نوڑنا)۔جھکنا
نیزیاں	نیزے کی جمع
نیمونہ	نمونہ
نیندرائے	نیند سے بھری ہوئی آنکھیں
ننھیالی	ننہالی
نسنگیاں	نشنگی کی جمع
نچھائے	غور سے دیکھے
نادنگ	(ناد۔آواز۔سنسکرت) نغمہ
نوا	(نوَ۔سنسکرت) نیا
نئے	نئے
نپٹ	تمام ۔ خالص ۔ سراسر
ناندھے	نبلہے
نربھیا	(جس کو بھے (خوف) نہ ہو) بے خوف
نبارڑا	نباہڑا
نربھاگی	بدنصیب

لفظ	معنی
نغارے	نقارے
نیوالا	نوالہ
نومدان	نوجوان
نہلی	نہالی
نخشارہ	رخسار

و

لفظ	معنی
وِن	وہ - اِس (برج)
وھول	وہ
وصول	اصول
ویلی	(ویل - ویلا سنسکرت) وقت
وازآئی	بازآئی
وارنا	واردات
وِراس	(ورس سنسکرت) بدمزہ بدذائقہ
وے	وہ
و	وہ
ونش	(سنسکرت) نسل - خاندان
دیتاگ	مصیبت
ویراگ	بیراگ

لفظ	معنی
ورن	رنگ

ھ

لفظ	معنی
ہانس	ہنسلی - ایک قسم کا زیور
ہور	اور
ہنسی	ہنسی
ہنڈلاے	(ہانڈنا = گھومنا) گھومے۔
ہندو	کالے
ہمنا	ہم - ہمیں
ہرد	(ہردے سنسکرت) دل
ہلنہارو	ہلنے والا
ہیریا	ہرا
ہیا	(ہردے سنسکرت) دل
ہریکن	ہر ایک
ہلکیاں	ہلکی (ہلکنا = مانوس ہوجانا) کی جمع
ہنت ونت	ہنرمند
ہلسے	(ہلنا = مانوس ہونا) مانوس ہوسکے گا۔

ہان	(ہانی سنسکرت) نقصان
ہٹکنا	ٹوکنا
ہلکارنا	مبارز طلبی
ہزاراں	ہزاروں
ہنڈن	گھومنا
ہینڈی / ہیڈی	(ہنڈنا۔ گھومنا) گھومی
ہیم	سونا (دھات)
ہدا	ہدا۔ خواہش
ہوسے	ہوئے گا (پنجابی)
ہدرن	(ہدرنا) ہلنا۔ لرزنا
ہادے	(فارسی آدا) آدے۔ بھیجئے
ہویاں	ہوئی (فعل) کی جمع

ی

یتا	اتنا
یکن	ایک
یکیلے	اکیلے
یوگی	جوگی
یکیلا	اکیلا
ییک	ایک
یہ	یہہ
یتی	اتنی
یکھاوا	ایک آدھا
یکٹ	ایک اکیلا
یکیلے پن	تنہائی
ین	(این) یہہ۔

کتابیات

۱ - ابراہیم زبیری - روضۃ الاولیاء بیجاپور - مطبع صبغۃ اللٰہی - رائچور - ریاست حیدرآباد - سنہ ۱۳۰۳ھ

۲ - ترجمان القرآن - جلد دوم - ایجوکیشنل پرنٹنگ پریس لوہاری دروازہ لاہور - اپریل سنہ ۱۹۳۶ء -

۳ - ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن حصہ دوم - مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی جنوری سنہ ۱۹۷۵ء

۴ - اجمل خان - ترتیب ونزول قرآن مجید - کتب خانہ عزیزیہ - اردو بازار دہلی - سنہ ۱۹۴۱ء

۵ - اشرف تھانوی، شاہ محمد - بیان القرآن - محمدی پریس - دیوبند - سنہ ۱۳۷۴ھ -

۶ - افسر صدیقی امروہوی - بیاض مراثی - انجمن پریس نشتر روڈ کراچی - اشاعت اول سنہ ۱۹۷۵ء

۷ - اکبر الدین صدیقی (مترجم) صحیفہ اہل ہدیٰ (از محی الدین ابن سید محمود قادری) اعجاز پرنٹنگ پریس حیدرآباد - ستمبر سنہ ۱۹۶۶ء

۸ - ایوب قادری، محمد (مترجم) تذکرہ علمائے ہند (از رحمٰن علی) جلد اول - پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی سنہ ۱۹۶۱ء

۹ - پکھتال، محمد مارماڈیوک - دی مینگ آف دی گلوریس قرآن (انگریزی) طبع دوم - نیویارک - فروری سنہ ۱۹۵۴ء -

۱۰ - پلاٹس ٹی اے - ڈکشنری آف اردو کلاسیکل ہندی اینڈ انگلش - آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سنہ ۱۹۶۵ء

۱۱ - جامی ۔ نورالدین عبدالرحمٰن ۔ مثنوی یوسف زلیخا ۔ مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۳۰۱ھ

۱۲ - جمیل جالبی ۔ تاریخ ادب اردو جلد اول، طبع اول ۔ جے کے آفسٹ پریس ۔ جامع مسجد دہلی ۔ جنوری ۱۹۷۷ء

۱۳ - مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ۔ اشاعت اول ۔ انجمن پریس کراچی ۱۹۷۳ء

۱۴ - چراغ علی، ڈاکٹر محمد ۔ اردو مرثیے کا ارتقاء بیجاپور اور گولکنڈے میں ۱۸۰۰ء تک مدینہ پریس ۔ حیدرآباد ۔ آگسٹ ۱۹۷۳ء

۱۵ - حفیظ الرحمن سیوہاروی ۔ قصص القرآن ۔ سلسلہ ندوۃ المصنفین دہلی ۔

۱۶ - خان رشید ۔ اردو کی تین مثنویاں ۔ بار اول ۔ لاہور پرنٹنگ پریس دہلی ۔ جون ۱۹۶۸ء

۱۷ - راجیشور راؤ اصغر راجا ۔ ہندی اردو لغت ۔ زندہ طلسمات ۔ فائن آرٹ پریس حیدرآباد ۔ ۱۹۴۸ء

۱۸ - رام نرائن لال ۔ پریکٹیکل ڈکشنری (ہندی انگریزی) الہ آباد ۱۹۲۵ء

۱۹ - رضا زادہ شفق ۔ ڈاکٹر ۔ تاریخ ادبیات ایران (فارسی) ۔ تہران ۱۳۴۲ھ

۲۰ - سرسید احمد خان ۔ تفسیر القرآن ۔ جلد پنجم ۔ علی گڈھ انسٹی ٹیوٹ پریس ۱۸۹۲ء

۲۱ - سلیمان ۔ سلمان سید ۔ منصورپوری ۔ الجمال والکمال ۔ اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور ۔

۲۲ - سیف الدین قادری شاہ (مترجم) روضۃ الاولیاء بیجاپور (از ابراہیم زبیری) مطبع صبغۃ اللہی رائچور ریاست حیدرآباد ۱۳۱۴ھ

۲۴ - شوکت سبزواری ۔ اردو زبان کا ارتقا ۔ طبع اول ۔ دی سٹی پریس ڈھاکا ۔ جولائی ۱۹۵۶ء

۲۵ - شمس اللہ قادری ۔ اردوئے قدیم ۔ تیج کمار پریس لکھنؤ ۱۹۶۴ء

۲۶ - طفیل احمد ۔ یادگار شعراء ۔ ہندوستانی اکیڈیمی ۔ الہ آباد ۱۹۴۳ء

۲۷ - ظہیر الدین مدنی ڈاکٹر سید - ولی گجراتی - انجمن اسلام ریسرچ انسٹیٹوٹ بمبئی سنہ ۱۹۵۰ء

۲۸ - عباس منصوری - خود آموز ترجمان القرآن - مدینہ بلڈنگ - حیدرآباد - شعبان سنہ ۱۴۰۰ھ

۲۹ - عبداللہ شاہ - یوسف نامہ - (گلدستہ طریقت) مکتبہ نقشبندیہ - حسینی علم حیدرآباد - سنہ ۱۲۷۱ھ

۳۰ - عبداللہ یوسف علی - دی ہولی قرآن (انگریزی) کشمیری بازار - لاہور سنہ ۱۹۳۸ء

۳۱ - عبدالحمید صدیقی - مقدمہ تاریخ دکن - اعظم اسٹیم پریس - حیدرآباد سنہ ۱۹۴۰ء

۳۲ - عبدالدائم جلالی، سید - بیان السبحان - وسیم فائن آرٹ پرنٹنگ پریس دیوبند - سنہ ۱۳۵۶ھ

۳۳ - عبدالجبار ملکاپوری - تذکرۂ اولیائے دکن - حصہ اول - مطبع رحمانی - حیدرآباد - سنہ ۱۳۲۹ھ

۳۴ - عبدالحق ڈاکٹر مولوی - اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام - یونین پریس دہلی -

۳۵ - عبدالحق ڈاکٹر مولوی - قطب مشتری (مرتبہ) مطبع ترقی اردو دہلی سنہ ۱۹۳۹ء

۳۶ - تذکرہ مخزن نکات (مرتبہ) مطبع اردو باغ اورنگ آباد سنہ ۱۹۲۹ء

۳۷ - عبدالحق حقانی - تفسیر حقانی - محمدی پریس - دیوبند سنہ ۱۹۵۶ء

۳۸ - عبدالقادر شاہ - موضح القرآن - مطبع جوہر ہند دہلی سنہ ۱۳۲۳ھ

۳۹ - عبدالحی فاروقی - تفسیر سورہ یوسف - مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

۴۰ - عبدالماجد دریابادی - تفسیر ماجدی - جلد سوم - تاج کمپنی لمیٹڈ -

۴۱ - عبدالوہاب شطاری، سید - جنوبی ہند کے مشائخین کے نسب نامے - اسد

پریس میسور۔

۴۲ - عمار علی۔ تفسیر عمدۃ البیان۔ مطبع یوسفی دہلی۔ ۱۳۲۳ھ

۴۳ - غلام نبی ابن عنایت اللہ۔ قصص الانبیاء۔ نیا ربک ڈپو۔ حیدرآباد۔

۴۴ - غلام عمر خاں، ڈاکٹر۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں۔ قدیم اردو۔ جلد دوم۔ ۱۹۶۷ء

۴۵ - فرمان علی سید۔ ترجمہ قرآن۔ نظامی پریس آہنی پھاٹک۔ لکھنؤ۔ ۱۳۳۶ھ

۴۶ - فتح محمد جالندھری۔ مولانا (مترجم) ہولی قرآن ودِتھ انگلش ٹرانسلیشن۔ ماڈرن آفسٹ پرنٹرز۔ نئی دہلی ۶۔

۴۷ - گارساں دتاسی۔ خطبات گارساں دتاسی۔ انجمن ترقی اردو۔ اورنگ آباد۔ ۱۹۳۵ء

۴۸ - گبس۔ ایچ۔ آر، جے ایچ کریمرس۔ شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ لیڈن ۱۹۷۴ء

۴۹ - لالہ سری رام۔ خمخانہ جاوید۔ جلد اول۔ مطبع مخزن دہلی ۱۹۰۸ء

۵۰ - مبارز الدین رفعت (مترجم) تاریخ ادبیات ایران (از رضا زادہ شفق) ندوۃ المصنفین۔ اردو بازار دہلی۔ مارچ ۱۹۶۴ء

۵۱ - محمد بن ابراہیم (مترجم) تفسیر ابن کثیر (تفسیر محمدی) عاصمی برقی پریس ۱۹۳۵ء۔

۵۲ - محمود شیرانی، حافظ۔ پنجاب میں اردو۔ ستارہ پرنٹنگ پریس لکھنؤ۔ فروری ۱۹۷۰ء

۵۳ - " مقالات حافظ محمود شیرانی۔ جلد چہارم۔ مرتبہ مظہر محمود شیرانی۔ مجلس ترقی ادب کلب روڈ۔ لاہور۔

۵۴ - محی الدین قادری زور، ڈاکٹر سید۔ کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ۔ مکتبہ ابراہیمیہ مشین پریس۔ حیدرآباد۔ ۱۹۴۰ء / ۱۳۵۹ھ

۵۵ - محی الدین قادری زور، ڈاکٹر سید۔ دکنی ادب کی تاریخ۔ ہیرا آفسٹ پریس دہلی ۱۹۵۸ء

۵۶ - " اردو شہ پارے۔ مکتبہ ابراہیمیہ۔ حیدرآباد۔ ۱۹۲۹ء

۵۷ - " ہندوستانی لسانیات۔ شاہی پریس لکھنؤ۔ مارچ ۱۹۶۰ء

۵۸ - سرگذشت حاتم - اعظم اسٹیم پریس - حیدرآباد ۱۹۴۴ء

۵۹ - " تذکرہ گلزار ابراہیم - (مرتبہ) از علی ابراہیم خاں خلیل علی گڈھ ۱۹۳۴ء

۶۰ - مسعود حسین خاں، ڈاکٹر ابراہیم نامہ (مرتبہ) از عبدل دہلوی - دائرۃ المعارف - حیدرآباد ۱۹۶۹ء

۶۱ - " پرت نامہ (مرتبہ) از فیروز بیدری - قدیم اردو - جلد اول ۱۹۶۵ء

۶۲ - " مقدمہ تاریخ زبان اردو - بار سوم - کمال پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۵۸ء

۶۳ - مقبول احمد سید - ترجمہ قرآن - یوسفی پریس - دہلی - اپریل ۱۹۲۹ء

۶۴ - مودی - موریز ٹکسٹ بک آف میڈیکل جورلس پروڈنس اینڈ ٹکزی کالوجی - ام این ترپاٹی لمیٹیڈ - بمبئی ۱۹۶۷ء

۶۵ - میر تقی میر - نکات الشعراء - مطبع نظامی پریس بدایون -

۶۶ - میر حسن - تذکرہ شعرائے اردو - علی گڈھ ۱۹۲۲ء

۶۷ - نذیر احمد، ڈپٹی - قران مجید مترجم و با محاورہ مع فوائد نامعہ - مطبع انصاری - دہلی -

۶۸ - نذیر احمد، ڈاکٹر - تحقیقی مطالعے - طبع اول - سرفراز قومی پریس لکھنؤ - فروری ۱۹۵۴ء

۶۹ - نصیر الدین ہاشمی - دکن میں اردو معہ اضافہ آندھرا پردیش میں اردو - چھٹی اشاعت - نامی پریس لکھنؤ ۱۹۶۳ء

۷۰ - " یورپ میں دکنی مخطوطات - چندر کانت پریس گولی گوڑہ - حیدرآباد

۷۱ - " کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست - مطبع ابراہیمیہ کنگ منڈی حیدرآباد ۱۹۵۷ء ۱۳۷۶ھ

۷۲ - " اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد آندھرا پردیش (کتب خانہ آصفیہ) کے اردو مخطوطات - جلد اول مطبع ابراہیمیہ - کنگ منڈی حیدرآباد ۱۹۶۱ء ۱۳۸۱ھ

۷۳ - نصیر میں شیخ کمال قریشی خاں - مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز (فارسی) مطبع شہابی - بھنڈی بازار - بمبئی -

۷۴ ۔ نورالحسن انصاری، ڈاکٹر۔ فارسی کی دلکش داستانیں ۔ جید پریس ۔ دہلی۔ اگست ۱۹۷۵ء

۷۵ ۔ نول جی شری۔ نالندہ وشال شبد ساگر (ہندی لغت) نیو امپیریل بک ڈپو دہلی۔

۷۶ ۔ ویبسٹر۔ انٹرنیشنل ویبسٹرس نیو انسائیکلوپیڈیا ڈکشنری ۱۹۷۲ء

۷۷ ۔ یوسف کھٹکھٹے محمد۔ (مترجم) مجموعہ حالات شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی قدس سرہ العزیز (اردو) مطبع شہابی ۔ بھنڈی بازار۔ بمبئی ۔

مخطوطات

۱ ۔ احمد۔ نور نامہ (۱۱۳۶ھ) مخطوطہ نمبر ۸۴۲۔ ادارۂ ادبیات اردو۔ حیدرآباد۔

۲ ۔ " ۔ نور نامہ۔ مخطوطہ نمبر ۳۹۹۔ کتب خانہ سالار جنگ ۔ حیدرآباد

۳ ۔ واجد علی شاہ اختر۔ ریاض القلوب (ترجمہ حیات القلوب از محمد باقر مجلسی۔ جلد اول نمبر داخلہ ۶۶۵ کتب خانہ سالار جنگ ۔ حیدرآباد

۴ ۔ وجہی ۔ اسداللہ۔ دیوان وجیہہ (فارسی) مخطوطہ نمبر ۵۱۱۔ ادب نظم۔ فارسی۔ داخلہ نمبر ۲۴۵۲۔ کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد۔

۵ ۔ رسالہ تصوف ۔ مخطوطہ نمبر ۳۴۵۔ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد

بیاضیں

۶ ۔ بیاض مراثی ۔ نمبر ۳۔ کتب خانہ سالار جنگ ۔ حیدرآباد

۷ ۔ " نمبر ۴۔ " "
"

مضامین

۱ - سخاوت مرزا، مشفق خواجہ۔ ادبیات گجرات۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند چھٹی جلد جبیب پریس لاہور ۱۹۷۱ء

۲ - سیدہ جعفر، ڈاکٹر۔ بھاگ متی اور اس کا نو دریافت مقبرہ۔ آج کل جولائی ۱۹۸۰ء

۳ - محمود شیرانی، حافظ۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں از احمد دکنی (مضمون) اورینٹل کالج میگزین نومبر ۱۹۲۵ء

۴ - محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، سید۔ اردو ادب قطب شاہی دور میں (مقالہ) علی گڑھ تاریخ ادب اردو پہلی جلد۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پریس ۱۹۶۲ء

۵ - نذیر احمد۔ ڈاکٹر۔ اردو ادب عادل شاہی دور میں (الف) (مقالہ) علی گڑھ تاریخ ادب اردو۔ پہلی جلد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پریس ۱۹۶۲ء

۶ - نصیر الدین ہاشمی۔ اردو میں لیلیٰ مجنوں کی داستانیں (مضمون) دکنی قدیم اردو کے چند تحقیقی مضامین یونین پرنٹنگ پریس۔ دہلی ۱۹۶۳ء

اِشاریہ

اشخاص

ا

ح

خ

د

ر

ز

س

ش

ن

مقامات

ا

ب

ت

ج

چ

ح

خ

د

ش

ع

ف

ق

ک

گ

م

ج

چ

ح

خ

د

ر

س

ش

ع

ف

ق

مصنفہ کی دوسری کتابیں :

۱۔ ماسٹر رام چندر اور
اردو نثر کے ارتقاء میں اُن کا حصہ (تحقیق)
۲۔ من سمجھاون ——— (تحقیق و ترتیب)
۳۔ فن کی جانچ ——— (تنقید)
۴۔ دکنی رباعیاں ——— (تحقیق)
۵۔ تنقید اور اندازِ نظر ——— (تنقید)
۶۔ سُکھ انجن ——— (تحقیق و ترتیب)
۷۔ اردو مضمون کا ارتقاء ——— (تنقید)
۸۔ من سمجھاون (ہندی) ——— (ترتیب)
۹۔ یادگار مہدی ——— (ترتیب)
۱۰۔ دکنی نثر کا انتخاب ——— (تحقیق و ترتیب)
۱۱۔ کلیات محمد قلی قطب شاہ ——— (تحقیق و ترتیب)
۱۲۔ چندر بدن و مہیار (ہندی)
(زیرِ طبع ــــ ہندی اکیڈمی آندھرا پردیش)
۱۳۔ ڈاکٹر زورؔ ــ شخصیت اور ادبی کارنامے
(زیرِ طبع ــــ ساہتیہ اکیڈمی ـ نئی دہلی)